ان اللہ لطیف خبیر
علمی، دینی، اصلاحی اور معلوماتی
سالنامہ
اللطیف
ویلور
دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور
7/7/79

إِنَّ اللّٰهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ

اللطیف

زیر ظلِ حمایت و سرپرستی

تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو المنصور قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ

مدیر اعلیٰ

فضیلت مآب حضرت مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی B.A ناظم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ

مدیران مسئول

افضل العلماء مولوی ابو المکارم سید مصطفیٰ حسین بخاری قادری لطیفی کڈپوی منشی فاضل (مدراس) جنرل سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف استاذ دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور (ممبر سنڈیکیٹ مدراس یونیورسٹی)

افضل العلماء مولوی حافظ بشیر الحق قریشی ادھونی لکچرار دار العلوم لطیفیہ عربی کالج حضرت مکان ویلور ادیب فاضل (مدراس یونیورسٹی)

مدیر معاون

افضل العلماء مولوی محمد ابوبکر ملیباری لطیفی منشی فاضل (مدراس یونیورسٹی) استاذ دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

نمائندگان طلباء:

مولوی سید منیر محی الدین نندلوری ـ سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف
مولوی محمد بشیر احمد چتوری ـ جنرل مانیٹر دار العلوم لطیفیہ
مولوی سید قادر پاشاہ چیگری ـ جنرل کیاپٹن دار العلوم لطیفیہ

۱۱ شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ
مطابق
۷ رجولائی ۱۹۷۹ء
روز شنبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین ماہنامۂ اللطیف ۱۳۹۹ھ

اللطیف ۹۹ھ

رباعی
انّ ربّی رحیمٌ ودودٌ
سجدہ تیرے در پہ ہے مقدّر میرا
نقش قدم پاک ہے محور میرا
پہنچا دیا عرش تک تری ٹھوکر نے
چمکا تری خاک پا سے جوہر میرا
از حضرت امجد حیدر آبادی

نظم

از حضرت مولانا رکن الدین بن سید شاہ ابو الحسن قادری **قربی** علیہ الرحمہ

پیشکش: جناب ابو صالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر رضا حسنی قادری

ماہِ من شمع نمن دل کے شبستان میں آ
نورِ دیدہ ہو مری چشم کے ایوان میں آ

بے نیازی سوں تیری جان بلب آیا ہے مجھے
چھوڑ کر طورِ جفا کچھ رہِ احسان میں آ

دل تو بے حال ہوا کوئی نمن سر گرداں
زلفِ پُر پیچ کے چوگان لئے میدان میں آ

سرو شمشاد و گل و لالہ اسی کا ہے ظہور
دیکھنے اس کے ظہورات کوں بُستان میں آ

صورتِ لفظ و عبارات و معانی اندر
جلوہ گر تو بچہ ہوا ہے میرے دیوان میں آ

سخت پردا ہے گماں دیدۂ دل پر **قربی**
دیکھ مکہ یار کا ہر جا رہِ ایقان میں آ
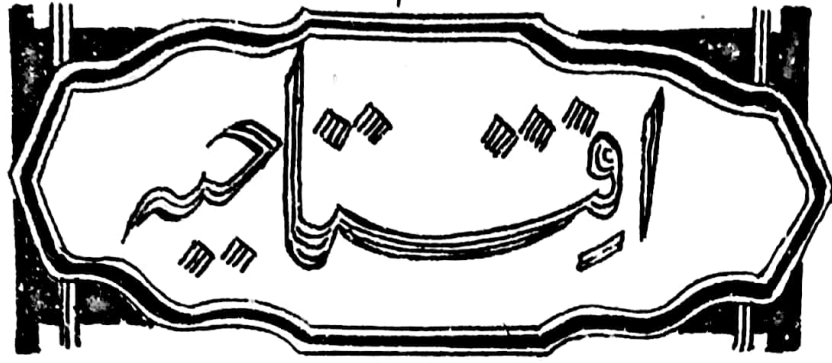
ملت اسلامی کی سب سے اہم خدمت یہ ہے کہ آنے والی نسلوں کو دینی ماحول اور غیر اسلامی نظام تعلیم کے اثرات سے محفوظ رکھیں اور اس کو اسی روش پر قائم رکھا جائے جس کی نشان دہی قرآن و حدیث اور ائمۂ سلف و صوفیائے کرام نے فرمائی تاکہ یہ ملت اپنی امتیازی علامت اور تشخص برقرار رکھے۔ ہمارے ملک میں سب سے اہم ملی ضرورت یہ ہے کہ مسلمانوں کی اسلامی نقطۂ نظر سے تعلیم و تربیت کی جائے اور انہیں صحیح عقائد اور دین کے مبادیات و اصولات سے روشناس کرایا جائے۔

الحمدللہ دارالعلوم لطیفیہ موجودہ زمانہ میں وقت کی اس اہم ضرورت سے غافل نہیں ہے اور اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ دین و ملت کی خدمت انجام دیتے ہوئے صحیح عقائد اور صالح نظریات قوم تک پہنچا رہا ہے۔ ماضی میں بھی اس کے اکابرین نے عوام الناس میں پھیلے ہوئے فاسد و مہلک اعتقادات اور غلط عقائد و خرافات کا قلع قمع فرمایا جس کا ثبوت ہمیں خانوادۂ حضرت قطب ویلور کے بزرگانِ عظام کی گراں قدر تصنیفات و تالیفات سے ملتا ہے۔

موجودہ دور میں وسیلہ اور توسل کے جواز سے متعلق بعض ذہنوں میں شکوک پائے جاتے ہیں، حالانکہ خیرالقرون سے لے کر آج تک یہ مسئلہ پوری صحت کے ساتھ قائم ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ اے ایمان والو، ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

وسیلہ عربی میں اسکو کہتے ہیں جسکے ذریعہ کسی کا قرب حاصل ہو۔ اس لحاظ سے اس کے اندر اشخاص اور اعمال دونوں داخل ہیں۔ اور اس کی تائید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جس میں آپؓ نے حضور اکرم صلعم کے چچا حضرت عباس رضؓ کو دعا میں وسیلہ قرار دیا اور فرمایا ھذا واللہ الوسیلۃ الی اللہ عزوجل خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کی طرف یہی وسیلہ ہیں۔

وسیلہ کا ثبوت بہت سی حدیثوں میں ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان بن حنیفؓ کی روایت ہے

ہے کہ ایک نابینا شخص بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوا اور حضورِ اکرمؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بصارت عطا فرمائے۔ آپؐ نے یہ دُعا تلقین فرمائی جس میں حضورِ اکرم کا توسّل و وسیلہ شامل ہے۔ اللھم انی اسئلك واتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربك ان یکشف عن بصری۔

اور خود ذاتِ اقدس نبویؐ نے حضرت علیؓ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو قبر میں لٹاتے ہوئے انبیائے سابقین کے وسیلہ سے ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی بحق نبیك والانبیاء الذین من قبلی۔

علامہ نبہانی علیہ الرحمہ "شواھد الحق" میں لکھتے ہیں۔ توسّل، شفاعت اور استعانت تمام کا ایک ہی مطلب ہے۔ مسلمانوں کے قلوب میں ان کا مفہوم صرف محبوبانِ الٰہی سے حصولِ برکت ہے۔ و نیز یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان صالحین کی بدولت رحمت فرماتا ہے چاہے وہ دنیا میں ہوں یا دنیا سے پردہ کرگئے ہوں۔ مؤثر اور موجد در اصل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور یہ محبوبانِ الٰہی سبب عادی ہیں۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں یجوز الاستمداد به فی حیاته یستمد به بعد مماته، صلحائے استمداد زندگی اور بعدِ وفات درست ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اپنی تفسیر "فتح العزیز" میں رقمطراز ہیں کہ ایک حاجت مند شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی صالح اور متقی بندہ کے وسیلہ سے دُعا فرمائے تو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی حالتِ حیات میں صالحین اور اولیاء اللہ سے توسل اور طلبِ دعا کرتا ہے۔ اس صورت میں بندہ درمیان میں صرف ایک وسیلہ ہے اور ضرورت پوری کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مولانا مولوی حافظ سید شاہ عبداللطیف قادری المعروف بہ **حضرت قطبؔ ویلور** قدس سرہٗ نے اپنی بلند پایہ کتاب "**فصل الخطاب**" میں مسئلہ توسل سے متعلق ایک مستقل باب قائم فرمایا ہے اور کئی دلائل سے اس کا جواز ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ "بزاز اور حاکم کی روایت ہے کہ ہم بارگاہِ الٰہی میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کو وسیلہ بناتے ہیں۔"

سراج السالکین مولانا مولوی سید شاہ ابوالحسن قادری **محوی** قدس سرہٗ "**بیعت غائب و حاضر**" میں لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوالحسن قرشی نے فرمایا: میں نے چار ایسے مشائخ کو دیکھا جو اپنی قبروں میں اسی طرح تصرف فرماتے ہیں جس طرح حیات میں تصرّف فرماتے تھے۔ اوّل شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔ دوم شیخ

معروف کرخیؒ۔ سوم شیخ عقیلؒ چہارم شیخ ابن قیس حرّانی۔

حضرت قطبؒ ویلور فرماتے ہیں: "بعد وفات تصرف کا سلسلہ ان چار افراد ہی میں مقید نہیں، یہ تو صرف ان کے مشاہدہ اور کشف کی بات تھی"۔

حضرت سعدیؒ جیسے بلند پایہ صوفی مزاج بزرگ نے بھی اپنے ان اشعار سے ثابت کردیا کہ دعاؤں میں اہلِ بیتؓ کے اکابرین اور صالحین سے توسل کیا جاسکتا ہے:-

خدایا بحق بنی فاطمہ
کہ بر قول ایماں کنم خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست دامانِ آلِ رسولؐ

حاصل تحریر، امت کا سوادِ اعظم دعاؤں میں وسیلہ کا قائل رہا ہے۔ اس لئے ہم نے "اللطیف" کے موجودہ شمارہ میں اس موضوع پر ایک مستقل مضمون شامل کرلیا ہے، تاکہ ہمارے قارئین کرام کے سامنے مسئلہ توسل کی واضح تصویر آجائے۔ اس کے علاوہ اور بھی پُر از معلومات مضامین و تراجم اور تلخیصات سے "اللطیف" کو حسین تر بنانے میں ہم نے کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

لیجئے امسال ہماری کاوشوں کا ثمرہ آپ کے سامنے حسین رُوپ لئے حاضر ہے۔

وما علینا الا البلاغ۔

روئداد لطیفیہ دار العلوم

دنیا کے تمام مذاہب نے حصولِ علم کی ترغیب دی ہے لیکن اسلام نے حصولِ علم پر زیادہ زور دیا ہے یہاں تک کہ حصول علم کیلئے جدوجہد کرنا ایک قسم کا جہاد قرار دیا ہے۔ اور قوموں کا عروج و زوال دنیوی و اخروی فلاح و کامرانی کے دروازے کلیدِ علم ہی سے کھل سکتے ہیں۔

غرض تعلیم انسانی شرافت اور اس کے بلند اخلاق کا واحد معیار ہے۔ مختلف علوم و السنہ پر قدرت پانا اور ان میں کمال حاصل کرنا زمانۂ حال کا ایک زبردست کارنامہ ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جنوبی ہندوستان میں علم کی حقیقی لذتوں سے لوگوں کو روشناس کرانے والے **اقطابِ ویلور** رحمہم اللہ ہی ہیں جن کی تحریری، تقریری و تدریسی کاوشوں کا دنیائے جنوب مرہونِ منت ہے۔ موجودہ مربیان کرام اپنے بزرگانِ عظام کے طرز و طریقے کو باقی رکھتے ہوئے علمی و دینی خدمات کے انجام دینے میں کوشاں ہیں۔

آغازِ سالِ نو

مختلف علاقوں سے آنے والے طلبۃ العلوم کا داخلہ بحمد اللہ مؤرخہ ۱۲؍ شوال المکرم سنہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۲؍ ستمبر سنہ ۱۹۷۸ء بروز شنبہ کو ہوا۔

دورۂ حدیث

خانقاہ عالیہ قطبیہ میں صحیح بخاری شریف اور صحیح مسلم شریف کے دورۂ حدیث کا آغاز تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی، سجادہ نشین مکان حضرت قطبِ ویلور قدس سرہ العزیز کی دعاؤں سے مؤرخہ ۲۸ شوال المکرم سنہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۲؍ اکتوبر سنہ ۱۹۷۸ء کو ہوا نیز مؤرخہ ۲۵ رجب المرجب سنہ ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۱؍ جون سنہ ۱۹۷۹ء کو بروز دوشنبہ اعلیحضرت قبلہ مدظلہ العالی کی دعاؤں سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

ادبی افتتاحی اجلاس

حسبِ عادت امسال بھی انجمن دائرۃ المعارف کے سالانہ ادبی افتتاحی جلسہ کے موقع پر جناب پروفیسر سید قدرت اللہ صاحب باقوی M.A فاروق کالج کالیکوٹ کو مدعو کیا گیا۔ یہ وہی موقعہ ہے جس میں مختلف مقامات

کے قابل علم دوست شخصیتوں کو مدعو کرکے اپنے طلبۃ العلوم کی ذہنی اور علمی صلاحیتوں کو زیادہ کرسکیں۔ اس موقعہ پر مولانا موصوف نے انوکھے انداز میں جامع طور پر دارالعلوم اور اس کے فارغین کے کارناموں پر نمایاں روشنی ڈالی۔ بعد ازاں ناظم دارالعلوم لطیفیہ مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری B.A مدظلہ العالی نے طلباء اور اہل جلسہ سے خطاب فرمایا کہ پاکیزہ زندگیوں کو ترتیب دینے والے ان قدسی صفات بزرگوں اور ان کے علمی دینی کارنامے آج بھی زندۂ جاوید ہیں جن کے بنائے گئے لائحۂ عمل پر اپنی مستقبل کو ڈھالیں اور آنے والی نسل کو اس پر عمل پیرا کرائیں۔

دار التصنیف والاشاعت

اس سال شعبۂ ھٰذا سے کئی ایک تراجم منظر عام پر آرہے ہیں جیسے سابق امسال بھی حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہ العزیز کی تصنیف انیف "فصل الخطاب بین الخطاء والصواب" کے چند فوائد کا ترجمہ اور آپ ہی کی مکتوبات جو مختلف راجاؤں کے نام بھیجے گئے تھے مع ترجمہ افادۂ ناظرین کے لئے منظر عام پر آرہے ہیں۔ نیز مخزن السلاسل کے بعض سلسلے اور حضرت شاہ حیدر ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف خوارق پر مشتمل خوارق حیدریہ کے چند خرقے مع ترجمہ کے پیش کئے جارہے ہیں۔

صحت اسباب

دارالعلوم کے میدان میں بعد نماز عصر مختلف گیمس کا انتظام ہوتا ہے جیسے والی بال، بیٹ منٹن، ٹنی کائٹ، کبڈی وغیرہ طلباء کی صحت اور دل و دماغ کو تر و تازہ رکھنے اور وہ ان کھیلوں سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔

نوید مسرت

امسال یونیورسٹی کے امتحانات افضل العلماء، منشی فاضل، ادیب فاضل میں اکثر طلباء شریک ہے، بحمد اللہ انہیں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔

امتحانات

مورخہ ۲۳ر محرم الحرام ۱۳۹۹ھ مطابق ماہ ڈسمبر ۱۹۷۸ء بروز یکشنبہ سہ ماہی امتحانات اور مورخہ ۱۱ر جمادی الاول ۱۳۹۹ھ مطابق ۹ر اپریل ۱۹۷۹ء روز دوشنبہ ششماہی امتحانات اساتذۂ کرام کی زیر نگرانی اور ۲۹ر رجب المرجب ۱۳۹۹ھ م ۲۵ر جون ۱۹۷۹ء سے دارالعلوم کے سالانہ امتحانات شروع ہوے اور ایک ہفتہ تک جاری رہے اور سالانہ امتحانات کے اکثر پرچے بیرونی علمائے کرام نے تیار فرمایا اور جوابی پرچوں کی تصحیح بھی انہیں سے عمل میں آئی۔

عبا پوشی و اعطائے اسناد

فضیلت مآب علامۃ الحضر مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہ العزیز کے زیر صدارت ۱۱ر شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ بروز شنبہ دارالعلوم کا سالانہ اجلاس بڑے پیمانہ پر منعقد ہوا۔ جس میں معتدد علمائے کرام اور قابل ترین حضرات مدعو

تھے۔ نیز اعلیحضرت قبلہ مدظلہ العالی نے اپنے دست فیض اقدس سے فارغین کو عبا اور اسناد عطا فرمایا۔

تقسیم انعامات اسی دن شام میں ایک دوسری نشست منعقد ہوئی۔ جس میں درسیات، مقالہ نویسی، مقابلہ تحریر و تقریر، اور گیمس و اسپورٹس میں اول و دوم آنے والے طلباء کو قیمتی انعامات سے نوازا گیا۔ نیز عہدیداروں کو ان کے خدمات کے صلے میں مختلف قسم کے انعامات سے نوازا گیا۔

ھدیۂ تشکر ادارہ ان تمام حکیموں اور ڈاکٹروں کا مشکور ہے کہ جنہوں نے وقتاً فوقتاً طلباء کی صحت کا بھرپور خیال رکھتے ہوئے تشخیص فرمایا۔ نیز ادارہ مدیران اخبارات کا بھی تہ دل سے مشکور ہے۔ جو دارالعلوم کی تمام کارروائیوں کو اپنے اولین وقت میں شائع کرتے رہے۔ بالخصوص ادارہ جناب عبدالمتین صاحب مالک الیکٹرک قومی پریس بنگلور کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے، جنہوں نے تندہی سے ادارے کا ہر کام بروقت پائیہ تکمیل کو پہنچایا۔

ہم بارگاہِ ربّ العزت میں دست بدعا ہیں کہ وہ ان تمام علم دوست حضرات جو دارالعلوم سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں انہیں دنیا و آخرت میں سرخروئی عطا کرے۔ آمین۔ ثم آمین۔

دار العلوم لطیفیہ کا شمالی دلکش نظارہ

پیشکش:۔ سید مرتضیٰ حسین جہانگیر لطیفی ویلوری

اللطیف کی سابق روایات کے مطابق اس علمی و دینی سفر کے پہلے مرحلہ میں تفسیر سورۂ فاتحہ کا حسین و جمیل گلدستہ پیش کیا جارہا ہے۔ امید کہ ہمارے قارئین کرام کیلئے اسکی نشاط انگیز اور کیف آور خوشبو لطف و انبساط کا باعث ہوگی۔ بشیر الحق ادھونی

سورۃ کے لغوی معنی بلندی، رفعت اور بلند منزل، کے ہیں۔ اس لحاظ سے قرآن کریم میں سورۃ کے لغوی معنی کا تعلق یہ رہا کہ قاری قرآن کی ایک منزل سے دوسری منزل کی جانب آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور سورۃ کے دوسرے معنی شہر پناہ کی دیوار اور فصیل کے بھی ہیں، اور اس معنی کے لحاظ سے یہ مفہوم اور معنوی مناسبت مستفاد ہوگی کہ قرآنی سورۃ بھی ایک شہر پناہ اور فصیل کی حیثیت سے مضامین اور آیات کا احاطہ کئے رہتی ہے اور آیت کے لفظی معنی علامت اور نشان کے ہیں کیونکہ ہر آیت پہ کلام ختم ہوتا ہے جس کی وجہ سے اول آخر سے ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کو آیت کہا گیا اور اصطلاح میں سورت کے اندر کی سب سے چھوٹی تقسیم یا ہر فقرہ جس میں حکم ہو یا مستقل عبارت ہو آیت کہلاتی ہے۔ قرآن کریم کی کل آیات ۶۶۱۶ اور الفاظ ۷۷۹۳۴ اور حروف ۳۲۳۷۶۰ شمار کئے گئے ہیں۔

اور قرآن کریم کل ایک سو چودہ ۱۱۴ سورتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ گویا یہ سورتیں ابواب و فصول کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان سورتوں کی تقسیم و ترتیب اور ان کے اسماء کی تجویز کا کام خود حضورؐ پاک نے اپنی حیاتِ ظاہری میں انجام دیا۔ ان سورتوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک حصہ مکی دَور سے متعلق ہے اور دوسرا حصہ مدنی دَور سے وابستہ ہے۔

نام اور وجہ تسمیہ

"فاتحہ" اس کے معنی کھولنے اور ابتدا کرنے کے ہیں۔ اور یہ سورۃ قرآن کریم کے لئے آغاز کلام اور دیباچہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآنی سورتوں کی ترتیب میں اسی کو ابتدائی سورۃ ہونے کا شرف حاصل ہے لیکن نزول کے اعتبار سے یہ پہلی سورت نہیں ہے۔ اس سورۃ کے مختلف نام ہیں، لیکن مشہور ترین نام فاتحہ ہی ہے۔ فاتحہ کے علاوہ اس سورت کے جتنے بھی نام ہیں اُن تمام ناموں میں ایک خاص مفہوم اور مضمون پوشیدہ ہے جو اسماء ہی سے واضح ہے:۔

فاتحہ۔ فاتحۃ الکتاب۔ فاتحۃ القرآن۔ ام القرآن۔ ام الکتاب۔ سورۃ الکنز۔ سورۃ الحمد۔ سورۃ الدعا۔ سورۃ المناجات۔ سورۃ التفویض۔ سورۃ السؤال۔ سورۃ الصلوٰۃ۔ تعلیم المسئلہ

اساس القرآن۔ کافیہ۔ وافیہ۔ شافیہ۔ سبع مثانی نور۔ رقیہ۔ شفا۔

اسلامی زندگی میں تعوذ اور تسمیہ کی اہمیت

یہ اسلامی تعلیم کا مزاج ہے کہ آدمی کسی کام کو انجام دینے سے قبل خدا کی قدرت اور اس کی نصرت و تائید پہ کامل بھروسہ رکھے اور اس کام کی کمالیت اور افادیت کے لئے خدا سے مدد طلب کرے اور اس میں رکاوٹ پیدا کرنے والے شیطان سے محفوظ رہنے کیلئے خدا سے پناہ چاہے کیونکہ شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کیلئے یہی ایک واحد اور مؤثر ذریعہ ہے کہ خدا سے پناہ چاہی جائے لہٰذا قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے معانی و مفاہیم میں تدبر و تفکر کے وقت اعوذ باللہ پڑھ لیا جائے تاکہ شیطان آدمی کو وساوس و خطرات اور منتشر خیالات میں اُلجھا کر اس کا رِ خیر سے توجہ ہٹا نہ سکے۔ قرآن نے صراحت فرمائی ہے:

فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم۔ اس آیت پاک میں شیطان کی صفت رجیم بتلائی گئی ہے، جو اس حقیقت کی نشان دہی کرتی ہے کہ یہ ملعون انسانی فطرت اور طبیعت سے دُور ہے۔ اور اسکی عادت یہی ہے کہ لوگوں کو خیر و فلاح سے دُور کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی فرد سے غیر انسانی فعل صادر ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ فلاں نے تو شیطانی روش اختیار کر لی ہے۔

الشیطٰن فلاں۔

اعوذ باللہ کی طرح بسم اللہ کا جملہ بھی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر مقام پہ اپنا غیر معمولی کردار ادا کرتا ہے۔ کیونکہ اس فقرہ کے اندر خدا کے دو عظیم نام موجود ہیں جن کی برکت و تاثیر سے ہر کام مکمل ہو جاتا ہے اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ آدمی کو کسی کام کی انجام دہی کے لئے تین مرحلے ضرور پیش آتے ہیں۔ سب سے پہلا مرحلہ اسباب و ذرائع کی فراہمی۔ دوسرا مرحلہ اسباب کی بقا و موجودگی اور تیسرا مرحلہ اس کام میں صرف ہونے والی مساعی و کوششیں بے سود و رائگاں نہ ہوں اور اس کے صالح اثرات مرتب ہوں۔

ظاہر ہے کہ دنیا و آخرت کا ہر کام ان تین مرحلوں سے گذر کر ہی پایۂ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ آدمی ہر کام کو کرنے سے قبل احساس و شعور کے ساتھ بسم اللہ پڑھے۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کل امر ذی بال لم یبدأ فیہ بسم اللہ فھو اقطع

ہر کام جو بسم اللہ کے ذریعہ شروع نہ کیا جائے وہ ناتمام اور ناقص ہے اور خود حضور اقدس کی عادت تھی کہ زندگی کا ہر چھوٹا بڑا کام بسم اللہ کہہ کر انجام دیا کرتے تھے۔ اسی لئے قرآن کی تلاوت کے وقت بھی بسم اللہ کا پڑھنا ضروری قرار دیا گیا۔

بسم اللہ کی حقیقت اور اس کے اسرار و معنی کی وضاحت کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصریح قابل مطالعہ ہے۔ حضرت مریمؑ نے آپ کو ایک معلم کے آگے بٹھا دیا۔ معلم نے کہا بسم اللہ لکھئے۔ آپ پوچھ بیٹھے بسم اللہ کی حقیقت کیا ہے؟ معلم صاحب نے جب سطحی وضاحت فرمائی تو آپ خود فرمانے

لگے ۔ "ب" بہا یعنی علو اور بلندی اور "س" سے سنا یعنی نور اور روشنی اور "م" سے مملکت اور بادشاہت، اور اللہ معبودوں کا معبود، اور "رحمٰن" کہتے ہیں، دنیا و آخرت میں رحم کرنے والا، اور "رحیم" کہتے ہیں آخرت میں رحم کرنے والا۔

بسم اللہ کے اندر ایسی کشش اور قدرت ہے، کہ مادی نقطۂ نظر کی دھجیاں بکھیر دیتی ہے اور آدمی کو مادہ پرستی سے نکال کر خدا پرستی کی جانب لے آتی ہے۔ کیوں کہ انسانی زندگی کی زمام خدا کے ہاتھوں میں ہے۔ انسان کو وسائل و ذرائع ہلاکت سے محفوظ نہیں رکھتے اور بسم اللہ میں باء استعانت سے بھی یہ تصور قائم ہوجاتا ہے، کہ تمام قوت و طاقت اور شوکت کے باوجود خدائے رحمٰن و رحیم سے استعانت طلب کی جائے۔ یہی وہ حقیقت تھی جس کی وجہ سے حضرت نوحؑ نے طوفان کے اندر کشتی کو ذریعۂ نجات نہیں سمجھا بلکہ اس ذریعہ و وسیلہ کی فراہمی کے باوجود خالقِ اسباب کی جانب اپنی توجہ قائم رکھتے ہوئے فرمایا بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا۔

ان کلمات کا اثر اور فیضان یہ رہا کہ کشتی غرق ہونے سے محفوظ رہی۔ یہ اسلامی نمونہ زندگی کے ہر موڑ پر سامنے رہنا چاہیئے تاکہ آدمی قدرت اور ذرائع پر ہی تکیہ نہ کرلے۔ بلکہ خدا کی جانب نظریں جائے رہے اور ہر کام بسم اللہ کے ذریعہ شروع کرے۔

بسم اللہ کے جزءِ قرآن ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، البتہ اختلاف اس امر میں ہے کہ وہ فاتحہ کا جزء ہے یا نہیں؟ مسلک حنفی کی رو سے یہ فاتحہ کا جزء نہیں ہے بلکہ تمام سورتوں کے درمیان فصل اور علیحدگی کا مفہوم پیدا کرنے کے لئے سورۂ توبہ کے علاوہ ہر سورۃ کے آغاز میں افتتاحی فقرہ کے مانند لکھ دیا گیا ہے تاکہ سورتوں کی تلاوت کا آغاز بسم اللہ سے کیا جائے اور اس سے تحصیل تبرک و سعادت اور کام کی تکمیل مقصود ہے۔

ابو داؤد کی حدیث ہے کہ حضورؐ اکرم بسم اللہ کو نماز میں آہستہ پڑھتے اور سورۂ الحمد کو بلند آواز سے تلاوت فرماتے تھے۔ اس حدیث سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزء نہیں ہے۔ ورنہ حضورؐ اکرم کا آہستہ پڑھنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

الحمد للہ رب العٰلمین
ساری تعریف اللہ کیلئے ہے (وہ) جہانوں کا مربّی

سورۂ فاتحہ بندوں کی زبان میں نازل کی گئی ہے جو دعا اور مناجات کا عطر بیز، اور سدا بہار گلدستہ ہے۔ اس کے اندر خدا کی ایسی صفات کو جمع کیا گیا ہے جو غیر خدا میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ اسی لئے بندہ مناجات میں یہی تحفہ بارگاہِ خداوندی میں پیش کرتے ہوئے اپنے لئے ہدایت اور غضبِ الٰہی سے پناہ طلب کرتا ہے۔

الحمد اس لفظ میں ال استغراق کا ہے جس سے یہ وسیع مفہوم نکلتا ہے کہ حمد کی جتنی انواع و اقسام اور اجناس ہیں سب اللہ کی ذات کیلئے ثابت ہیں کیوں کہ مخلوقات کی تعریف اور مدح و توصیف کا حقیقی مستحق

بھی خدائے تعالیٰ ہی ہے، اس لئے کہ ان مخلوقات کے اندر جو اوصاف مدح و وصف موجود ہیں، وہ بھی اسی کے عطا کئے ہوئے ہیں۔ آیت میں شکر اور مدح کے بجائے حمد کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جو اس عظیم حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ حمد کا مرتبہ شکر اور مدح سے بالاتر ہے۔ کیونکہ شکر اور مدح میں یہ بات ہے کہ شکر کسی متعین نعمت کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے اور مدح میں ممدوح کی خوبیاں اور اس کے کمالات اختیاری ہونا ضروری نہیں اور حمد میں ایسی چیز ہے جو محمود کی عام اختیاری خوبیوں اور فضیلتوں کی بنا پر کی جاتی ہے۔

اللہ

یہ خدائے تعالیٰ کے لئے اسم ذات ہے۔ اس کے علاوہ کسی کی ذات پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس لفظ کی جمع اور تثنیہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل عرب کو بھی یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ اس لفظ کا اشتقاق کیا ہے اور یہ کس باب سے ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ اسم اعظم اللہ ہی ہے۔

رب

عربی میں رب کا لفظ کئی معنوں میں بولا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک معنی پرورش ہے، یعنی کسی چیز کو بتدریج ایک حالت سے دوسری حالت کی جانب نشو و نما دیتے رہنا۔ یہاں تک کہ وہ چیز حدِ کمال تک پہنچ جائے۔ رب کے لئے اردو میں اس مفہوم کا لفظ مربی ہو سکتا ہے۔

رب کے معنی اور مفہوم کو ذہن میں رکھتے ہوئے کائنات میں بکھری ہوئی تمام اشیاء کی حقیقت پر غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر چیز خدا کی ربوبیت کی محتاج ہے اور ہر لمحہ اور ہر آن وہ حدِ کمال کو پہنچ رہی ہے۔ یہ نشو و نما اور ارتقاء تصرف خداوندی ہی کا کرشمہ ہے۔ جب یہ حقیقت بے نقاب ہو گئی کہ تمام چیزوں کی پرورش خدائے تعالیٰ ہی کر رہا ہے تو یہ بات بھی صاف ہو جائیگی کہ ہر چیز اپنے وجود اور نشو و نما و ارتقا میں اسی کی محتاج ہے۔ اس لحاظ سے لائق ستائش اور قابل تحمید بھی وہی ذات ہو سکتی ہے جو ان کے لئے خالق اور موجد کی حیثیت رکھتی ہے۔

ربوبیت کا حصہ غیر خدا میں بھی نظر آتا ہے جس کی ایک مثال یہ ہے کہ باغبان زمین میں بیج بو دیتا ہے۔ جب پودا نکل آتا ہے تو اس کے لئے پانی فراہم کرتا ہے اور اس کی قطع و برید کرتے ہوئے کمال کی حد تک پہنچا دیتا ہے لیکن یہ ربوبیت مجازی حیثیت کی حامل ہے۔ حقیقت میں صفتِ ربوبیت صرف باری تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ کسی شئی کو عدم سے وجود میں لانا اور اس کے لئے اسباب و ذرائع مہیا کرنا اور اس کی پرورش پر قدرت عطا کرنا اور نقصان کے اسباب کا خاتمہ کر دینا اور نفع کے لئے موانعات کی روک تھام کرنا یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جن پر خدا کی ذات کے علاوہ کسی شئی کو مذکورہ امور پر قدرت و طاقت حاصل نہیں ہے۔ اسی لئے کہا گیا حقیقی

پرورش کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔
پرورش کا ایک جزء لاینفک محبت و الفت اور رحمت ورافت ہے، جس کے بغیر پرورش کا تصور قائم نہیں ہو سکتا چنانچہ والدین کے قلب سے اولاد کی محبت، والفت ختم ہو جائے تو کوئی فرد بچوں کی پرورش نہیں کر سکتا۔ یہی وہ نکتہ تھا جس کی وجہ سے اگلی آیت میں اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ خدا تمام عالموں کی پرورش کرنے والا ہے اور رحمٰن و رحیم بھی ہے۔

عالمین عالم کا مفہوم یہ ہے کہ جس سے کسی دوسری چیز کا علم ہو جائے۔ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر یہ ہے کہ عالمین سے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوقات مراد ہیں۔ بعض مفسرین نے یہ تفسیر فرمائی ہے کہ خدا کی ذات و صفات کے علاوہ ہر مخلوق اور موجود شئی کو عالم کہا جائے گا۔
ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ عالمین سے اٹھارہ ہزار عالم مراد ہے جن کی تفصیلات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔
عالم کے اقسام میں سے چند یہ ہیں:۔

عالم مجردات اس عالم کی تمام چیزیں جسم عنصری اور جسم سماوی سے بری ہیں اور یہ تمام چیزیں لطیف ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے انسان انہیں دیکھنے سے قاصر ہے۔

عالم جسمانیات یہ عالم دو حصوں میں منقسم ہے۔
عالم علویات جیسے شمس و قمر۔ افلاک اور ستارے۔
عالم سفلیات دو حصوں میں مشتمل ہے۔ لطیفیات و کثیفیات۔ لطیفات مشاہدہ سے ماوراء ہیں جیسے ہوا۔ کرۂ نار اور دیگر بسیط چیزیں جس کا ثبوت سائنس بھی پیش کر رہی ہے۔
عالم کثیفات بھی دو حصوں میں تقسیم شدہ ہے۔ مفردات اور مرکبات: مفردات کی مثال پانی اور خاک ہے۔ مرکبات یہ چار حصوں میں بٹا ہوا ہے:

عالم فضائی وہ چیزیں جو زمین سے اوپر ہیں۔ جیسے ابر۔ اولے۔ قوس قزح۔

عالم جمادات جیسے پہاڑ۔ چاندی۔ سونا۔ ہیرا۔ بلور اور دیگر معدنیات۔

عالم نباتات جیسے درخت گھاس

عالم حیوانات جیسے انسان، حیوان، چرند، پرند۔ درند
غرض انسانی علم تمام عالموں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتنے عالم بنائے، اور ان میں کتنی اور کیسی کیسی چیزیں جمع کی ہیں۔ مذکورہ عالموں کی مختصر اور غیر واضح صورت پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انسان ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچے تو یہ حقیقت عیاں ہو جائے گی کہ ان تمام عالموں اور ان میں موجود رہنے والی چیزوں کی تربیت، پرورش، پرداخت، حفاظت اور دیگر متعلقہ امور کی زمام اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے اور مخلوقات کی کوئی صنف بھی اس کے قانون تربیت اور نظام ربوبیت سے آزاد نہیں ہے اور وہی تمام مخلوقات و موجودات کا مربّی ہے۔

الرحمٰن الرحیم

(وہ) رحمٰن (وہ) رحیم

عالمین کے مربی کا وصف بتایا جارہا ہے کہ وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں۔ وصف رحمان کا تقاضہ ہے کہ جب اس سے طلب کیا جائے تو عطا کرے اور وصف رحیم کا تقاضہ یہ ہے کہ جو اس سے طلب نہ کرے تو غضب ناک ہوجائے۔ خدا کی صفتِ رحمان کا فیضان اور صدقہ ہے کہ وہ دنیا میں تمام مخلوقات کو رزق دے رہا ہے اور صفت رحیمیت کی وجہ سے مومن اپنے استحقاق سے زیادہ اجر و ثواب پائے گا۔

مالک یوم الدین

(وہ) مالک روزِ جزا کا۔

مالک وہ کہلاتا ہے جسے اپنی ملکیت پر ہر جگہ قبضہ ہو اور اسے پورے اختیارات اور حق تصرف حاصل ہو۔ اس کے برخلاف حاکم کتنے ہی وسیع اور ہمہ گیر اختیارات رکھتا ہو لیکن پھر وہ محدود ہی ہوتے ہیں۔ اور حاکم پر بھی قانون کی بالادستی مسلط رہتی ہے۔ اسی لئے آیت طیبہ کے اندر خدا کی حاکمیت مطلقہ کو پیش کرنے کے لئے مالک کا استعمال کیا گیا اور دنیا کے اندر غیر اللہ کی جانب ملکیت کی جو نسبت ہوتی ہے وہ عارضی وقتی اور مجازی حیثیت کی حامل ہے حقیقی ملکیت صرف خدائے تعالیٰ ہی کو حاصل ہے۔ حدیث میں آیا ہے لا مالک الا اللہ عزوجل۔

دین کا معنی جزا اور بدلہ ہے جیسے عربوں کا محاورہ ہے کما تدین تدان جس کا مفہوم اردو زبان کے اس محاورہ سے عیاں ہے "جیسی کرنی ویسی بھرنی" دین سے جزا حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے اس کو دین کہتے ہیں۔ اس آیت میں یوم الدین سے مراد روزِ حشر ہے، جس میں تمام انسانوں کو جمع کیا جائے گا اور ان کے اعمال کا محاسبہ ہوگا، اور لوگوں کو جزا دی جائے گی۔

آیت میں وصفِ مالک کو یوم الدین کے ساتھ تخصیص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس روز خدا کے علاوہ کسی فرد کو مجازی حیثیت سے بھی ملکیت پر قبضہ نہ ہوگا۔ اور نہ ہی غیر اللہ کی جانب کسی چیز کی نسبت ہوگی۔ مکمل قبضہ اور کامل غلبہ صرف خدا ہی کو حاصل رہے گا، اور اس کے قہر و جلال کا یہ عالم رہے گا کہ کوئی بھی اسکی اجازت کے بغیر زبان نہیں ہلا سکے گا۔ ویسے تو روز جزا سے قبل بھی تمام عالموں پر خدا کی حاکمیت مطلقہ قائم ہے اور وہی مالک حقیقی ہے لیکن یوم الدین کی تخصیص اس حیثیت سے ہے کہ اس روز خدا کی صفتِ مالکیت کا مشاہدہ منکرین خدا کو بھی ہوجائے گا۔

حضرت عمرؓ ہمیشہ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے لوگو، تم خود ہی اپنے اعمال کا حساب کرلیا کرو، قبل اس کے کہ تمہارا حساب لیا جائے اور تم خود ہی اپنے اعمال کا وزن کرالو، اس سے پہلے کہ وہ ترازو میں تولے جائیں۔

حضرت عمرؓ کے قول میں نفسیاتی پہلو یہ ہے کہ آدمی کے پیش نظر یہ دونوں باتیں (اعمال کا محاسبہ و وزن) رہیں تو لامحالہ وہ اعمالِ قبیحہ اور منکرات شرعیہ سے محفوظ رہے گا۔

ابن قیمؒ فرماتے ہیں اسم اللہ کے تحت وہ تمام صفات جلال وجمال آجاتے ہیں اور اسم الرحمٰن کے تحت صفاتِ جود وکرم اور لطف واحسان آجاتے ہیں اور اسم مالک کے تحت صفات عدل وانصاف' سزا وجزا اور اعزاز واذلال آجاتے ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ ذاتِ خداوندی کے علاوہ کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو ان تمام صفات کی حامل ہو۔ اسی لئے کائنات میں خدا کے علاوہ کوئی تحمید وتمجید اور تعریف وسجدہ کے قابل نہیں اور جب وہ عبادت کے لائق نہیں ہوسکتی تو استعانت واستمداد حقیقی کا تعلق بھی قائم نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے اگلی آیت میں غیر اللہ کی عبادت 'پوجا' پرستش اور مستقل حاجت روا قرار دینے سے بیزارگی اور علیحدگی کا اقرار کیا جارہا ہے۔ اور تاکیدی مضمون کے ذریعہ اس حقیقت کو بیان کیا جارہا ہے کہ ہم صرف تیری ہی ذات کو لائق عبادت اور استعانت کی اہل سمجھتے ہیں۔

ایاك نعبد وایاك نستعین

ہم بس تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔

اس آیت میں دو چیزوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ عبادت اور استعانت۔ یہ آیت ایک سچے مومن کی ذہنی اور قلبی کیفیت کی حقیقی ترجمانی ہے۔ جس کے ایک حصہ میں مومن اپنی عبدیت کا اعتراف کررہا ہے اور خالق کی عبودیت کا اقرار کررہا ہے اور اسی کو معبود ومسجود قرار دیتے ہوئے شرک سے بیزاری اور برأت کا اظہار کررہا ہے اور آیت کے دوسرے حصہ میں اپنی محتاجی اور بے بساطی اور عاجزی کا احساس رکھتے ہوئے تمام معاملات وامور میں اس سے استعانت طلب کررہا ہے۔ اور لفظ ایّا کے ذریعہ عبادت واستعانت کو ذاتِ خداوندی کے ساتھ تخصیص وتحصیر کررہا ہے۔ ابن قیم فرماتے ہیں۔ نعبد کا تعلق صفت الوہیت سے ہے' اور نستعین کا تعلق صفتِ ربوبیت سے ہے۔

عبادت کا لفظ' بندگی۔ طاعت۔ فرماں برداری اور پوجا وپرستش کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ عربوں کا محاورہ ہے طریق معبد' اس راستہ کو کہتے ہیں جس پہ لوگوں کی آمد ورفت کثرت سے ہو اور عبادت کے معنی کا تعلق یہاں یہ ہے کہ عابد بھی اپنے معبود کے آگے بچھا جاتا ہے۔

عبادت کا حقیقی مفہوم اور اس کی روح یہ ہے کہ مومن اپنے تمام اعضاء اور اپنی ظاہری اور باطنی قوتوں کو خدا کی مرضیات کے مطابق استعمال کرے۔

عبادت کا ایک شعبہ ظاہر سے تعلق رکھتا ہے جیسے بندہ زبان سے خدا کا ذکر اور اس کی تعریف وتوصیف بیان کرے۔ تلاوت قرآن۔ زیارت کعبہ' زیارت انبیائے کرام واولیائے عظام' ذکر خیر اور قرآن کریم کی سماعت اور کائنات میں منتشر اشیاء کو اس نقطۂ نظر

سے دیکھنا کہ خدا کی قدرت و حکمت کا احساس و عرفان حاصل ہو سکے۔ عبادت کا ایک شعبہ باطن سے متعلق ہے جیسے آیات میں تدبر و تفکر کرنا اور شریعت کے مصالح و حکم میں غور و فکر کرنا۔ عبادت کا ایک شعبہ قلب سے تعلق رکھتا ہے کہ مومن کا قلب ہر لمحہ اور ہر آن خدا کی یاد سے غافل نہ رہے اور اس کے عذاب سے بے خوف اور اس کی رحمت سے بے امید نہ رہے اور قلب میں خدا کے محبوب سے محبت اور خدا کے مغضوب سے بغض رکھے۔

عبادت کا ایک شعبہ مومن کی روح سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی روح خدا کے مراقبہ اور مشاہدہ میں لذت و سرور اور انبساط حاصل کرے۔

عبادت کا ایک شعبہ مومن کے نفس سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ مومن خدا کی خاطر مالوفات کو ترک کر دے جیسے روزہ رکھنا۔ حج کرنا، اعتکاف بیٹھنا اور خدا کے خاطر محرمات اور معاصی سے اجتناب کرے اور مصائب و آلام پر صبر کرے۔

لفظ نعبد کے تحت عبادت کے مذکورہ تمام شعبے داخل ہو جاتے ہیں۔ گویا بندہ مومن اس بات کا اقرار و اعتراف کر رہا ہے کہ میری جسمانی، ذہنی، قلبی، نفسی، روحانی ظاہری اور باطنی تمام عبادتیں صرف تیرے ہی لئے ہیں۔

ایسی ہی اہم اور ہمہ گیر عبادت کا تحفہ بارگاہ خداوندی میں پیش کرتے ہوئے اس خالص عبادت کے وسیلہ سے زندگی کے ہر شعبہ میں اسی سے مدد طلب کر رہا ہے۔ اسی لئے آیت میں عبادت کو استعانت پر مقدم کیا گیا۔

استعانت کہتے ہیں کسی کام میں مدد طلب کرنا۔ استعانت کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک ظاہری جیسے عالم اسباب میں ایک دوسرے سے تعاون و استمداد کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی استعانت ظاہری کا رشتہ جو غیر اللہ سے قائم ہے وہ خلاف شرع اور غیر مستحسن نہیں، کیونکہ زندگی میں ایک دوسرے سے استمداد و استعانت ظاہری حیثیت سے ایک ضروری امر ہے جس کے بغیر معاشرہ اور معاشرت کا وجود ممکن ہی نہیں۔

استعانت کی ایک حیثیت باطن سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی تمام اسباب و ذرائع اور وسائل کو مظہر حق سمجھتے ہوئے خدا کی حکمت اور عالم اسباب کو سامنے رکھتے ہوئے صرف خدا ہی پر کامل اعتماد اور بھروسہ رکھتے ہوئے ماسوی اللہ سے جو بھی استعانت کرے درست ہے کیونکہ وہ حقیقتاً حق سبحانہ تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ اگر اس کے برخلاف آدمی ماسوی اللہ کو مظہر حق نہ سمجھے اور اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے استعانت کا طالب رہے تو یہ بات خلاف شرع اور شرک ہوگی۔

اھدنا الصراط المستقیم
چلا ہم کو سیدھا راستہ

ہدایت کا معنی راستہ بتلانا رہنمائی کرنا اور مقصود و مطلوب تک پہنچانا۔ ہدایت کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ راہ گیر بھٹکا ہے، اور راستہ دریافت کر رہا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ

۲/

راہرو کو صحیح راستہ مل چکا ہے، تاہم وہ اسی راستہ پر استقامت کا طالب ہے کہ کہیں بہک نہ جائے۔ گویا اس آیت میں مومنین رب تعالیٰ سے درخواست کر رہے ہیں کہ تیرے فضل وکرم سے صحیح راستہ تو مل چکا ہے اور اب التجا یہ ہے، کہ اس صراط مستقیم پر ثابت اور قائم رکھ۔

ھدایت انسان کو کئی طرح سے ملتی ہے۔ ایک الہامی ہے، جیسے خدا خود اپنی طرف سے مطلب کا القاء فرماتا ہے۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ نوزائیدہ بچہ طلب دودھ اور اپنی ضرورت کو روتے ہوئے ظاہر کرتا ہے۔

ایک ھدایت احساسی ہوتی ہے، جیسے آدمی اپنے حواس باطنی کے ذریعہ سرد و گرم اور نفع و ضرر چیزوں کے درمیان امتیاز کر لیتا ہے۔

اور ایک ہدایت عقلی ہوتی ہے جیسے مقدمات کو ترتیب دے کر مجہولات کا علم حاصل کر لیتا ہے مثلاً کائنات تغیر پذیر ہے، اور دوسرا مقدمہ ہر متغیر شئ حادث ہے۔ ان دو مقدمات سے ایک نا معلوم نظریہ کی حقیقت کھل جاتی ہے اور وہ یہ کہ کائنات حادث ہے۔

اور ایک ہدایت وہ ہوتی ہے جس میں احساس وشعور اور عقل و ادراک کا کوئی حصہ نہیں ہوتا بلکہ منجانب اللہ بندہ کو حقائق اشیاء کا علم ہو جاتا ہے اور مغیبات کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اس قسم کی ہدایت حضرات انبیائے کرام کو خصوصی طور پر ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات اشیاء کی ایسی حقیقتوں کو بے نقاب کرتے ہیں، جن کی وضاحت سے عقول بھی عاجز آ جاتے ہیں۔

اور ایک ھدایت وہ ہوتی ہے جس میں خدا تعالیٰ کسی بندہ کے قلب سے حجابات ظلمانی اٹھا دیتا ہے جسکی وجہ سے وہ عالم غیب کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ اس ہدایت کا وافر حصہ حضرات اولیائے کرام کو انبیائے کرام کی کامل اتباع سے ملتا ہے۔ اور اس نوع کی ہدایت کو ہدایت انکشافی کہتے ہیں۔

صراط مستقیم وہ راستہ جس میں کسی قسم کی کجی اور نشیب و فراز نہ ہو۔ اور راہرو کیلئے کسی قسم کی ٹھوکر کا احتمال نہ ہو۔ یہاں صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے جو انسانوں کو افراط و تفریط سے ہٹا کر زندگی کے ہر شعبہ میں اعتدال اور میانہ روی کی دعوت دیتا ہے۔

صراط الذین انعمت علیھم

ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔

اس آیت میں اسی صراط مستقیم کی مزید وضاحت اور تفسیر ہو رہی ہے اور بندوں کی زبان سے یہ درخواست ہے کہ اے رہنمائے حقیقی ہمیں صراط مستقیم کی نشان دہی کے ساتھ ساتھ صراط مستقیم کی تعلیمات اور ھدایات کے عملی نمونے جو تو نے اب تک دنیا میں بھیجے ہیں، اسی کے مطابق ہمیں بھی اس راہ پر چلنے کی توفیق و ہدایت عطا فرما۔

اس دعا کا خاص پہلو یہ ہے کہ یہ راہ ایسی وحشت ناک نہیں ہے کہ جس پر کوئی انسان نہ چلا ہو، بلکہ یہ راستہ تو ایسا ہے جس پر بے شمار لوگ چل چکے ہیں اور انہیں منزل مقصود بھی مل چکی ہے۔ اس کے اندر نئے راہرو کے لئے

تسلی اور طمانیت کا بھرپور سامان موجود ہے ۔
انعام خداوندی پائے ہوئے لوگ مرسلین، انبیاء، صدیقین اور شہداء اور صالحین ہیں جن کا ذکر قرآن نے ان زرین لفظوں میں کیا ہے :۔
ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین ۔ یہاں آیت طیبہ میں انعام سے مراد نعمت لغوی ہے کیونکہ مطلق نعمت میں کافر بھی شریک رہتے ہیں۔ لہٰذا کیسے ان کا راستہ طلب کیا جاتا ۔ البتہ نعمت مطلقہ تو صرف مؤمنین ہی کا حصہ ہے ۔
اسی لئے آیت میں ان ہی حضرات کا راستہ طلب کیا جا رہا ہے، جن کو [illegible] نعمت مطلقہ کا وافر حصہ مل چکا ہے۔ اور مزید آخرت میں ملنے والا ہے ۔

صراط مستقیم کی تعلیمات و ہدایات کے عملی نمونے

انبیائے کرام

انسان کے اندر دو قسم کی قوتیں ہیں ۔ ایک قوت نظری جس کی وجہ سے انسان اشیاء کی حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے۔ دوسری قوت عملی ۔ جس کی وجہ سے امور خیر و شر کا صدور ہوتا ہے اور نبی بھی انسان ہے جس کے لئے بھی دونوں قوتیں یعنی قوت نظری اور قوت عملی حاصل ہوتی ہیں لیکن دوسرے انسانوں کے مقابلہ میں نبی کی یہ دو قوتیں جداگانہ خصوصیات اور امتیازات کی حامل ہوتی ہیں چنانچہ نبی کے لئے بھی قوت نظری ہے لیکن روح القدس کی تاثیر اور فیضان سے معلومات اور مکشوفات کے اندر غلطی اور اشتباہ کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا اور اس کے علاوہ خدائے تعالیٰ بلا واسطہ بشری نبی کی کامل تربیت فرماتا ہے۔
اور نبی کیلئے قوت عملی بھی ہے۔ لیکن خدائے تعالیٰ تمام انسانوں کے مقابلہ میں صرف نبی کی قوت عملی میں ایسا ملکہ پیدا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے انتہائی رغبت اور خواہش کے ساتھ نبی سے اعمال صالحہ کا صدور ہوتا رہتا ہے ۔ اور انتہائی نفرت کے ساتھ اعمال فاسدہ کا صدور نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ انبیائے کرام گناہوں سے بالکل معصوم ہوتے ہیں اور اس حقیقت کا نام عصمت انبیاء ہے ۔
نبی کی بدنی قوتیں جب حد کمال کو پہنچ جاتی ہیں تو عقل بھی تجربات سے کامل ہوتی ہے اور اس کو مخلوق کی ہدایت و رہبری کے لئے مبعوث کیا جاتا ہے اور نبوت کی تصدیق و اثبات کیلئے نبی کو معجزات سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ معجزہ کبھی از قبیل قول ہوتا ہے جیسے قرآن مجید اور کبھی فعل سے تعلق رکھتا ہے جیسے انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہونا ۔
معجزات کے ساتھ نبی کو آیات عقلیہ سے بھی نوازا جاتا ہے تاکہ یہ چیزیں طبقۂ خواص کے لئے ایمان و ایقان کا باعث ہو سکیں کیونکہ خواص کی نظریں معجزات پر نہیں ہوتیں بلکہ [illegible] کمالات نبوت کی جانب ہوتی ہیں اور نبوت کا استدلال یہ لوگ آیات عقلیہ ہی سے کرتے ہیں ۔ اس کے برخلاف عوام کا ذہن [illegible] ایسا ہوتا ہے کہ وہ نبوت کا

اسند لال معجزات ہی سے کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طبقۂ
عوام کے ایمان کا موجب معجزات ہی ہوتے ہیں۔

طبقۂ خواص کیلئے معجزات سے کہیں زیادہ آیاتِ
عقلیہ اہم ہیں اور ان کی نظریں ان اثرات پر لگی رہتی ہیں
جو نبوت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ آیاتِ عقلیہ یہ ہیں: حسنِ خلق
بیان شافی، حجت، علوم صادقہ اور دوسروں میں نبی کی
صحبت کا اثر اور فیض وغیرہ۔ اور نبی کی نبوت کا اثر اور فیض
اسی وقت عیاں ہوتا ہے جبکہ اس کی ذات سے ناقص نفوس
کی تکمیل ہونے لگے اور اس کے ہم نشینوں پر نورانی اثرات
مرتب ہونے لگے اور روحانی امراض کا علاج ہونے لگے، تو
طبقۂ خواص کے لئے نبی کی نبوت کا کامل یقین ہو جاتا ہے۔

یہی وہ آیاتِ عقلیہ اور معجزات ہیں جن کے ذریعہ
کسی نبی کی نبوت کا اثبات اور یقین ہوتا ہے۔ گویا یہ دونوں
چیزیں نبوت کے لئے بنیادی حیثیت کی حامل ہیں۔ اگر
یہ دونوں چیزیں کسی نبی میں نہ پائی جائیں تو خواص اور
عوام میں سے کوئی ان کی باتوں کو باور نہیں کریگا۔ کیونکہ
بعض اوقات انبیائے کرام ایسی باتوں کو بیان کرتے
ہیں جنہیں عقل باور کر لیتی ہے جیسے وجودِ خداوندی اور
اس کے صفاتِ کمال اور کبھی بظاہر عقل تسلیم نہیں کرتی،
مثلاً بندوں پر روزوں کی فرضیت، اعمالِ صالحہ اور
فاسدہ پر ثواب وعتاب کی باتیں اور یہ بات بھی کہ
افعال کبھی نیک اور کبھی بد ہوتے ہیں۔

صدیق

صدیق وہ ہے جسکی قوتِ نظری بھی نبی
کی قوتِ نظری کی طرح ہوتی ہے اور وہ بچپن ہی سے
دروغ گوئی اور دورویہ گفتگو سے مجتنب اور محترز
رہتا ہے اور امور دین میں کامل اخلاص اور للٰہیت کا
مظاہرہ کرتا ہے۔ اس کی کوئی خدمت بھی ذاتی غرض کے
تحت وجود میں نہیں آتی۔ ہر کام خواہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ
خالصۃً لوجہ اللہ انجام دیتا ہے اور اس کے علاوہ مابہ الامتیاز
خصوصیت اس میں یہ پائی جاتی ہے کہ وہ عزم وارادہ کا
پختہ ہوتا ہے۔ کسی بھی معاملہ میں ادنیٰ تذبذب و تردد بھی
ظاہر نہیں کرتا اور نماز اس قدر خشوع وخضوع اور
کامل انہماک کے ساتھ ادا کرتا ہے کہ کیسا عظیم حادثہ پیش
آئے اسکی نظریں اور قلب وذہن کسی چیز کی طرف متوجہ
نہیں ہوتے۔ اس کا ظاہر و باطن ایک ہی طرح کا ہوتا ہے۔
اور کبھی دوسروں کی غیبت اور طعن وتشنیع اور لعن و
ملامت نہیں کرتا۔ علم خواب اور اسکی تعبیر پر کامل دستگاہ
حاصل رہتی ہے۔

شہید

شہید وہ ہے جس کا قلب ان چیزوں کا
مشاہدہ کر لیتا ہے جو اسے انبیائے کرام کے توسط سے
حاصل ہوئی ہیں۔ چنانچہ اس کے قلب میں ایسی قوت و
صلاحیت ہوتی ہے کہ پورے یقین کے ساتھ ان چیزوں
کو قبول کر لیتا ہے گویا کہ وہ مشاہدہ کر رہا ہے۔ اسی
مشاہدہ کی تاثیر اور اثر ہے کہ وہ امور دین میں اپنی

جان عزیز قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ اور یہ کام اس
کی نظروں میں بالکل سہل اور آسان نظر آتا ہے۔ اور شہید
کی قوتِ عملی اپنی کمالیت کے لحاظ سے نبی کی قوتِ عملی سے
زیادہ قریب ہوتی ہے۔

ولی ولی وہ کہلاتا ہے جسکی قوتِ عملی اور قوت نظری
نبی کے مرتبۂ کمال سے کم تر ہوتی ہے۔ لیکن وہ نبی کی کامل
اتباع اور اطاعت کے ذریعہ اپنے ظاہر کو گناہوں کی گندگی
سے صاف رکھتا ہے اور اپنے باطن کو فاسد اعتقادات اور
مذموم اخلاق سے پاک رکھتا ہے، اور اپنے قلب و ذہن کو
یادِ حق میں اس قدر مستغرق رکھتا ہے کہ کوئی چیز ان کے
اندر جمع ہو ہی نہیں سکتی۔ ولی کا نام نبی، صدیق اور شہید
تینوں کو شامل کر لیتا ہے لیکن زیادہ تر ولی کا اطلاق
صالح آدمی پر ہوتا ہے۔

انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی پہچان یہ
ہے کہ خدائے تعالیٰ انہیں محبوب رکھتا ہے اور اس حیثیت
سے ان نفوس قدسیہ کے رزق کا متکفل رہتا ہے کہ وہ
تمام انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اور خدا انہیں تمام
دشمنوں سے محفوظ رکھتا ہے اور حالت غربت میں ان کا مونس
رہتا ہے اور ان کے مزاج اور طبیعت کے اندر غیرت کا
مادہ ودیعت فرماتا ہے جس کی وجہ سے یہ لوگ رؤسا اور
امراء کی خدمت پر راضی نہیں ہوتے اور علو ہمتی اور عزم کامل
کا وافر حصہ ملتا ہے اور یہ لوگ دنیاوی گندگیوں سے
اپنا دامن آلودہ نہیں کر لیتے اور ان کے قلوب کشادہ
اور وسیع ہوتے ہیں جسکی وجہ سے دنیاوی مصائب
و آلام ان پر چنداں اثر انداز نہیں ہوتے اور خدا ان
کے اندر ایسا رعب و جلال عطا فرماتا ہے جس کی وجہ سے
ظالم اور سرکش لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں اور اللہ ان
کے قلوب کو منور کر دیتا ہے، جس کے سبب لمحوں کے اندر
انہیں اشیاء کی حقیقتوں کا علم ہو جاتا ہے۔ جس کا عشر
عشیر بھی ارباب نظر کو طویل عمر میں حاصل نہیں ہوتا۔
اللہ تعالیٰ ان میں اور ان کے ارد گرد برکت ہی برکت
پھیلا دیتا ہے اور اس کا اظہار ان کے کلام سے افعال
سے ہونے لگتا ہے اور ان کی صحبت اختیار کرنے والوں
میں اور ان کی اولاد میں اور ان سے ملاقات کرنے والوں
میں بھی برکت ظاہر ہونے لگتی ہے گویا ایک مشک ہے جس
کی خوشبو ہر سو بکھر رہی ہے اور خدائے تعالیٰ اپنے فضل
و کرم سے انہیں ایسا مرتبہ اور مقام بخشتا ہے کہ ان کی دعا
ئیں عموماً مستجاب ہوتی ہیں حتیٰ کہ کوئی شخص دعا میں
ان کا وسیلہ لیتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور
دنیا میں نعمتوں کے علاوہ عالم برزخ، مواقف قیامت
اور عالم ملکوت میں بھی انہیں مزید انعامات اور کرامات
سے نوازا جاتا ہے اور یہ تمام ایسی نعمتیں ہیں جنہیں ہر
کس و ناکس سمجھ نہیں سکتا۔

ان نفوس قدسیہ کا یہی وہ مرتبہ اور مقام تھا
جس کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ آیت طیبہ میں
ان حضرات کا راستہ طلب کیا گیا جنہوں نے تعلیماتِ

صراط مستقیم کا عملی نمونہ امت کے سامنے پیش فرمایا۔

فاتحہ میں تقلید کا اشارہ

یہی وہ انسانی گروہ ہے جس نے زندگی کے ہر رُخ کو سنوارا اور نکھارا اور صحیح معنوں میں انسانوں کے لئے ایک صالح اور متوازن زندگی کا نمونہ پیش کیا۔ اسی لئے سورۂ فاتحہ میں صرف صراط مستقیم کے لئے دُعا نہیں کی گئی، بلکہ صراط مستقیم پہ چلنے ہوئے لوگوں کا اسوہ اور طریقہ بھی طلب کیا گیا، تاکہ ان کی تقلید اور پیروی میں منزل مقصود پالیا جائے۔ اور راستہ پہ چلنے کے لئے کسی قسم کی وحشت اور دشواری نہ ہو۔ اسی سے یہ حقیقت بھی واضح ہوجائے گی کہ مؤمنانہ زندگی کے لئے صرف قرآن ہی کافی نہیں بلکہ صاحب قرآن کا اسوہ اور اس قرآن وسنت پہ عامل شخصیتوں کا اسوہ و نمونہ بھی ضروری ہے۔ اسی لئے قرآن نے یہ تعلیم دی ومن یطع اللہ والرسول فاولئك مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین۔

بزرگوں نے سچ فرمایا اہل صراط مستقیم کی تقلید کے بغیر صراط مستقیم پالینا ایک دشوار گذار مسئلہ ہے۔ اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں الذین انعمت علیھم کا فقرہ اس حقیقت کی ترجمانی کررہا ہے کہ اہل صراط مستقیم کی تقلید کے بغیر صراط مستقیم ہی نہیں مل سکتی۔

غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

نہ وہ لوگ جو زیر غضب آچکے ہیں اور نہ جو بھٹکے ہوئے ہیں۔

اس حصہ میں یہ دعا کی جارہی ہے کہ اے ہادئ برحق اور رہنمائے حقیقی ہمیں گم گشتہ راہ لوگوں کی روش پہ نہ لے جا جن پہ تیرا غضب نازل ہوا۔ غضب انسانی طبیعت اور نفس کی انفعالی کیفیت کا نام ہے لیکن غضب الٰہی کو انسانی غصّہ پہ قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات تاثر، اور انفعال سے عاری ہے غضب خداوندی اور اس کے غصّہ کی تفہیم وضاحت کے لئے وہی الفاظ استعمال کئے گئے جو بندوں کی صفات کیلئے خاص ہیں۔

ضال یہ ہدایت کا ضد ہے اور ایسا راستہ جس میں نشیب وفراز ہو اور آدمی منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے۔ ضلالت کی کئی صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک اختیاری ہوتی ہے، جیسے آدمی عقل وشعور کی صحت وسلامتی اور سامان ہدایت کے باوجود ضلالت وگمراہی کی طرف چلا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم قوم ثمود کی ضلالت کی طرف روشنی ڈال رہا ہے۔ جو اسی قسم کی ضلالت ہے۔ خدا نے انہیں کتاب اور نبی کے ذریعہ سامان ھدایت فراہم کیا، لیکن انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں ضلالت کو اختیار کیا۔ واما ثمود فھدینٰھم فاستحبوا العمیٰ علی الھدیٰ۔ ایک ضلالت وہ ہوتی ہے جس میں آدمی صرف مادیت اور جسمانی لذتوں کی طرف بھاگے چلا جاتا ہے اور روحانی لذتوں اور باطن کی سلامتی اور تزکیۂ قلب کو یکسر فراموش کردیتا ہے۔

ضلالت کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ آدمی صحبت بد سے متاثر ہوکر ہدایت سے دُور ہوجاتا ہے اور

اُس کے علاوہ دنیوی مال و دولت اور حب جاہ و منصب اور غلط قسم کے مراسم و خرافات کی پیروی اور نفس کی کامل اتباع اور تزکیۂ قلب سے غفلت کی وجہ سے گمراہی لاحق ہو جاتی ہے اور ضلالت کبھی غیر اختیاری ہوتی ہے کہ کوئی بدنصیب ازل ہی سے شقی اور بدبخت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے آدمی سے گناہوں کا صدور اس طرح ہوتا ہے گویا کہ وہ طبیعت کے مقتضیات سے ہیں۔

آیت کریمہ میں مغضوب سے مراد قوم یہود اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ یہود اس لئے غضب خداوندی کے شکار ہوئے کہ انہوں نے احکامات میں حیلہ سازی و تحریف کا سلسلہ شروع کیا اور علم و دانست کے باوجود عمل کو طاق نسیان کی نذر کر دیا۔ اور نصاریٰ کی یہ حالت رہی کہ وہ جہل میں آگے بڑھ گئے اور علم کی روشنی سے محرومی نے انہیں صحیح راستہ سے ہٹا دی۔ چنانچہ قرآن نے یہود پر لعنت اور نصاریٰ پر گمراہی چھانے کی وجہ بیان کی۔ منھم من لعنہ اللہ و غضب علیہ قد ضلوا من قبل کثیرا و اضلوا کثیرا و ضلوا عن سواء السبیل۔

امام رازی نے مغضوب اور ضالین کی تفسیر وسیع پیمانہ پر کی ہے۔ لکھتے ہیں۔ غضب و ضلالت کی تخصیص صرف یہود و نصاریٰ ہی تک محدود نہیں بلکہ کل عملی غلطیوں والوں کو مغضوب علیہم کے زمرہ میں شامل کیا جائے اور کل اعتقادی غلطیوں والوں کو طبقہ ضالین میں شمار کیا جائے۔

امام رازی کی تفسیر کے ساتھ ہی یہ نکتہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ انعمت علیھم کی جانب اشارہ اس حقیقت کی ترجمانی کر رہا ہے کہ اہل ایمان کا طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ حق کا علم ہو اور اس پہ عمل بھی ہو اور زندگی میں افراط و تفریط سے ہٹ کر راہِ اعتدال پہ قائم رہیں۔

آمین اس لفظ کے بارے میں تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ وہ قرآن کا جزء نہیں ہے۔ آمین کا معنی ہے استجب لنا اے خدا تو قبول فرما۔ سورۂ الحمد کی تلاوت کے بعد والضالین پہ آمین کہنا مسنون ہے خواہ آدمی یہ سورہ منفرد پڑھے یا امام کے ساتھ پڑھے یا خارج نماز میں پڑھے۔

آمین کے اہتمام اور اس کی مسنونیت کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورہ دعا و مناجات کا لب لباب ہے لہذا بندہ اپنی حاجات کو پیش کرنے کے بعد زیاں اپنے رب سے دعاؤں کی قبولیت کیلئے درخواست پیش کرے۔ اس مقصد کے تحت آمین کی تاکید کی گئی۔

ایک حدیث میں ہے حضور اکرمؐ نے ایک آدمی کو دعا کے آخر میں آمین کہتے سنا تو فرمایا اس نے دعا کا اختتام بہت اچھا کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آمین کی وجہ سے دعائیں مقبول ہونے کی امیدیں قوی تھیں جس کی وجہ سے اس کا التزام کیا گیا۔

حضورؐ اکرم کی حدیث ہے اذا قال غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا آمین۔ جب امام ضالین پڑھے تو تم لوگ آمین کہا کرو۔ دوسری حدیث میں ہے جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ جس

کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہو جائے اس کے
گذشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

آمین کو حالتِ نماز میں بلند آواز سے کہا جائے
یا پست آواز میں کہا جائے۔ اس کے جہری اور سری مسئلہ
میں فقہا کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے۔ حنفی
مسلک کی رو سے آمین آہستہ کہا جائے۔ چنانچہ حضرت
امام اعظمؒ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں
حضور اکرمؐ نے امام کے والضالین کہنے پر آمین کہنے کا حکم
دیا۔ فرماتے ہیں۔ اس حدیث کے اندر آمین کو آہستہ
کہنے کی جانب اشارہ موجود ہے کیونکہ امام اگر آمین بلند
آواز سے کہتا تو مقتدیوں کو معلوم ہو جاتا پھر والضالین
کا پتہ دینا چنداں سودمند نہیں۔

مسلکِ حنفی کی تائید اس آیت کریمہ سے بھی ہوتی
ہے جس میں دعا کے لئے آواز پست اور ترنم رکھنے کا حکم دیا
گیا ہے ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ۔

یہ حدیث بھی آمین آہستہ کہنے کی جانب اشارہ کر
رہی ہے۔ حضرت سمرۃ بن جندب فرماتے ہیں: حضور اکرمؐ
نماز میں دو سکتہ فرماتے تھے۔ ایک سکتہ تکبیر تحریمہ کے بعد
اور دوسرا سکتہ والضالین کے بعد۔ پہلے سکتہ میں تعوذ
اور تسمیہ پڑھتے اور دوسرے سکتہ میں آمین کہا کرتے تھے۔

آمین کا مفہوم اے خدا قبول فرما! اس لفظ کو
آہستہ کہا جائے یا بلند آواز سے یہ ایک جزوی اور
فروعی مسئلہ ہے۔ اس میں اصل بات یہ ہے کہ آمین ضرور
کہا جائے۔

نمازوں میں فاتحہ کا التزام

نماز ایک ایسا وسیلہ ہے
جس کے ذریعہ بندہ جسمانی
روحانی، ذہنی اور قلبی حیثیت سے اپنی عقیدت کا اظہار
کرتا ہے اور اپنے معبود و مسجود سے انتہائی قرب حاصل کرتا ہے
لہٰذا اس تعلق کی بنیاد پر لازم تھا کہ وہ دعا و مناجات کا ایسا
مجموعہ اپنے رب کے حضور پیش کرتا جس کے اندر خدا کی تعریف
و تحمید کا پہلو ہو اور اپنی اطاعت وفاداری کا عنصر بھی
شامل ہو اور اس کی حاکمیت مطلقہ کا اعتراف بھی ہو۔ اور
اس کے قہر و جلال سے پناہ بھی ہو اور اپنے لئے راہ اعتدال
پر استقامت کی فریاد بھی ہو۔ اور اس طریقہ سے محفوظ
رہنے کی تمنا اور خواہش بھی ہو۔ جس پر گامزن رہنے سے
عتاب خداوندی کا نزول ہو سکتا ہے۔ ان تمام پہلوؤں
پر محیط سورۂ فاتحہ سے زیادہ موزوں دوسری صورت
نہیں تھی جس کی وجہ سے ہر نماز میں اس کا التزام کیا
گیا اور سورۂ فاتحہ میں جتنی باتیں شامل کی گئی ہیں وہ
تمام ایسی ہیں گویا مومنانہ زندگی کے لئے بنیادی
حیثیت کی حامل ہیں۔ اسی لئے بزرگوں نے کہا سورۂ
فاتحہ تمام سورتوں کا لب لباب ہے۔

فاتحہ کی یہی غیر معمولی اہمیت اور افادیت
تھی جس کے پیش نظر زبانِ نبوت نے صریح الفاظ میں فرمایا
لاصلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب
جس نماز میں بھی سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص اور نا تمام

ہے۔ اسی لئے ائمۂ کرام کے نزدیک فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ البتہ اس امر میں اختلاف ہے کہ اس کی قرأت مقتدی بھی امام کے پیچھے کرسکتا ہے یا نہیں؟ حنفی مسلک یہ ہے کہ مقتدی فاتحہ کی قرأت نہ کرے، خاموشی کے ساتھ امام کی قرأت سنتا رہے۔ چنانچہ اس مسلک کی تائید یہ حدیث کرتی ہے انما جعل الامام لیوتم فاذا کبر کبروا واذا اقرأ فانصتوا ایک جہری نماز میں حضور اکرمؐ نے سلام پھیرنے کے بعد صحابہ سے پوچھا تم لوگوں میں سے کسی نے کچھ پڑھا؟ ایک صاحب نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر نبی کریم نے فرمایا۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ نماز پڑھنے میں کون مجھ سے جھگڑا کر رہا ہے۔ صحابۂ کرام نے جب یہ بات سنی تو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا چھوڑ دیا۔

فضیلت فاتحہ

قرآن کریم کی تمام سورتیں اور آیات کلام الٰہی ہونے کی حیثیت سے فضیلت وعظمت اور مرتبہ کے لحاظ سے مساوی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہر سورہ اور آیت کی امتیازی خصوصیت ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۂ فاتحہ کی فضیلت وعظمت بھی مختلف زاویوں سے کتب احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

اس کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ اس کے ہم پلہ آیات کسی آسمانی کتاب حتیٰ کہ قرآن مجید میں بھی نہیں ملتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے قرآن کریم کی تمام سورتوں میں صرف سورۂ فاتحہ کا نام خصوصیت اور عظمت کے ساتھ لیا اور حضور اکرمؐ سے کہا گیا کہ یہ کتنی عظیم نعمت ہے کہ آپ کو قرآن مقدس کے ساتھ سبع مثانی (فاتحہ) کو بھی عطا کیا گیا ولقد آتینٰک سبعا من المثانی والقرآن العظیم۔

حدیث شریف میں ہے حضور اکرمؐ نے حضرت ابیؓ سے فرمایا کیا تمہیں ایسی سورت بتلا دوں جس کے برابر کوئی سورت نہ توریت میں ہے نہ انجیل میں ہے اور نہ زبور و قرآن میں ہے۔ حضرت ابیؓ نے عرض کیا۔ ضرور بتلائیے؟ اس پر حضورؐ نے پوچھا، تم نماز میں کونسی سورت پڑھتے ہو۔ حضرت ابیؓ نے سورہ الحمد کی تلاوت فرمائی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یہی وہ عدیم المثال سورت ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عنایت فرمایا۔ حدیث قدسی ہے، خدائے تعالیٰ فرماتا ہے، میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کیا ہے۔ بندہ جب الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے تو خدا فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری حمد بیان کی۔ جب بندہ الرحمٰن الرحیم کہتا ہے تو خدا فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثنا کی۔ اور جب بندہ مالک یوم الدین کہتا ہے تو خدا فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری جلالت کا اعتراف کیا اور جب بندہ والضالین تک پڑھتا ہے تو خدا فرماتا ہے اس کے لئے وہ ہے جو کچھ اس نے طلب کیا۔

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ ہم لوگ سفر میں تھے، اچانک ایک عورت آئی اور کہنے لگی۔ ہمارے

قبیلہ کے سردار کو سانپ کاٹ لیا ہے۔ ہم میں سے ایک صاحب فوراً چلا گئے اور کچھ پڑھ کر دم کیا۔ جس کی وجہ سے سانپ کا اثر زائل ہو گیا۔ اور مریض شفایاب ہو گیا۔

یہ خبر جب ہم لوگوں کو پہنچی تو ہم نے ان صاحب سے دریافت کیا کہ انہوں نے کونسا عمل اختیار کیا۔ انہوں نے جواب دیا میں نے سورۃ الحمد پڑھی اور اس پر پھونک دیا۔

ایک حدیث ہے سورۃ فاتحہ ہر مرض کے لئے دوا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام کی عادت تھی کہ وہ حضرات سانپ اور بچھو کاٹنے پر اور کسی آدمی پر جن بھوت پری وغیرہ کا سایہ ہو جانے پر پڑھ کر دم کرتے جس کی برکت سے مریض اچھا ہو جاتا تھا۔

ایک حدیث ہے شیطان خاص طور پر چار مرتبہ خوب رویا۔ ان میں سے ایک نزول فاتحہ کے موقعہ پر۔

زمانۂ نزول

یہ سورت نبوت کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرمؐ حضرت جبرئیلؑ کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے۔ جیسا کہ حضرت خدیجہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے مجھے فرمایا مجھے خلوت میں ایک عجیب آواز سنائی دیتی ہے جس سے مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایسا ہوا تو حضرت خدیجہؓ نے حضور اکرمؐ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو آسمانی علوم کے ماہر تھے۔ ورقہ نے جب یہ بات سنی تو فرمایا اے محمدؐ! جب کبھی ایسی آواز سنائی دے تو گھبرائیے نہیں۔ سکونِ قلب کے ساتھ سنیئے۔ چنانچہ ہاتف غیبی نے آواز دی۔ یا محمدؐ۔ آپ نے فرمایا لبیک اس کے بعد بسم اللہ سے والضالین تک پوری سورت آپ پر نازل ہوئی۔

اس روایت میں آپ کے خوف زدہ ہونے کی بات آئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وحی سے ابھی کامل مناسبت نہیں پیدا ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے آغاز نبوت کے وقت اس قسم کی بات پیش آئی۔ چنانچہ حضرت عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں :۔ حضور اکرمؐ نبی تھے اور تمام نفوس قدسیہ کے سرتاج ہیں لیکن اس وقت انسانیت کے جامہ میں تھے جس کا ایک جزء بہیمیت بھی ہے۔ جب اس جزء پر ملکیت کا قوی اثر ہوتا ہے تو اس پر انفعال سے ایک تشویش ہوتی ہے۔ اسی حالت سے متاثر ہو کر آپ بمقتضائے طبیعت انسانی اپنے ہم جنس ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف لے گئے۔ اور یہ کیفیت بھی حضور اکرمؐ کو نبوت کے ابتدائی زمانہ میں ایک دو مرتبہ پیش آئی اور اس کے بعد یہ کیفیت ختم ہو گئی۔

روزمرہ زندگی سے فاتحہ کا تعلق

قرآن کریم کی تمام سورتوں سے روزمرہ زندگی کا گہرا تعلق ہے لیکن فاتحہ کے تعلق کی نوعیت یہ ہے کہ وہ زندگی کی نشوونما اور تجدید کے لئے ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔ کیونکہ اس کے اندر ایسے حقائق اور اسرار جمع کئے گئے ہیں جن کا رشتہ اسلامی زندگی سے بہت گہرا ہے۔ اگر شب و روز میں ادا

ہونے والی نمازوں میں سورۂ فاتحہ کو اس کے معنی اور مفہوم کو سامنے رکھ کر احساس و شعور کے ساتھ پڑھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ سورت کفر و شرک اور خالص مادی تصورات اور اسباب و ذرائع پر اعتماد کلی سے مؤمنانہ زندگی کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنے اندر زبردست قوت رکھتی ہے۔

الوہیت اور ربوبیت ہی وہ دو مسئلہ ہیں جو انسانی زندگی کے ہر دور میں بنیادی اہمیت اور حیثیت کے مالک رہے۔ اور آدمی ان ہی سے اپنی زندگی اور آخرت سنوار لیا اور کبھی بگاڑ لیا۔ اسی لئے فاتحہ نے پہلے ہی مرحلہ میں اس مسئلہ کی گرہ کشائی فرمائی اور خدا کی ذات ہی کو لائق حمد و ستائش قرار دے کر الوہیت اور ربوبیت کا حصہ اسی کے ساتھ خاص کر دیا۔

مؤمنانہ زندگی کی روح یہ ہے کہ اس میں آخرت ہمیشہ پیش نظر رہے تاکہ مومن لذات و خواہشات سے بھری دنیا میں الجھ کر یوم الحساب کو فراموش نہ کر دے، اسی لئے سورۂ فاتحہ مالک یوم الدین کے ذریعہ مومن کے قلب و ذہن میں عقیدۂ احتساب کو تازہ رکھتی ہے۔

مومنانہ زندگی کی شان یہ ہے کہ اس میں غیر اللہ کی عبادت اور ما سوی اللہ سے استعانت کا عقیدہ نہ ہو۔ اسی لئے سورۂ فاتحہ روزمرہ زندگی کے مختلف اوقات میں اس عقیدہ کی تجدید کیا کرتی ہے، اور مومن کو اس خیال کی جانب مائل رکھتی ہے کہ عبادت و استعانت صرف خدا کا حصہ ہے۔ اس عقیدہ کی تجدید اور یاد دہانی کا اثر اسلامی زندگی پر بہت گہرا ہوتا ہے اور مومن کبھی غیر اللہ کی عبادت کا تصور بھی قائم نہیں کر سکتا اور اس کی نظر ہمیشہ خدا ہی کی طرف لگی رہتی ہے۔

الوہیت، ربوبیت، عقیدۂ احتساب، عبادت اور استعانت، یہ تمام ایسے مسائل ہیں جن کی صحت و سلامتی سے مؤمنانہ زندگی کی صحت قائم ہے۔ ایسے اہم مباحث کو سورۂ فاتحہ مومن کے ذہن میں ہمیشہ تازہ رکھتی ہے۔

مؤمنانہ زندگی کی اصل یہ ہے کہ وہ صراط مستقیم کے دھارے پر چلتی رہے۔ اسی لئے سورۂ فاتحہ ایک مومن کے اندر یہ احساس پیدا کرتی رہتی ہے کہ وہ اپنے رہنمائے حقیقی سے اس راستہ پر استقامت اور ثبات کیلئے دعا کرتا رہے اور ان عوارضات سے محفوظ رہنے کیلئے ہمیشہ درخواست پیش کرتا رہے جو اسے صراط مستقیم سے دور کر سکتے ہیں۔

ان تمام پہلوؤں سے سورۃ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ روزمرہ اسلامی زندگی میں تازگی قائم رکھنے کے لئے یہی سورت سب سے زیادہ موزوں تھی جس کی وجہ سے اس کا رشتہ نماز سے قائم کیا گیا تاکہ شب و روز کے مختلف اوقات میں اسلامی زندگی کی تجدید ہوتی رہے۔ اسی لئے صالحین نے فرمایا سورۂ فاتحہ تمام سورتوں کا لب لباب ہے۔

ملاحظات :-

تفسیر ابن کثیر — تفسیر فتح العزیز — تفسیر حقانی — تفسیر ماجدی — فی ظلال القرآن — تفہیم القرآن

فصل الخطاب بین الخطاء والصواب

از: حافظ بشیر الحق قریشی ادھونی لکچرار دار العلوم لطیفیہ عربی کالج ویلور

زیر نظر مضمون میں چند ایسی حدیثوں کو جمع کیا گیا ھے جن میں ذکر اللہ کی اہمیت وعظمت اور فضیلت ثابت ہو رہی ھے۔ ذکر خداوندی کا دائرہ اتنا وسیع ھے کہ دین و عبادت کے تمام شعبے اس کے اندر شامل ھیں لیکن اصطلاح میں ذکر سے مراد اسمائے حسنیٰ اور صفات کمال کا ذکر ہے۔

اسلامی زندگی کی روح یہ ہے کہ ہر لمحہ اور ہر آن اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اور زندگی کے مختلف احوال اور اوقات میں بندہ اپنے خالق ومعبود اور مسجود سے رابطہ اور تعلق قائم رکھے اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کا تصور اپنے ذہن میں قائم رکھے اور ہر کام اسکی خوشنودی اور رضا کے خاطر انجام دے تو ایسے مرد مومن کیلئے خدا کا وعدہ ہے کہ وہ بھی اپنے بندہ کو یاد رکھتا ہے اور یہ ایسی نعمت عظمیٰ ہے کہ بندہ کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی نعمت ہو ہی نہیں سکتی کہ اس کا خالق ومالک یاد رکھے ــــ ارشاد خداوندی ہے فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ حدیث میں ہے ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ نے حضور اکرمؐ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کی امت کو وہ نعمت عطا کی گئی ہے جو کسی امت کو نہیں دی گئی۔ حضور اکرمؐ نے پوچھا وہ کونسی نعمت ہے؟ حضرت جبرئیل نے جواباً عرض کیا فاذکرونی اذکرکم یہی وہ نعمت ہے جو امت مسلمہ کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔

حضرت سہیلؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی معصیت نہیں کہ بندہ اپنے رب کو بھلا دے جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہو۔ فاذکرونی اذکرکم۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر تین صورتوں سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ بندہ رب تعالیٰ کو یاد رکھے اور زندگی کی ہر منزل اور ہر موڑ پر اس کا تصور اپنے قلب و ذہن میں قائم رکھے اور اس کی رحمتوں کا امیدوار اور اس کے عذاب و عتاب سے خائف رہے۔ یہ کیفیات اور جذبات بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

اور ذکر کی دوسری صورت یہ ہے کہ تمام اعمال جو اعضائے جوارح سے تعلق رکھتے ہیں ان کا صدور محض رب تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضا کے خاطر ہو تو یہ تمام افعال بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر قرار پاتے ہیں اور زبان سے نکلنے والے کلمات جو اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، تعریف، تحمید اور اس کے صفات کمال کے ذکر سے لبریز ہوں تو یہ بھی ذکر اللہ میں شامل ہوتے ہیں۔

ذکر کی ان تین صورتوں یعنی ذکر لسانی، ذکر جسمانی
اور ذکر قلبی کو سامنے رکھتے ہوئے مؤمنانہ زندگی کا جائزہ
لیجئے تو یہ مفہوم سامنے آئے گا کہ مرد مومن کی ساری زندگی
ذکر اللہ ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یقول اللہ تبارک وتعالیٰ انا عند ظن
عبدی بی انا معہ اذا ذکرنی، فان ذکرنی فی نفسہ
ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء
خیر منھم وان تقرب الیّ شبرا تقربت الیہ ذراعا
وان تقرب الیّ ذراعا تقربت الیہ باعا وان اتانی
یمشی اتیتہ ھرولۃ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے خیال سے قریب ہوں،
(یعنی بندہ اپنے بارے میں جیسا سوچتا ہے اللہ تعالیٰ بھی
اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتے ہیں، اس لئے خدا کے
ساتھ اپنے بارے میں ہمیشہ نیک خیال رکھے) اور جب وہ
مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ رہتا ہوں اور جب وہ
مجھے اپنے قلب میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اپنے نفس میں یاد
کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر علانیہ کرتا ہے تو میں بھی فرشتوں
کے سامنے اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ ایک بالشت
میری جانب چلتے ہوئے آتا ہے تو میں ایک گز اس کے قریب
ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف تیزی سے چلتے ہوئے
آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑتے ہوئے پہنچ جاتا ہوں۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل کے
مختلف درجات بتلائے جا رہے ہیں، جو بندہ کی حسب حالت
رحمت خداوندی متوجہ ہوتی رہے گی۔

حضرت سہیلؒ فرماتے ہیں، کوئی روز ایسا نہیں ہوتا جس
میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو یاد نہ کرتے ہوں اور انتہائی رحمت
و رافت سے یہ نہ فرماتے ہوں، اے میرے بندے تو نے مجھے
یاد نہیں کیا۔ میرا حق ادا نہیں کیا اور تو مجھے بھلا بیٹھا ہے۔
لیکن میں تجھے یاد کر رہا ہوں۔ تو مجھ سے بھاگتا ہے لیکن میں
تجھے بلاتا ہوں۔ میں تیری تکلیفیں دور کرتا ہوں لیکن تو میری
نافرمانی پہ آمادہ ہے۔ اے آدم کے بیٹے کل قیامت کے روز
جب تو میرے سامنے آئے گا اس وقت بے توفیقی و بے
توجہی کا کیا جواب دے گا۔

علامہ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب "مدارج السالکین" میں
قرآن کریم کی ایسی دس آیتوں کا انتخاب فرمایا ہے جن سے
ذکر اللہ کی تاکید اور ترغیب کا ثبوت مختلف و دلنشین پیرایہ
میں ملتا ہے۔ ۱؎ یا ایھا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکرا
کثیرا۔ مومنو! کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو۔
اس آیت طیبہ میں ایمان والوں کو ذکر اللہ کا حکم صراحتاً
دیا جا رہا ہے۔ ۲؎ ولا تکن مع الغافلین آپ ان لوگوں
میں شامل نہیں ہو جانا جو خدا کو بھلا بیٹھے ہیں۔
یہاں بھی اہل ایمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ کبھی
اپنے رب کی یاد سے غافل نہ رہیں۔ اس آیت کی تحت
ذکر لسانی، ذکر قلبی، اور ذکر جسمانی تینوں شامل

ہوجاتے ہیں۔

۳۔ والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیما اس آیت میں ذکر کرنے والے بندوں اور بندیوں کیلئے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں مغفرت اور اجر عظیم تیار رکھا ہے۔

۴۔ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون مومنو! کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو تاکہ تمہیں فلاح وکامرانی نصیب ہوتی ہے۔

۵۔ یا ایھا الذین امنوا لا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ھم الخسرون۔ اس آیت طیبہ میں ذکر اللہ سے غافل رہنے والوں کے لئے وعید ہے کہ دنیا اور اسکی لذتوں میں منہمک رہ کر خدا سے غافل نہ رہو۔

۶۔ فاذکرونی اذکرکم اس آیت طیبہ میں اتنی عظیم نعمت کی بشارت دی جا رہی ہے کہ اسکے ہم پلہ کوئی نعمت نہیں یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ذکر پہ بندہ کو یاد رکھنا۔

۷۔ ولذکر اللہ اکبر ذکر اللہ ہی کو کائنات کی تمام چیزوں پہ فوقیت اور عظمت حاصل ہے۔

۸۔ سورہ جمعہ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد ذکر اللہ کا حکم دیا گیا اور حج کے ارکان اور مناسک کی ادائیگی کے بعد ذکر اللہ کو ختم کرنے سے منع کیا گیا فاذا قضیت الصلاۃ۔ فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ۔

ان احکامات سے معلوم ہو رہا ہے کہ اونچے اعمال کی انجام دہی کے بعد بھی بندہ سے ذکر اللہ کا سلسلہ منقطع نہ ہونے پائے۔

۹۔ یذکرون اللہ قیاماً وقعودا وعلیٰ جنوبھم ذاکرین کا وصف بتلایا جا رہا ہے کہ وہ اٹھتے بیٹھتے سوتے ہر حالت میں اپنے پروردگار کو یاد کرتے رہتے ہیں اور کبھی اپنے رب سے غافل نہیں ہوتے۔

۱۰۔ اقم الصلاۃ لذکری میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔ اس حکم سے معلوم ہوا کہ اونچے درجہ کے اعمال کا منشا اور مقصد بھی ذکر اللہ ہی ہے۔ چنانچہ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حج کا مقصد ذکر اللہ بتلایا گیا ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں: انما جعل الطواف بالبیت والسعی بین الصفا والمروۃ ورمی الجمار لاقامۃ ذکر اللہ طواف اور صفا، ومروہ کے درمیان سعی اور رمی الجمار کا منشا بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

ذکر اللہ ایسی چیز ہے جب کسی مومن کے قلب میں سرایت کر جائے تو بندہ کبھی اپنے محبوب کی مرضی اور منشأ کے خلاف قدم نہیں اٹھاتا اور اعمال کا تعلق قلب سے بہت گہرا ہے اور اسی کی صحت پہ سارے جسم کی صحت کا دارومدار ہے۔ جب کوئی قلب اللہ کے ذکر سے غافل رہے تو وہ بالکل ویران گھر کی طرح ہو جاتا ہے اور اس کی ویرانی گناہوں کے روپ میں ظاہر ہوتی ہے، اسی لئے حضور اکرم ؐ نے فرمایا:۔

جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ داغ (نقطہ) واقع ہو جاتا ہے اور جب دوسری مرتبہ گناہ کرتا ہے، وہ قدرے پھیل جاتا ہے اور جیسے جیسے وہ گناہوں میں بڑھتے چلا جاتا ہے تو یہ نقطہ پھیل کر سارے قلب کو گھیر لیتا ہے۔

ظاہر بات ہے کہ جب قلب میں ذکر اللہ نہ ہوا اور وہ گناہوں کی وجہ سے سیاہ ہو جائے تو بندہ سے اعمال صالحہ کا صدور بھی نہیں ہوتا۔ اور وہ خدا کی رحمت سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضور اکرمؐ نے قلب کی حفاظت پر ان تہدید الفاظ میں آگاہ کیا۔

الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب جسم میں ایک حصہ (قلب) ہے، اسکی صحت پر سارے جسم کی صحت کا دار و مدار ہے۔ اگر وہ فاسد اور گندہ ہو گیا تو تمام جسم فاسد ہو گیا۔ خوب یاد رکھو وہ دل ہے۔

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اصل چیز قلب ہے، اگر وہ درست ہے تو اس کے اچھے اثرات تمام اعضائے جوارح میں پھیل جاتے ہیں اور آدمی سے صالح اعمال کا صدور ہوتا ہے۔ اگر قلب فاسد ہو گیا تو اس کے مفسدانہ اثرات تمام اعضاء میں سرایت کر جاتے ہیں اور آدمی سے گناہوں کا صدور ہوتا ہے، کیونکہ قلب ہی جذبات، احساسات، خیالات کیفیات، اور واردات کا مخزن ہے اور جب ظرف گندہ ہو جاتا ہے تو لامحالہ مظروف بھی گندہ ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو سعید فرماتے ہیں، میں ایک گلی سے گذرتے ہوئے دیکھا کہ شیطان ایک گھر کے دروازے پہ کھڑا ہے۔ بار بار اندر جھانکتا اور واپس ہو جاتا ہے۔ میں نے پوچھا ملعون یہ کیا کر رہا ہے شیطان نے جواب دیا میں اس گھر میں داخل ہونا چاہتا ہوں لیکن ہو نہیں رہا ہے۔ میں نے صاحب خانہ سے متعلق پوچھا تو شیطان نے جواب دیا۔ اس گھر میں ایک ایسا انسان ہے جس کے قلب میں ذکر الٰہی پوری طرح پہنچ چکا ہے۔ اور جب ذکر کا اثر دل تک پہنچتا ہے تو وہاں سے تمام اعضاء میں سرایت کر جاتا ہے۔

اس واقعہ سے بھی حدیث کی وضاحت ہو رہی ہے کہ قلب کا اثر تمام اعضاء پر ہوتا ہے۔ اور قلب سے جذبات وکیفیات اور خیالات ہی اعمال کا روپ لئے ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر قلب درست رہا تو کیفیات اور خیالات و واردات بھی درست رہیں گے اور ان کی درستگی اور صفائی کی وجہ سے اعمال بھی صالح ہوں گے۔ اسی لئے صوفیاء نے قلب کی صحت پر زور دیا کیونکہ آدمی یہیں سے بنتا اور بگڑتا ہے۔ اور ذکر اللہ ہی ایسا ذریعہ ہے جس میں طہارت قلب اور جلائے باطنی نصیب ہوتی ہے۔

نبی کریمؐ نے اپنی حدیثوں میں جس طرح ذکر کی تاکید فرمائی اسی طرح اس کے لئے خاص کلمات بھی تلقین فرمائے ہیں تاکہ بندے اپنے معبود و مسجود کی حمد و ثنا اور تسبیح ان ہی مقدس الفاظ کے ذریعہ کریں جو اسکی شایان شان ہیں۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم الا أنبئکم بخیر اعمالکم واذکاھا
عند ملیککم وارفعھا من درجاتکم وخیر لکم
من انفاق الذھب والورق وخیر لکم من ان
تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم ویضربوا اعناقکم
قالوا بلی قال ذکر اللہ ۔

حضرت ابو درداءؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے
فرمایا کیا میں تمہیں وہ عمل بتلا دوں جو تمہارے اعمال میں
بہتر اور تمہارے مالک کے نزدیک نہایت پاکیزہ ہے اور
تمہارے درجات کو بلند کرنے والا ہے اور فی سبیل اللہ
چاندی اور سونا خرچ کرنے سے بھی بہتر ہے۔ اور اس جہاد
سے بھی بہتر ہے جس میں تم کافروں کو تہ تیغ کرتے ہو اور
کافر تمہیں شہید کر دیتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں حضور
ہمیں ایسا عمل ضرور بتلایئے۔ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا
وہ ذکر اللہ ہے ۔

عن عبداللہ بن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم ان کان یقول لکل شیئ صقالۃ وصقالۃ
القلوب ذکر اللہ وما من شیئ انجی من عذاب
اللہ من ذکر اللہ، قالوا ولا الجھاد فی سبیل
اللہ قال ولا ان یضرب بسیفہ حتی ینقطع۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ
نے ارشاد فرمایا ہر چیز کی صفائی کے لئے صیقل ہے اور دلوں
کی صفائی کے لئے صیقل ذکر اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے
عذاب سے نجات دلانے میں ذکر اللہ سے زیادہ مؤثر کوئی
عمل نہیں۔ صحابہ نے پوچھا کیا عذاب الٰہی سے بچانے میں
ذکر جہاد سے بھی زیادہ مؤثر ہے۔ حضور اکرمؐ نے
اثبات میں جواب مرحمت فرمایا ۔

مذکورہ حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ
ذکر اللہ تمام اعمال کے مقابلہ میں فضیلت و برتری کا
حامل ہے جیسا کہ قرآن نے فرمایا ولذکر اللہ اکبر۔
اللہ کا ذکر ہی عظیم ہے ۔

عن عبداللہ بن بسر قال جاء اعرابی الی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ای الناس خیر؟
فقال طوبیٰ لمن طال عمرہ وحسن عملہ قال
یارسول اللہ ای الاعمال افضل؟ قال ان
تفارق الدنیا ولسانک رطب من ذکر اللہ ۔

حضرت عبداللہ بن بسر سے مروی ہے کہ ایک اعرابی
حضور اکرم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور پوچھا خدا
کے رسول! آدمیوں میں حسن انجام کے لحاظ سے کون بہتر
ہے؟ حضور اکرمؐ نے فرمایا وہ لوگ جن کی عمر زیادہ ہو اور
اعمال اچھے ہوں۔ پھر اعرابی نے دریافت کیا یارسول اللہ
اعمال میں کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا تم
دارِ فانی سے اس طرح رخصت ہو جاؤ کہ تمہاری زبان
اللہ کے ذکر سے تر رہے ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی ذکر کی عادت ڈالے
تاکہ دفعتاً موت آجائے تو ایسے نازک وقت میں اس کی

زبان سے اللہ کی تسبیح جاری رہی ۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قعد مقعدًا لم یذکر اللہ فیہ کانت علیہ من اللہ ترۃ ومن اضطجع مضجعا لا یذکر اللہ فیہ کانت علیہ من اللہ ترۃ ۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا جو کہیں بیٹھا اور وہ اس نشست میں اللہ کو یاد نہیں کیا تو یہ نشست اس کے لئے حسرت کا باعث ہو گی اور جو کہیں لیٹ گیا اور اس لیٹنے میں اس نے اللہ کو یاد نہیں کیا تو اس کا یہ لیٹنا خسران کا باعث ہو گا ۔

حدیث کا عمومی مفہوم یہ ہے کہ بندہ مومن ہر حال میں اپنے رب کو یاد کرتا رہے ۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرۃ الکلام بغیر ذکر اللہ قسوۃ للقلب وان ابعد الناس من اللہ القلب القاسی ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا اللہ کے ذکر کے بغیر کلام نہ کیا کرو کیونکہ اس سے آدمی قساوتِ قلبی کا شکار ہو جاتا ہے اور لوگوں میں وہی شخص خدا کے قرب اور نور سے دور ہے جس کے قلب میں بے حسی اور قساوت بھری ہوتی ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ مومن گفتگو کے وقت بھی اپنے رب کی یاد قلب و ذہن میں تازہ رکھے اور حقیقتاً یہ ایک ایسا فلسفہ ہے جس سے آدمی معاصیات اور لغزشوں سے محفوظ رہتا ہے اور خدا کی یاد سے اس کے تمام معاملات، عبادات و مشاغل میں اخلاص پیدا ہوتا ہے ۔

عن انسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرّ علی شجرۃ یابسۃ الورق فضربھا بعصاہ فتناثر الورق فقال ان الحمد للہ وسبحان اللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر تساقط ذنوب العبد کما تساقط ورق ھذہ الشجرۃ ۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ کا گذر ایک سوکھے درخت کے قریب سے ہوا اور آپؐ نے اس پر اپنا عصائے مبارک مارا جس سے پتے جھڑنے لگے اور حضورؐ اکرم نے منظر دیکھنے والوں سے فرمایا ۔ یہ متبرک کلمات سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر بھی بندوں کے گناہوں کو اسی طرح گرا دیتے ہیں جس طرح تم نے اس درخت کے پتوں کو جھڑتے دیکھا ۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان وثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن سبحان اللہ وبحمدہٖ وسبحان اللہ العظیم حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے، کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا دو کلمے سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم زبان سے ادا کرنے میں سہل ہیں اور میزان میں اجر و ثواب کے بہت وزنی ہیں اور اللہ کے نزدیک تمام کلموں کے مقابلہ میں بہت ہی زیادہ محبوب ہیں ۔

عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم، افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ ۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم نے ارشاد فرمایا سب سے افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے ۔

اس کلمہ کا خاص پہلو یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام معبودوں کی نفی کرتا ہے اور اپنے قلب و ذہن کو تمام چیزوں کی طرف سے موڑ کر صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ اور وابستہ کرتا ہے ۔ یہ ایسا عمل ہے جس کو احساس و شعور کے ساتھ ادا کرتے ہیں تو ایمانی کیفیت میں تازگی پیدا ہو جاتی ہے ۔ اسی لئے حضور اکرم نے فرمایا جددوا ایمانکم اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہو ۔ صحابہ نے پوچھا کیف نجدد ایماننا ہم کیسے اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہیں ۔ حضور اکرم نے فرمایا اکثروا من قول لا الٰہ الا اللہ ۔ لا الٰہ الا اللہ کی کثرت کے ذریعہ ۔

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ قال موسیٰ علیہ السلام یارب علمنی شیئاً اذکرک لہ اوادعوک بہ فقال یا موسیٰ قل لا الٰہ الا اللہ فقال یارب کل عبادتک یقول ھٰذا ۔ انما ارید شیئاً تخصنی بہ قال موسیٰ لو ان السمٰوٰت السبع وعامرھن غیری والارضین السبع وضعن فی کفۃ ولا الٰہ الا اللہ فی کفۃ لمالت بھن ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ نے خدا سے دعا کی ، اے خدا مجھے کوئی ایسا کلمہ تعلیم فرما جس کے ذریعہ میں تیرا ذکر کروں یا تجھے آواز دوں ۔ اللہ نے فرمایا اے موسیٰ ! لا الٰہ الا اللہ کہا کرو ۔ اس پر انہوں نے عرض کیا اے میرے رب یہ کلمہ تو عام ہے جس کو تیرے سارے بندے کہتے ہیں ۔ میری تمنا تو یہ تھی کہ مجھے کوئی مخصوص کلمہ عطا فرما ۔ ارشادِ خداوندی ہوا اے موسیٰؑ اگر ساتوں آسمان ، اور ساتوں زمین کو ایک پلڑے میں رکھا جائے اور لا الٰہ الا اللہ کو دوسرے پلڑے میں تو لا الٰہ الا اللہ کا وزن سب سے بھاری ہوگا ۔

شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی فرماتے ہیں لا الٰہ الا اللہ کی بہت سی خاصیتیں ہیں ۔ ان میں سے ایک خاصیت یہ ہے کہ وہ شرک جلی اور شرک خفی دونوں کو ختم کر دیتا ہے اور بندہ کے لئے معرفتِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ بن جاتا ہے ۔

مذکورہ دو تین حدیثوں سے مخصوص کلمات ذکر کی فضیلت واضح ہو رہی ہے ۔ ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کلمات اللہ کے نزدیک بے حد مقبول ہیں اور ان کے اجر و ثواب کی کوئی حد اور انتہا ہی نہیں ۔ آخرت ہی میں بندہ جان لیگا کہ یہ معمولی ہلکے پھلکے الفاظ کس قدر وزنی ہیں اور کتنا اجر و ثواب مل رہا ہے ۔ ان کلمات کا میزان میں وزنی ہونا بظاہر عقل سے بعید معلوم ہو رہا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ کلمات کائنات کی تمام چیزوں سے زیادہ وزنی ہوں گے جس کا مشاہدہ آخرت ہی میں ہوگا ۔ ویسے بھی ان کے وزنی ہونے کا ثبوت غیر مادی چیزوں سے

فراہم ہو سکتا ہے جیسے ہوا حرارت وغیرہ کی مقدار، اور
ان کے درجہ کو آلات جدیدہ کے ذریعہ معلوم کر لیا جاتا ہے۔
حالانکہ یہ چیزیں بھی بظاہر عقل سے دُور معلوم ہوتی ہیں
لیکن بآسانی انہیں تسلیم کر لیا جاتا ہے تو پھر شارع علیہ
السلام کی پیش کی ہوئی باتوں کو تسلیم کرنے میں کونسی
رکاوٹ پیدا ہوتی ہے؟

ذکر اللہ کی ایک شکل وصورت قرآن کریم کی تلاوت
اور اس کے مطالب ومضامین میں غور وفکر بھی ہے، اور
بعض حیثیتوں سے قرآن کی تلاوت اور اس کی تفہیم و
تفسیر افضل ذکر ہے۔ عن عثمانؓ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ
حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا
تم میں سب سے بہتر اور افضل شخص وہ ہے جس نے قرآن سیکھا، اور
دوسروں کو سکھایا۔ اس حدیث کے ضمن قرآن کی تعلیم وتفسیر
اور اسکی نشر واشاعت کی تمام شکلیں ذکر اللہ میں داخل ہیں۔

عن ابن عمرؓ لا حسد الا علی اثنین رجل
آتاہ القرآن فھو یقوم بہ آناء اللیل وآناء النھار
ورجل آتاہ اللہ مالا فھو ینفق منہ اناء اللیل
وآناء النھار۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ
نے ارشاد فرمایا صرف دو ہی آدمی ایسے ہیں جن پہ رشک کیا
جا سکتا ہے: ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی نعمت
عطا فرمائی ہو اور وہ دن رات اس کی تعلیم وتفسیر میں منہمک
ہے اور دوسرا وہ جس کو اللہ نے مال و دولت عطا فرمائی
اور وہ رات دن اللہ کے راستہ میں خرچ کر رہا ہے۔

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من قرأ حرفا من کتاب اللہ فلہ
بہ حسنۃ والحسنۃ بعشر امثالھا لا اقول
"الم" حرف الف حرف ولام حرف ومیم حرف۔
حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ
نے فرمایا جس نے کتاب اللہ کا ایک لفظ پڑھا اس کے لئے
ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے اور "الم" ایک حرف نہیں
ہے بلکہ الف۔لام۔میم تین حرف ہیں جن پہ بندے کو
تیس نیکیوں کے برابر اجر وثواب دیا جائے گا۔

اس حدیث کی تائید قرآن کریم کی یہ آیت بھی
کرتی ہے من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا جو بندہ
ایک نیکی لے کر آئے گا اس کے لئے اس کے مثل دس نیکیوں
کا اجر وثواب دیا جائے گا۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ان ھذہ القلوب تصدأ کما یصدأ الحدید
اذا اصابہ الماء قیل یا رسول اللہ ما جلاءھا
قال کثرت ذکر القلوب وتلاوۃ القرآن۔
حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد
فرمایا انسانوں کے دلوں پر زنگ چڑھ جاتا ہے جس طرح
کہ پانی لگ جانے سے لوہے پر زنگ چڑھ جاتا ہے۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! دلوں کے زنگ کو دور کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا موت کو کثرت سے یاد کرو اور قرآن کریم کی تلاوت کرو۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں۔ قرآن کی تلاوت انتہائی شوق و ذوق اور تعظیم و تکریم کے ساتھ کی جائے۔ اور اللہ کی یاد اپنے قلب و ذہن میں تازہ رکھے، اور تلاوت کے دوران جہاں کہیں اللہ کے صفات کا بیان آئے تو سبحان اللہ کہے اور جہاں جنت اور اسکی نعمتوں کا بیان آئے تو اللہ سے فضل و کرم کی دعا کرے، اور جہاں دوزخ اور اللہ کے عذاب و عقاب کا بیان آئے تو اللہ سے پناہ طلب کرے اور آیات مواعظ سے عبرت و نصیحت حاصل کرے اور احکام کی آیتوں پر عمل کا تہیہ کر لے۔

شاہ صاحب کی ہدایات کو سامنے رکھتے ہوئے تدبر و تفکر کے ساتھ تلاوت قرآن خدا کا افضل ذکر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی و انکساری اور بندگی کا اظہار کرنا اور اس سے حاجتوں اور ضرورتوں کی تکمیل کے لئے اور اس کے عذاب و عقاب سے محفوظ رہنے کے لئے دعائیں کرنا بھی ذکر اللہ میں شامل ہے۔

احادیث کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضور اکرمؐ نے ہزاروں قسم کی دعائیں کی اور امت کو ان کی ہدایت فرمائی ہے، کیونکہ دعا کے اندر بندہ خود کو اپنے خالق کے ساتھ انتہائی تذلل اور مسکینی کے ساتھ وابستہ کر لیتا ہے۔ یہ اظہار عبدیت کا خیال ہی ذکر اللہ ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء مخ العبادۃ۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا دعا عبادت کا مغز ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس شیئ اکرم علی اللہ من الدعاء۔ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ محبوب اور عزیز کوئی عمل نہیں۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یسأل اللہ یغضب علیہ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا جو بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس بندہ سے ناراض اور ناخوش ہوتا ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ ان ابابکرؓ الصدیق قال یارسول اللہ مرنی بکلمات اقولھن اذا اصبحت و اذا امسیت قال قل۔" اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ رب کل شیئ وملیکہ اشھد ان لا الہ الا انت اعوذ بک من شر نفسی و شر الشیطن و شرکہ۔ قال قلھا اذا اصبحت و اذا مسیت و اذا اخذت مضجعک۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضور اکرمؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ذکر اور دعا

سکے چند کلمات بتلا دیجئے جن کو میں صبح و شام کہہ لیا کروں اس پر حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔ خدا سے یوں عرض کرو:
اے اللہ! اے خالق ارض و سموات، عالم غیب و شہود ہر چیز کے مالک میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اس بات سے کہ وہ مجھے شرک میں مبتلا کر دے۔

حضور اکرمؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو ہدایت دی کہ تم صبح و شام اور بستر پر لیٹتے وقت یہ ذکر اور دعا کرو — اول الذکر دو حدیثوں میں حضور اکرمؐ نے دعا کی تلقین فرمائی، اور اس حقیقت سے اپنی امت کو آگاہ کیا کہ جو بندہ ہر لمحہ اپنے رب سے دعا کرتا ہے گویا وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے اور یاد رکھنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اپنے رب سے تمام معاملات میں پناہ چاہئے اور خصوصاً بلاؤں اور مصیبتوں اور شیطان کے فتنوں سے محفوظ رہنے کے لئے انسان کے پاس اگر کوئی ہتھیار ہے، وہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا رہے اور اس کے دامن رحمت میں پناہ طلب کرے — عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعوذوا باللہ من جھد البلاء ودرك الشقاء وسوء القضاء وشماتة الاعداء۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا، اللہ سے پناہ چاہو، بلاؤں کی سختی سے اور بدبختی کے لاحق ہونے سے، بری تقدیر سے، اور دشمنوں کی طعنہ زنی سے۔

عن عائشةؓ قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول اللهم انى اعوذ بك من عذاب النار وفتنة النار وفتنة القبر وعذاب القبر ومن شر فتنة الغنى ومن شر فتنة الفقر ومن شر فتنة المسيح الدجال۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے بتلایا اس طرح امور دنیا و آخرت میں خدا سے پناہ چاہتے رہو۔ اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں دوزخ کے عذاب سے، دوزخ کی آگ سے مال و دولت کے فتنہ سے، قبر کے فتنہ سے، قبر کے عذاب سے فقر و فاقہ کے فتنہ سے اور دجال کے فتنہ سے۔

عن عبد الله بن عمر قال كان من دعاء رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم انى اعوذ بك من زوال نعمتك وتحول عافيتك وفجاءة نعمتك وجميع سخطك — حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ کی دعاؤں میں سے ایک یہ بھی ہے، اے اللہ! میں تیری پناہ کا طالب ہوں۔ تیری نعمتوں کے زائل ہونے سے، تیری عنایت کردہ عافیت کے زائل ہونے سے اور تیرے عذاب ناگہانی سے اور تیری ناراضی سے۔

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ سے بقائے نعمت و عافیت کی خاطر اور اسکی ناراضگی اور عذاب سے محفوظ رہنے کے لئے دعا کرنا، یہ ذکر اللہ کی بہترین صورت ہے۔

استغفار بھی ذکر اللہ کی ایک شکل ہے کیونکہ بندہ ہوائے نفسانی اور اثرات شیطانی سے مغلوب ہوکر گناہ کر بیٹھتا ہے اور جب اپنے گناہوں سے شرمندہ ہوکر اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتا ہے تو یہی رجوع الی اللہ "ذکر اللہ" کی عمدہ شکل ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاستغفر اللہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃً ___ حضرت ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم نے ارشاد فرمایا میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ کے حضور میں توبہ و استغفار کرتا ہوں ___ عن الاغر المزنی قال قال رسول اللہ یا ایھا الناس توبوا الی اللہ فانی اتوب الیہ فی الیوم مائۃ مرۃ ___ حضرت اغر مزنیؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا لوگو! اللہ کے حضور میں توبہ و استغفار کرتے رہو۔ میں خود بھی دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

ان حدیثوں میں حضورؐ کا استغفار کرتے ہوئے اسکی کثرت کو ظاہر کرنا اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ آپکی امت حق عبودیت کے لئے مسلسل استغفار کرتی رہے۔ ورنہ ذات اقدس نبوی تو ہر قسم کے گناہ سے معصوم ہے، استغفار کی چنداں ضرورت ہی نہیں۔ یہ تو صرف امت کو تعلیم اور تلقین ہے۔

عن بلال بن یسار بن زید مولی النبی علیہ السلام قال حدثنی ابی عن جدی انہ سمع رسول اللہ یقول من قال استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ غفر لہ وان کان قد فر من الزحف۔ بلال بن یسارؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو بندہ اپنے رب کے حضور میں ان کلمات سے استغفار کرے تو وہ بخش دیا جائے گا اگرچہ کہ وہ میدان جنگ سے فرار ہونے کا گناہ کیا ہو۔

استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ۔ ان احادیث کے کلمات استغفار بھی ذکر اللہ کی ایک بہترین صورت ہے کیونکہ استغفار اس کے ذکر کے لئے مستلزم ہے ___ حضرت علیؓ نے حضورؐ اکرم سے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ مجھے ایسا راستہ بتلائیے جو اللہ تک پہنچنے کے لئے سب سے زیادہ قریب ہو اور وہ سلامتی والا ہو اور سب سے زیادہ فضیلت والا ہو۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا ایسا راستہ تو وہی ہے جس کے ذریعہ میں مقام نبوت کو پہنچا ہوں اور وہ ہے خلوت میں ذکر الٰہی۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ذکر میں اتنی فضیلت ہے؟ حضور نے مزید وضاحت فرمائی، بے شک ذکر اللہ میں بڑی فضیلت ہے جب تک روئے زمین پر اللہ اللہ کہنے والا موجود ہوگا قیامت قائم نہ ہوگی۔

حضرت علیؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ذکر کس طرح کیا جائے؟ حضورؐ نے فرمایا میں تین مرتبہ کہوں گا تم بھی اسی طرح کہو۔ اس کے بعد نبی کریمؐ نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور حضرت علیؓ کو اس کلمہ کی تلقین کی اجازت عطا فرمائی اور حضرت علیؓ نے حضرت امام حسنؓ کو اسکی اجازت دی۔ اس طرح اہلِ بیت کے صالحین میں اس کلمہ کی اجازت چل رہی ہے۔

حاصل تحریر ذکر اللہ کا مفہوم اور معنی کلمات مخصوصہ کا ورد۔ قرآن کی تلاوت، قرآن کی تفسیر و تفہیم۔ دعا، استغفار اور دیگر اعمالِ صالحہ کو شامل ہے۔ یہاں تک مختلف احادیث کو پیش کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذکر کی پابندیاں بھی سپردِ قلم کی جائیں تو بہتر ہے۔

ذکر اللہ کے لئے ضروری ہے کہ راہِ سلوک میں خلوص کے ساتھ قدم رکھے اور مخلوق سے دوری اور خالص سے قرب پیدا کرے۔ اور غیر اللہ کے تصور سے غیر حق کے ذکر سے نجات پانے کی کوشش کرے، اور بیہودہ حرکات و سکنات اور افعال کو چھوڑ کر ذکر الٰہی سے اُنس پیدا کرے اور تمام گناہوں سے توبہ کرے اور نجاست ظاہری سے پاکی حاصل کرے اور باوضو ہو کر کسی مخصوص گوشۂ تنہائی میں قبلہ رخ ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جائے اور از ابتدا تا انتہا پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھے اور حضور قلب کے ساتھ اپنے آپ کو بارگاہِ الٰہی میں حاضر سمجھتے ہوئے اپنے شیخ کامل سے مدد کا طلب گار رہے۔

اس طرح سے ذکر کی پابندیاں ہوں تو احادیث میں آئے ہوئے کلمات سے فیوض و برکات اور ان کے ثمرات حاصل ہو سکتے ہیں۔ ورنہ ذہن کی تطہیر، اور قلب کی صفائی اور باطن کی جلاء کے بغیر ان کلمات کا ورد اور ذکر ایسی ہی بات ہو گی جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

زباں سے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اقبال

بقلم: الاستاذ، ب ك موسى كٹی الكلية اللطيفية العربية حضرمكان وميلور

هل تدرى كلمة قامت عليها السّموات والارضين ؟ كلمة تشهد لها كل ذرّة من ذرّات هذا العالم ؟ كلمة تحول الحى ميّتا والميّت حيّا، كلمة تجعل الوضيع نسيا والنسيب وضيعا؟ كلمة أمر نبىّ الاسلام ان يسمعها فى اذن كل مسلم اوّلَ اقباله الى هذه الدّنيا وآخر لحظة من إدبارِه منها، كلمة لها وقع عظيم فى صدور كل مسلم، كلمة تخضع لها جميع جوارح المرأ اذا قالها من صميم فوأده، كلمة فارقة بين المحق والمبطل كلمة هى المقياس الصحيح فى علوّ الرّجل وضعته، كلمة يُقلِقُ سماعُ دَوِيها آذانَ من يفتخر بالانساب والآباء، كلمة تزعج المؤمن الصادق عن السّكون والقرار والتلذذ بالكرى متدثّرا تحت دثاره فى الليلة الشاتية الساجية الشديدة الظلماء اذ يسمعها من منارة المسجد، هل تدرى تلك الكلمة العجيبة ؟ هى" لا اله الا الله".

اخى: تعال معى الى خير القرون ترى ما يعجبك من الصنائع العجيبة التى عملته ايدى " لا اله الا الله". اخى ! انظر الى هذا الرجل الذى يتهادى بين رجلين هل تعلم من هو؟ وَلِمَ خرج من بيته بتحمل هذه المشقة كلها ؟ هو مريض لا يطيق المشى من شدة وجعه لكنه ازعجه عن القعود فى بيته تلك الكلمة "اشهد ان لا اله الا الله" سمعها من مؤذن رسول الله، ثم يدعو الناس الى اجابة تلك الكلمة بقوله" حى على الصلوٰة، حى على الفلاح" فخرج هذا الرّجل المريض متهاديا بين رجلين للصّلاة فى المسجد خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى يقام فى الصّف الاوّل" كانّه قد جذبته تلك الكلمة من مبيته الى الفلاح، الفلاح بجنةٍ عرضها السموات والارض اُعِدّت للمتقين ! كانما يجذب المغناطيس الحديد،

يا لها من كلمة ما اعجبها !

وهل تدری مَن هذا الرجل الذی یقوم فی یمین الامام؟ هذا رجل من الانصار، ولیس احد ابعد من المسجد دارا منه، ولکن سمعنا انه لم یکن یخطئه صلاة مع رسول الله یأتی حتی فی اللیلة الشاتیة الظلماء وفی الهاجرة الوهجاء ماشیا باقدامه الی المسجد ولا یرکب، لعلک تسأل لم یحمل هذا المسکین هذه المشقة العظیمة الیس یقدر علی اشتراء حمارا واستأجاره؟ فلو فعله لکفاه مؤنته؟ مهلا یا اخی! فقد نصحه فی هذا الامر نصحاءه واصدقاءه مرارا وقد تألموا من اجله کثیرا وقالوا "لو اشتریت حمارا ترکبه فی الظلماء والرمضاء؟" فهل سمعت جوابه؟ "ما یسرنی ان منزلی الی جنب المسجد انی ارید ان یکتب لی ممشای الی المسجد ورجوعی اذا رجعت الی اهلی" نعم! بدلت صعوبته سهولة وعناءه هناءً تلک الکلمة العجیبة "لا اله الا الله" فاشتاق ان یری خطواته الکثیرة فی کفة حسناته۔

هذا هو الرجل الذی رأیناه یعمل فی حقله فسمع من المنارة صوت بلال "اشهد ان لا اله الا الله" اشهد ان محمدا رسول الله، حی علی الصلاة، حی علی الفلاح" لم یملک نفسه ان یدوم فی اعمال زراعة حقله بل سارع الی حقل آخرته فوقف فی الصف الاول خلف رسول الله۔

الیس هذا من عجیب اعمال "لا اله الا الله"؟

وهل تدری من هذان الرجلان یقومان متلاصقین فی یسار الامام؟ هذا سعد بن عبادة سید الخزرج وذاک سعد بن معاذ سید الاوس، هل تدری القوة الجاذبیة التی جمعتهما والاکسیر الذی حولهما اخوین بعد ان کانا فی قطبی البعد والشحناء، وفی قطری العداوة والبغضاء هذا قرشی وهذا عبد حبشی یقومان ملتصقان قدمابقدم، الغنی والفقیر والتاجر والفلاح والسید والعبد والقرشی والحبشی یقومون صفا واحدا کالجسد الواحد، هل تدری تلک القوة التی جمعهم ووحدهم هکذا؟ هی تلک الکلمة الطیبة "لا اله الا الله"

"مثل المؤمنین فی توادهم وتراحمهم کمثل الجسد الواحد اذا اشتکی عضو منه تداعی

له سائر الجسد بالحمى والسهر" نعم صاروا كالاعضاء المختلفة فى الجسد الواحد يقوم بالرّوح الواحد "لا اله الا الله" الروح الايمانى القدسى۔ فلمّا وحدهم ذالك الروح الايمانى جعلوا يحبون عضو الاسرة اشد مما يحب كل عضو نفسه وجعلوا يفدون اعضاء نفسه لاجل اخيه المسلم، و تألم مما نزل بعضو من اعضاء الاسرة المسلمة اشد مما يتألم من اجل عضو نفسه، يا لها من كلمة ما اعجبها!! وقد روى" انه اهدى لرجل من اصحاب رسول الله ﷺ برأس شاة فقال اخى فلان احوج منى فبعث اليه فقال الذى بعث اليه ان فلانا احوج منى فلم يزل يبعث به واحدا بعد واحد حتى تداولت سبعة ابيات ثم رجع الى الاول"۔

وروى البيهقى عن ابى هريرة رض قال جاء رجل الى رسول الله ﷺ فقال انى مجهود فارسل الى بعض نسائه فقالت والذى بعثك بالحق ما عندى الا الماء ثم ارسل به الى اخرى فقالت مثل ذلك وقلن كلهن مثل ذلك فقال رسول الله من يضيف يرحمه الله فقام رجل من الانصار يقال له ابو طلحة فقال انا يا رسول الله فانطلق به الى رحله فقال لامرأته هل عندك شيئ قالت الا قوت صبيانى قال فعلليهم بشيئ ونوميهم فاذا دخل ضيفنا فاريه انا نأكل فاذا هوى بيده ليأكل فقومى الى السراج كى تصلحيه فأطفئيه ففعلت فقعدوا واكل الضيف وباتا طاويين فلما اصبح غدا على رسول الله ﷺ فقال رسول الله لقد عجب الله من فلان وفلانة وفى رواية فانزل الله" ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة"۔

وروى عن حذيفة العدوى انه قال انطلقت يوم اليرموك اطلب ابن عم لى فى القتلى و معى شيئ من الماء وانا اقول ان كان به رمق سقيته فاذا انا به بين القتلى فقلت له اسقيك فاشار الى ان نعم فاذا برجل يقول آه فاشار الى ابن عمى ان انطلق اليه واسقه فاذا هو هشام بن العاص فقلت اسقيك فاشار الى نعم فسمع آخر يقول آه فاشار الى ان انطلق اليه فجئته فاذا هو قد مات فرجعت الى هشام فاذا هو قد مات فرجعت الى ابن عمى فاذا هو قد مات"

هذه كلها من الصنائع العجيبة التى عملته ايدى لا اله الا الله' اذا فتشت عن صنائعها ترى فيها ما يعجبك ويدهشك وتقول سبحان الله يا لها من كلمة ما ادقها وما اعجبها! وترى فيها كل فن عجيب من فنون الخصائل الحسنة،

اسمع یا اخی الیٰ قصۃ عجیبۃ قد اطربنی سماعھا وھی نموذج للصنع العجیب الذی عملتہ ایدی تلک الکلمۃ " لا الٰہ الا اللہ "۔

أن الرسول محمداً صلی اللہ علیہ وسلم قد اعلن تلک الکلمۃ الطیبۃ " لا الٰہ الا اللہ " بین آلاف الاوثان والوثنیین فآمن بھا بعض من ھدیٰ الی الصراط المستقیم بمکۃ فملکت تلک الکلمۃ جمیع قلوبھم واشرقت صدورھم بنور التوحید، وازدادوا یقیناً بعد یقین، واختلاط ذالک التوحید دماءھم ولحومھم فما رأوا شیئاً کبیراً بین ایدیھم الا اللہ رب السموات ورب الارض الواحد العزیز القھار۔ فکانت کل ماسوی اللہ تعالیٰ حقیراً وذلیلاً عندھم بالنسبۃ الی اللہ تعالیٰ ورضاءہ وکان اعز الاشیاء عندھم رضا اللہ تعالیٰ لما ذاقوا حلاوۃ تلک الکلمۃ الطیبۃ " لا الٰہ الا اللہ " حلاوۃ الایمان، والتوحید الخالص، حلاوۃ یعجز عن وصفھا یراع کل ادیب ولسان کل فصیح، ولو اعطی الف الف لسان!! حلاوۃ لا یدرک کنھھا الا اللہ کما حکاھا رسول اللہ ؐ ثلاث من کن فیہ وجد بھن حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما وان یحب المرأ لا یحبہ الا للہ وان یکرہ ان یعود الی الکفر بعد ان انقذہ اللہ منھا احبوہ من انفسھم واموالھم واھالیھم واوطانھم واستحقروا جمیعھا فی حب اللہ " رب العالمین، الرحمٰن الرحیم، مالک یوم الدین، کما قال الشاعر :-

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ لَاحَ نُوْرُھَا لِمَنْ   لَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ مَیلُ لَا عَیَالٍ لَا اِلٰ لُ

فترکوا مکۃ وھاجروا منھا وکانت احب اوطانھم، وکانوا یحنون الیھا حنین الطیر الیٰ اوکارھا بعد الخروج منھا الیٰ یثرب ۔ کما روی عن ذالک الصحابی الجلیل الذی بذل مھجتہ واموالہ لرسول اللہ ؐ ابی بکرؓ ۔ شعر

اَلَا لَیْتَ شِعْرِیْ ھَلْ اَبِیْتَنَّ لَیْلَۃً   بِوَادٍ وَحَوْلِیْ اِذْخِرٌ وَجَلِیْلٌ

وَھَلْ اَرِدَنْ یَوْمًا مِیَاہَ مَجَنَّۃٍ   وَھَلْ یَبْدُوَنْ لِیْ شَامَۃٌ وَطَفِیْلٌ

لعل ھذہ المصاریع قد رسمت فی خیالک صورۃ لشدۃ ذالک الوجد والاشتیاق الی وطنھم ومسقط رؤسھم "مکۃ" وھی حکایۃ وجد ذالک الصحابی الجلیل صاحب رسول اللہ فی الغار فکیف بمن عداہ؟ ولم ھجروا احب الاوطان الیھم "مکۃ"؟ نعم! ماھجروھا الا لتلک

الکلمۃ الطیبۃ — فرحبھم اھل المدینۃ بکل ترحیب۔ وآواھم احسن ایواء ونصرھم اکرم نصرۃ۔ فاخی رسول اللہ ؐ بین مھاجری وانصاری الماخاۃ التی کان لھا شأن کبیر فی تاریخ الاسلام الماخاۃ التی ربطھا الروح الایمانی روح الکلمۃ الطیبۃ " لا الہ الا اللہ " الماخاۃ التی تقف متحیرا مما تلقی من عجیب الارتباط والوحدۃ ونھایۃ الالفۃ وشدۃ المودۃ۔

لیست اخوۃ ظاھریۃ تربطھا بین ابناء الزمان واھل العصور، فانما ھی الاخوۃ الکاذبۃ المموھۃ والمودۃ الکامنۃ فی غضونھا سموم النفاق، والمشحونۃ فی تضاعیفھا خدع المکر والحیل، حتی کاد الزمان یعز فیہ رؤیۃ المودۃ الحقیقیۃ والالفۃ المخلصۃ التی حکاھا رسول اللہ ؐ لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، تغتر من بشاشۃ الوجہ و الوجہ الصبیح تخالہ محبا صادقا وخلیلا وفیا وصدیقا صفیا، ولا تدری ان مودتہ الا کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمان ماء!!

وما اصدق ما قال الشاعر:

وما کل من یبدی لبشاشۃ کائنا ؛ اخاک اذا لم تلفہ لک منجدا

اطربنی کثیرا ذکر تلک الاخوۃ الایمانیۃ التی تربطھا " لا الہ الا اللہ " حتی کدت ان اطیر فی اجواء السموات من شدۃ الطرب۔

اخی! اما اطربتک تلک الاخوۃ التی یحکیھا ما قد روی " ان الاخ الانصاری الذی لہ زوجتان ینزل عن احدی زوجتیہ ویطلقھا لاخیہ الانصاری، وای مودۃ اعظم من ھذا؟ وای اخوۃ اصفی من ھذا؟ تلک مودۃ عملتھا ایدی " لا الہ الا اللہ " فعذب منھلھا وطاب مشربھا! من کل کدورات النفاق وملوحات الاحن، کما قال الشاعر:

وکل مودۃ للہ تصفو ؛ ولا یصفو مع الاحن الاخاء

ولقد کان الصدیق فی ھذا الزمان اسما بغیر مسمی ولفظا بغیر معنی۔ کما قال الشاعر: -

سَمِعْنَا بِالصَّدِیْقِ وَلَا نَرَاہُ ؛ عَلَی التَّحْقِیْقِ یُوْجَدُ فِی الْاَنَامِ
وَاَحْسِبُہُ مُحَالًا نَمَّقُوْہُ ؛ عَلٰی وَجْہِ الْمَجَازِ مِنَ الْکَلَامِ

اذا ما تأملت وفکرت فی السیرۃ النبویۃ وحیاۃ الصحابۃ رضوان اللہ تعالی علیھم

ترى مايعجبك من الصنائع العجيبة لكلمة لا اله الا الله" امثلة لا تحصى۔

" لما قال رسول الله ﷺ يوم بدر :- أيها الناس قوموا الى جنة عرضها السموات والارض فقال عمير بن الحمام الانصاري : يا رسول الله جنة عرضها السموات والارض قال نعم ، قال : بخ بخ قال فقال رسول الله ﷺ : ما يحملك على قولك بخ بخ ؟ قال لا والله يارسول الله الا رجاء ان اكون من اهلها قال : فانك من اهلها فاخرج تمرات من قرنه فجعل يأكل منهن ، ثم قال ! لئن انا حييت حتى آكل تمراتي هذه انها لحياة طويلة ، فرمى بما كان معه من التمر ثم قاتلهم حتى قتل ".

تقدم انس بن النضر يوم احد وانكشف المسلمون فاستقبل سعد بن معاذ فقال يا سعد بن معاذ ، الجنة ورب الكعبة انى اجد ريحها من دون احد ، قال انس فوجدنا به بضعا وثمانين ضربة بسيف اوطعنة برمح اورمية بسهم ووجدناه قد قتل ومثل به المشركون ماعرفه احد الا اخته ببنانه۔

خرجت نسيبة يوم احد وزوجها زيد بن عاصم وابناها حبيب وعبد الله وقال لهم رسول الله ﷺ بارك الله عليكم اهل البيت فقالت له نسيبة رض : ادع الله ان نرافقك فى الجنة ، فقال : اللهم اجعلهم رفقائى فى الجنة ، وعند ذلك قالت رض ما ابالى ما اصابنى من امر الدنيا وقال ﷺ فى حقها : ما التفت يمينا وشمالا يوم احد الا ورأيتها تقاتل دونى ، وقد جرحت رض اثنى عشر جرحا ما بين طعنة برمح وضربة بسيف۔

وكان قتادة بن النعمان يتقى بوجهه الرمح من رسول الله واصيبت وتدلت على وجنتيه فردها عليه رسول الله ﷺ وكانت احسن عينيه وكانت لا ترمد اذا رمدت الاخرى۔

تلك كلها مثال مدهش ونموذج عجيب لما ذاقوا حلاوة تلك الكلمة الطيبة كما بين۔

" ان يكون الله ورسوله احب اليه مما سواهما" احبوا الله ورسوله من انفسهم واولادهم واموالهم واهاليهم واوطانهم لما شربوا من احلى كؤس المحبة الايمانية واشتاقوا الى جوار رب العالمين فى جنة عرضها السموات والارض۔

وقتل ابو عبيدة بن الجراح اباه الجراح يوم احد ، ودعا ابوبكر الصديق ابنه يوم بدر للبراز۔ وقال يا رسول الله دعنى اكن فى الرعلة الاولى فقال له رسول الله ﷺ متعنا بنفسك

یا ابا بکر، وقتل مصعب بن عمیر اخاه عبداللہ بن عمیر، وقتل عمر بن الخطاب خاله العاص بن ھشام بن المغیرۃ یوم بدر۔ نعم! لما اشرقت بنور التوحید صدورھم وتشرب ذلک جمیع اعضاءھم، آثروا اللہ علی کل شیئ۔ آثروہ علی انفسھم، آثروہ علی ازواجھم، آثروہ علی اخوانھم، آثروہ علی اموالھم کما قال لھم "قل ان کان آباءکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسوله وجھاد فی سبیله فتربصوا حتیٰ یأتی اللہ بامرہ"۔

اما تنظر الی ابراھیم خلیل الرحمن لما اعلن بتلک الکلمۃ وجاھر بھا بین آلاف الاوثان والوثنیین بین نمرود وقومه صار اماما للناس وخلیلا للرحمن، فبھا دخل نار نمرود، و بھا خرج منھا سالما" یقول فی اضیق اوقاته واخطرھا اذا حاطت به البلاء من کل جانب وضاقت الفضاء لما حزبه لجبریل السائل له "ھل لک من حاجۃ؟" اما الیک فلا" یقول جبریل: فسل ربک، فقال: علمه بحالی یغنی عن سؤالی۔

فکانت کل حرکات ابراھیم وسکناته دائرۃ حول محبۃ رب العالمین" یھجر اباہ فی محبته، ویضحی ابنه لحبه، ویترک ابنه الرضیع وامه فی تلک الفلاۃ التی لا ماء ولا زرع فیھا ولا انیس سوی صخور صماء وجبال مرتفعۃ ورمال واھجۃ فی الرمضاء متوکلا علی الرحمن الرحیم، یقول فی دعائه" ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلاۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات" (الآیہ)

فلما اشرق صدرہ بنور تلک الکلمۃ وذاق حلاوتھا آثرہ من جمیع ما سواہ واحبه من کل ما سواہ واختار رضاہ علی رضی نفسه فحاز الامامۃ الکاملۃ "انی جاعلک للناس اماما"۔

وصار اماما للناس، اماما فی التوحید الخالص، اماما فی الاخلاص، اماما فی المحبۃ الخالصۃ اماما فی العبادۃ، اماما فی النیاحۃ، اماما فی التوکل، اماما فی الامر بالمعروف والنھی عن المنکر، اماما فی الحنیفیۃ السمحۃ البیضاء۔ اللھم اجعلنا من المتبعین للملۃ الحنیفیۃ البیضاء، ووفقنا لاعلاء کلمتک وخدمت دینک وارزقنا الاخلاص بفضلک و کرمک

یا ارحم الراحمین۔

از ڈاکٹر سید وحید اشرف کچھوچھوی
ایم اے - پی - ایچ - ڈی
ریڈر شعبۂ عربی فارسی اردو
مدراس یونیورسٹی

عرصہ ہوا حسین بن منصور حلاج پہ ایک فرانسیسی مستشرق لوئی ماسینوں LOUIS MANSSIYNON نے اپنی تحقیقات شائع کی تھیں جس کا ترجمہ ان کے شاگرد ڈاکٹر عبدالغفور رواں فرہادی نے فارسی زبان میں کیا ہے۔ یہ کتاب بنیاد فرہنگ ایران سے شائع ہو چکی ہے۔ مترجم نے مصنف موصوف کو اپنے وقت کا "بزرگ ترین اسلام شناس جہان غرب" لکھا ہے۔ یہ مضمون اسی کتاب کی اطلاعات پہ مبنی ہے۔ کتاب میں ایک بڑی کمی یہ دکھائی دیتی ہے کہ مآخذ کی نشان دہی نہیں کی گئی ہے۔ بعض باتیں جو حسین بن منصور سے منسوب کی گئی ہیں، انہیں من و عن تسلیم کر لینے میں اس بات کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے کہ اس سے بیان میں کس طرح تضاد پیدا ہو گیا ہے۔ اس میں حسین بن منصور کی مدح جس انداز میں کی گئی ہے، اس سے اسلام کی بنیادی تعلیمات پہ ضرب پڑتی ہے۔ مآخذ کی عدم موجودگی میں تاریخی واقعات پہ محاکمہ کرنا یا اس کی تغلیط یا تصدیق کرنا سر دست ہمارے لئے ممکن نہیں۔ اس کتاب کی بنیاد پہ حسین بن منصور حلاج کے واقعات کو پیش کرنے کا مقصد صرف غلط فہمیوں کا ازالہ ہے جو اس کی وجہ سے پیدا ہو سکتی ہیں اور اردو قارئین کو مستشرقین کے طریقۂ کار سے روشناس کرانا ہے۔ اس مضمون میں کتاب کا صرف خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حسین بن منصور کی زندگی کو چار ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

پہلا دور: طالب علمی کا ہے جو بیس سال تک جاری رہا۔ ظاہری علوم کے حصول کے بعد اس میں وہ زمانہ بھی شامل ہے جس میں انہوں نے سہل تستری کی زیر نگرانی چلہ کشی کی۔

دوسرا دور: ازدواجی زندگی کا ہے۔ اس میں زہد و ریاضت کے ساتھ تبلیغ و ارشاد اور اصلاح مردم میں پورے انہماک سے مصروف رہے۔

تیسرا دور: وہ آتا ہے جب کہ حلاج نے اپنے کو فرقۂ ملامتیہ میں ظاہر کیا۔ تاکہ لوگوں سے کنارہ کشی حاصل ہو سکے۔

چوتھا دور قید و بند کا ہے جو آخر کار تختۂ دار پر منتج ہوتا ہے۔ یہ حصۂ زندگی ۹ سال پر مشتمل ہے۔

حسین بن منصور حلاج ۲۴۴ ہجری (۸۵۸ء) کے حدود میں پیدا ہوئے اور ۳۰۹ ہجری (۹۲۲ء) میں مقتول ہوئے۔

مولد بیضاء کا ایک قریہ "طور" ہے جو شیراز سے سات فرسنگ شمال و مشرق میں تھا۔ اس علاقہ میں عربی کے اثرات بہت گہرے تھے۔ مشہور نحوی سیبویہ کا بھی یہی مقام پیدائش ہے۔ حسین کے والد شاید حلاجی کرتے تھے۔ تجارت کے سلسلے میں والد دجلہ کے کنارے شہر واسط میں متوطن ہو گئے۔ واسط

۸۶ع
۶۹۲
منصور ۲۰
858
922
عمر - 64
1979
922
1057

کے لوگ اکثر اہل سنت اور حنبلی تھے اور تھوڑے سے غلات شیوعی بھی تھے ۔ واسط میں ایک مشہور دار الحفاظ تھا۔ بارہ سال کی عمر تک حسین اس مدرسہ میں پڑھتے رہے اور قرآن شریف حفظ کیا۔ اس کے بعد قرآن شریف کے معنی و مطالب سمجھنے میں دستگاہ حاصل کی ۔

لوئی ماسینیون نے عربی زبان کی ایک خصوصیت قرآن مجید سے حسین بن منصور کی دلچسپی کا ذکر اس طرح کیا ہے ۔ عربی زبان میں حروف علت کم لکھتے ہیں۔ اس کی جگہ حرکات سے کام لیتے ہیں۔ اس کی حرکات زیر، زبر اور پیش کو بھی صرف اسی وقت صحیح پڑھ سکتے ہیں جبکہ اس کے اصول صرف و نحو میں کامل مہارت ہو۔ اس خصوصیت کی بنا پر طالب العلم مجبور ہے کہ عربی زبان کو پڑھتے وقت اپنے ذہن و دماغ پر زور ڈالے اور فہم سے کام لے۔ یہ مشق طالب علم کو ایسا بنا دیتی ہے کہ عبارت کے مطلب و مفہوم کے کنہ تک اس کا دماغ پہنچ جاتا ہے۔ اور اسے اطمینان کلی حاصل ہوتا ہے حسین بن منصور نے بچپن ہی سے یہ عہد کر لیا کہ قرآن کے مفہوم پر وہ خوب غور کرے گا تاکہ ایمان کی حقیقت اس پر روشن ہو جائے ۔

حسین نے واسط ہی میں مستقل سکونت اختیار کر لی ۔ اپنے خاندان کی مصاحبت کو خیر باد کیا اور سہل تستری ، (متوفی ۲۸۳ھ) کو اپنا رہبر منتخب کیا سہل تستری اس کے پہلے روحانی استاد ہیں یہاں ان کی نگرانی میں بقول لوئی ماسینیون حضرت موسیٰ کی طرح چلہ کیا ۔

بہ زمانہ جنگ و جدال کا زمانہ تھا۔ زبدیان زنج ہمیشہ برسرپیکار رہتے تھے۔ اس خون ریزی کو دیکھ کر حسین بن منصور کا دل دنیا سے بھر گیا۔ امت کو پارہ ہوتے دیکھ کر دل کڑھنے لگا اور دنیا سے کنارہ کش ہو کر زہد کی زندگی کو ترجیح دی ۔

۲۷۰ ہجری میں تقریباً ۲۶ سال کی عمر میں حسین بن منصور حج کے لئے مکہ روانہ ہوئے۔ حج کے بعد اہواز آئے اور لوگوں کی اصلاح میں مصروف ہو گئے۔ ریاکاری کے خلاف باتیں کرنا شروع کیں۔ اب وہ دوسرے صوفیہ کی طرح خاموش نہ تھے ۔ وہ اہل قلم اور باسواد تاجروں کی صحبت میں بیٹھے ۔ بہت سے ایرانی اور نسطوری مشرف بہ اسلام ہو کر ان کے گرویدہ ہو گئے لیکن معتزلہ اور بعض غالی گروہ حسین بن منصور کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے ۔ ان مخالفین میں وہ لوگ بھی تھے جو بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز تھے حسین مخالفین سے بے پرواہ ہو کر دعوت میں مشغول رہے۔ ان کو حلاج الاسرار کا لقب دیا گیا ۔

پانچ سال تک حلاج سیر و سیاحت اور تبلیغ و ارشاد میں مشغول رہے ۔ اس کے بعد اہواز واپس آئے۔ وہاں سے مقتدر اور معزز لوگوں کے اصرار پر بغداد آئے۔ ان کے ساتھ اہواز کے بہت سے معزز لوگ بغداد آئے۔ یہاں سے دوسری بار اپنے چار سو شاگردوں کے ساتھ حلاج حج کو روانہ ہوئے ۔ وہاں ان کے شاگردوں ہی میں سے کچھ لوگوں نے ان پر جادوگری اور جنون سے سازش کا الزام

حلاج پھر جہانگیری پر کمربستہ ہوگئے اور غیر اسلامی ممالک کے سفر کا ارادہ کیا۔ اس ارادے سے وہ سندھ ندی کو پار کر کے ملتان میں داخل ہوئے اور کشمیر میں پہنچے یہاں انہوں نے لوگ طراز اور تستر کے زربفت تجارت کے لئے آتے تھے اور یہاں سے کاغذ چاچیو بغداد لے جاتے تھے۔ ان میں حلاج کے شاگردوں نے ان کی تعلیمات کو اپنی کاغذ پر قلمبند کیا۔ حلاج تجارتی قافلوں کے ہمراہ کشمیر ہو کر تورفان تک پہنچے۔

حلاج نے ۲۹۰ھ کے حدود میں تیسرا حج کیا۔ وہاں انہوں نے خدا سے یہ دعا مانگی :-

خدایا مرا بیش ازیں بے نوا و مستمند بکن، خدایا رسوایم ساز تا لعنتم کنند۔ خدایا مردم را از من بیزار کن تا ہر کلمۂ شکر کہ از لسیم بر آید فقط برائے تو باشد و از کسی جز تو منت نکشم۔

(اردو ترجمہ) اے خدا مجھے اس سے بینوا اور عاجز بنا دے۔ خدایا مجھے رسوا کر دے تاکہ لوگ مجھ پر لعنت کریں۔ خدایا لوگوں کو (میری طرف مائل کرنے کے بجائے) مجھ سے بیزار کر دے تاکہ ہر کلمۂ شکر جو میری زبان سے نکلے وہ خالص تیرے لئے ہو اور تیرے سوا کسی کا منت کش نہ بنوں۔

(ترجمہ فارسی از عبدالغفور روان فرہادی)

اس بار مکہ سے واپسی پر منصور نے اپنے کو صوفیہ کے گروہ ملامتیہ میں ظاہر کرنا چاہا۔ وہ رات کو قبرستان میں یادِ الٰہی میں گذارتے اور دن میں بغداد کی گلیوں اور کوچوں میں عجیب باتیں کرتے، وہ دیوانوں کی طرح یوں فرمایا کرتے :-

یا ایھا الاسلام اغیثونی من اللہ، فلیس یترکنی فآنس بھا ولیس یأخذنی من نفسی فاستریح منھا ھذا دلال لا أطیقہ

(ترجمہ) اے مسلمانو! میرے لئے خدا سے انصاف حاصل کرو نہ تو وہ مجھے میرے نفس کے ساتھ آسودہ چھوڑتا ہے تاکہ میں اس سے وابستہ ہو جاؤں اور نہ میرے نفس کو مجھ سے جدا کرتا ہے تاکہ میں اس سے وارفتہ ہو جاؤں۔ یہ عشوہ و ناز ہے۔ جس کے برداشت کرنے کی طاقت میں نہیں رکھتا۔

ایک بار حلاج پر ایک قاضی فقیہہ محمد بن داؤد نے الزام لگایا کہ وہ وصال ربانی اور اتحاد صوفیانہ کا دعویٰ کرتا ہے۔ اُن پر مقدمہ قائم کیا اور عدالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ اور کوشش کی کہ ان کو قتل کرنے کا حکم عدالت سے صادر ہو جائے۔ لیکن ایک دوسرے قاضی ابن صریح نے، جو فقیہہ شافعی تھے حکم دیا کہ صوفیانہ اقوال و احوال حدودِ شرعی سے باہر ہیں، اس لئے ان پر کوئی شرعی حد نہیں قائم کی جا سکتی۔ اس طرح حلاج اس بار موت سے بچ گئے۔

اسی زمانے میں بصرہ نے نحویان سیرانی اور نسوی حلاج کی مخالفت پر آمادہ ہوئے اور یہ مشہور کیا کہ مسجد جامع المنصور میں شبلی نے حلاج کو دیکھا کہ آستین سے اپنی آنکھیں چھپائے ہوئے انا الحق کہہ رہے تھے۔

حلاج کی کوششوں سے لوگ اخلاق صالحہ سے آراستہ ہوئے اور بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات اتر چکی تھی کہ سبھی مسلمانوں کی کیا کہتر اور کیا بہتر، اخلاقی طور پر صلاح ہونی چاہیئے؟ منصور کو کچھ لوگ قطب وقت سمجھتے تھے۔

لوئی ماسینیون نے اصطخری کا قول نقل کیا ہے
کہ قطب وقت جو کہ لوگوں کی نظروں سے مخفی ہے اور لوگوں
کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے خود حلاج ہے۔ منصور کا احترام
کرنے والوں میں وزراء، امراء اور عوام و خواص سبھی شامل
تھے۔ ماسینیون نے منصور کے کچھ ارادتمندوں کے نام لئے
ہیں جو یہ ہیں :۔

نعمانی دولابی، ابن ابی البغل، محمد بن عبدالحمید،
امراء میں = حسین بن حمدان، نصر القشوری۔
حکام شہر میں = ابوبکر مادرائی، نجح طولونی، سامانیوں میں =
اخ صعلوک سیمجور، حسین روزی، بلعمی و قراتکین۔
ملوک میں = دھقانان ساوی و مدائنی۔ اشراف ہاشمیہ میں =
ابوبکر، ربیع، ہیکل، احمد بن عباس زمینی۔

یہ سب لوگ حسین بن منصور حلاج کے عقیدتمند تھے۔
اور عمومی سیاست میں ان سے مدد لیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ
حلاج نے سیاست اور وزراء کے فرائض سے متعلق ایک رسالہ
بھی لکھا تھا جسے انہوں نے حسین بن حمدان نصر اور ابن عیسیٰ
کو ہدیہ کیا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ ایک حقیقی اسلامی
حکومت قائم ہو تاکہ وزراء و عمال بے اعتدالی سے باز آئیں اور
عادلانہ حکومت قائم ہو جائے۔ ہر شخص کی خواہش تھی کہ حاکم وقت
خلافت کی ذمہ داریوں کو جانتے اور برتتے، لوگوں میں اسلامی شعار
کا رواج ہو۔ یہاں تک کہ حلاج کے دوست اور عقیدتمندان یہ
چاہتے تھے کہ خود حلاج خلافت کی ذمہ داریوں کو قبول
کرلیں لیکن حلاج نے انکار کر دیا اور وطن واپس جا کر گوشۂ
گمنامی میں زندگی بسر کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

سنہ ۲۵۶ھ میں ایک اصلاحی تحریک نمودار ہوئی لیکن
بارآور نہ ہو سکی۔ اس کا صرف اتنا اثر ہوا کہ ابن المعتز کی
کوششوں سے حنبلی خلافت ایک دن کے لئے قائم ہوئی اور
دوسرے ہی دن ختم ہو گئی۔ مسند خلافت المقتدر کو
سونپی گئی جو ابھی کودک تھا، لیکن اس کا وزیر ایک تجربہ کار
ماہر مالیات تھا یعنی ابن الفرات جو غالی شیعہ تھا، پہلے
لکھا جا چکا ہے، امیر حسین بن حمدان حلاج کا معتقد تھا۔
ابن الفرات نے وزارت سنبھالتے ہی حسین بن حمدان کی
گرفتاری کا حکم صادر کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں پہلے حلاج کی
گرفتاری کا حکم صادر ہوا کیونکہ وہ حسین بن حمدان کے مشیر
تھے۔ قنائیوں کے گروہ نے بہت شور برپا کیا اور چاہا کہ سُنّی
وزیر کا تقرر ہو لیکن ناکام رہے۔ ابن الفرات نے حلاج
کے دوستوں کی گرفتاری کا حکم بھی صادر کیا۔ چار افراد
گرفتار ہوئے۔ حلاج اہواز میں چھپ گئے۔ یہاں حنبلی
سُنّی آباد تھے۔ تین سال تک ان کی تلاش جاری رہی۔
آخر کار ایک خائن سُنّی کی مدد سے جس کا نام حامد تھا اور
جو واسط کے خراج کا عامل تھا، حلاج پکڑ لئے گئے اور
بغداد کے زندان میں ڈال دئے گئے۔ نو سال تک ان
پر مقدمہ چلتا رہا۔ تاخیر اور تطویل کی وجہ یہ ہوئی، کہ

سنہ ۳۰۱ھ میں ایک قنائی وزیر ابن عیسیٰ کا تقرر ہوا۔ اس کے چچا کا بیٹا احمد قنائی اپنے کو حلاج کا عقیدتمند ظاہر کرتا تھا۔ ابن عیسیٰ نے شافعی قاضی ابن صریح کے فتوے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ حلاج کا معاملہ حدود شرعیہ سے باہر ہے۔ اس طرح حلاج کا قضیہ نو سال تک التوا میں پڑا رہا۔

حلاج جب تک زندان میں رہے' ان کو اجازت تھی کہ زندانیوں میں وہ تبلیغ و ارشاد کا کام کر سکتے ہیں۔ تھوڑے دنوں حلاج نے زندانیوں میں ہر دلعزیزی اور مقبولیت حاصل کر لی۔ سبھی قیدی ان کی روحانیت اور بزرگی کے قیدی ہو گئے۔ حلاج کی بزرگی کا شہرہ قید خانے سے نکل کر دربار خلافت تک پہنچنے لگا۔ اتفاقاً سنہ ۳۰۳ھ میں خلیفہ خود شدید بخار کے عارضہ میں مبتلا ہوا۔ آخر کار حلاج کو دعا کے لئے بلایا گیا۔ خلیفہ نے اس عارضہ سے رہائی پائی۔ لوئی ماسینیون کا یہ بھی بیان ہے کہ سنہ ۳۰۵ھ میں حلاج کی دعا سے طوطی عمان' ولیعہد راضی بن جعفر المقتدر مرنے کے بعد زندہ ہو گئے۔ اب معتزلہ کے حسد میں اور اضافہ ہو گیا۔ یہ لوگ حلاج کو شعبدہ باز اور جادوگر کہہ کر شہرت دیتے تھے۔

سنہ ۳۰۴ تا سنہ ۳۰۶ھ زمام وزارت ابن الفرات کے ہاتھ میں رہی لیکن خلیفہ کی ماں کے خوف سے حلاج کے قصّہ کو دوبارہ چھیڑنے کی ہمت نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ حلاج کی عقیدتمند تھی۔ اب ایک جعلی محضر نامہ ترتیب دیا گیا جسے حلاج کے نام سے منسوب کیا گیا۔ اس محضر نامہ کا پورا نام ہے "طس الازل والالتباس فی صحۃ الدعاوی بعکس المعانی" اس کا مختصر نام طس الازل ہے۔ اس رسالہ میں ایسی باتیں لکھی گئیں جس سے سراسر توہین نبوت ہوتی ہے اور خصوصًا پیغمبر آخر الزماں کی تضحیک ہوتی ہے۔ اس رسالہ کی وجہ سے حلاج کو شرعی حدود کے اندر لانا اور اسے مرتد قرار دے کر قتل کر دینا آسان ہو گیا۔

سنہ ۳۰۶ھ کے بعد مزید فتنے اور شورشیں برپا ہوئیں۔ اس کا بانی ایک غالی شیعہ تسلمغانی تھا۔ یہ واسط کے مستوفی اور عامل خراج یعنی حامد کے ہمراہ بغداد آیا تھا۔ حامد اگرچہ سُنّی تھا لیکن تسلمغانی کو اپنا رازدار بنائے ہوئے تھا' اور ہر امر میں اس سے مشورہ کرتا تھا کیونکہ حامد کا داماد ابوحسین بن بسطام غالی شیعہ تھا اور تسلمغانی کا ارادتمند تھا۔ تسلمغانی کے لئے لوئی ماسینیون نے دسیسہ باز' تاریک رائے اور ستمگر کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اسی تسلمغانی نے سنہ ۳۱۱ھ میں حلاج کے دوستوں کو قتل کرایا اور خود حلاج کو مثلہ کرنے کی ترغیب دی۔

سنہ ۳۰۸ھ میں ملک میں مالی بحران پیدا ہوا۔ حامد ایک سخت محاسب اور عامل تھا۔ اس کے ساتھ ابن عیسیٰ کو بھی متعین کر دیا گیا تھا۔ ابن عیسیٰ ایک نیک اور بامروّت شخص تھا۔ ابتداء میں وہ کامیاب عامل رہا۔ خراج میں سخت گیری کو دور کیا۔ عوام میں اطمینان و سکون کی

لہر پیدا ہوئی۔ مالیہ کا حساب درست و متوازن کیا۔ اس کی قابلیت آج تک تاریخ میں مشہور ہے لیکن حامد کو جو طبیعتاً کینہ پرور تھا اور کسی کی ترقی و شہرت کو گوارا نہیں کرسکتا تھا، اس سے حسد پیدا ہوا۔ اس وقت غذا کی قلت تھی۔ حامد نے ذخیرہ اندوزی کے ساتھ گندم فروخت کرنے کی ترغیب دی۔ چونکہ اس عمل سے عام لوگوں میں قلت اشیاءِ خوردنی اور بھوک کا شدید خطرہ تھا۔ اس لئے ابن عیسیٰ نے اس کی مخالفت کی۔ اس ہنگامہ میں نصر قشوری نے جو حاجیوں کا سردار تھا، حنبلیوں کو آزاد کردیا کہ وہ جو چاہیں کریں۔ بھوکے اور تہی دست لوگوں نے تو انگر تاجروں پہ حملے شروع کردئیے۔ زندان کا دروازہ بھی حلاج کے لئے بھی کھول دیا گیا لیکن حلاج نے بھاگ کر جان بچانے سے انکار کردیا۔

اس وقت خلیفہ کا وفادار سپہ سالار مونس جو رومی نژاد تھا، مصر میں اسماعیلیوں کے خلاف جنگ کر رہا تھا انہیں شکست دے کر بغداد واپس آیا۔ حامد پہلے واسط آیا، اور مونس کی آمد کی خبر سن کر بغداد آگیا۔ مونس اس لئے حامد کا ساتھی بن گیا کہ اُسے ابن عیسیٰ کی خراج میں تخفیف کی پالیسی پسند نہ آئی۔ مونس رے کی سپہ سالاری اخ صعلوک کو ہٹا کر ابن ابی الساج کو دینا چاہتا تھا کیونکہ ابن ابی الساج اس کا دوست تھا۔ اسی سبب سے اس نے نصر قشوری اور مادرِ خلیفہ کی مخالفت کی۔ اس مخالفت میں حلاج کو حامد کے پنجہ میں ڈال دیا۔

اخ صعلوک جو سامانی افسر تھا، نصر قشوری اور ابن عیسیٰ کا حامی تھا۔ حامد نے مونس کے گوش گذار کیا کہ وہ اخ صعلوک کو بے دخل کردے اور یلیمی سے جو رکن وزارت ہے قطع تعلق کرلے کیونکہ یلیمی سُنی شافعی، اور حلاج کا ہمنوا ہے۔ یلیمی نے ۳۰۹ھ میں پیروانِ حلاج پر شرعی حدود قائم کرنے سے انکار کردیا تھا۔ ان سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے مالیہ اور خراج میں سخت گیری لازم تھی۔ حالات ایسے تھے کہ خلیفہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ خواہی نہ خواہی حامد کو صاحبِ اختیار بنائے اور ابن عیسیٰ اور نصر قشوری کو جو کہ حلاج کے ہوا خواہ تھے، اعتبار سے ساقط کردے۔ اب حامد کو فکر ہوئی کہ کس طرح ابن عیسیٰ اور نصر قریشی کو اپنی راہ سے ہٹا دے۔ اور حلاج کو محاکمہ کیا جائے۔ اس کے لئے اُسے ایک شخص بنام ابوبکر بن مجاہد کی مدد حاصل ہوگئی۔ یہ شخص شیخ القراء تھا اور سب کے نزدیک محترم تھا۔ یہ ابن سالم اور شبلی کا دوست بھی تھا لیکن حلاج کا مخالف تھا۔ حامد اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ نصر قشوری سردار حاجیان مکلف کیا گیا کہ اپنے دوست حلاج کو اپنی حراست میں رکھے، اور ابن عیسیٰ نائب وزیر کو مامور کیا گیا کہ قضیہ حلاج کا آغاز کرے۔

اس موقعہ پہ حنبلیوں نے جوش و غضب کا مظاہرہ کیا۔ سربازار حامد پہ لعنت و ملامت کرتے رہے۔ اس کو

ظالم عامل خراج کہہ کر پکارتے اور حلاج کی رہائی کا مطالبہ کرتے، ان کا رہبر ابن عطا تھا۔ ابن عیسیٰ اور ان کا دوست طبری (مورخ معروف) لوگوں کو شورش سے منع کرتے تھے۔ اس لئے حنبلیاں طبری سے ناراض ہو گئے اور اس کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

حامد کو ابھی تک حلاج کے خلاف کوئی گواہی نہیں ملی تھی۔ ابن عطا نے فریاد کی "اس قدر زیادہ خراج لینے والے کو یہ حق نہیں ہے کہ اہل دین و دیانت پر گرفت کرے"۔ اس پر ابن عطا کو اتنا مارا گیا کہ وہ مر گیا۔

حامد کی خواہش تھی کہ کسی طرح حلاج کے قتل کا حکم عدالت سے صادر ہو جائے۔ حلاج نے اپنے ایک دوست شاکر بن احمد کو خط لکھا اس میں لکھا "اھدم الکعبہ" اس سے مراد یہ تھی کہ بدن کے کعبہ کو ڈھا دو اور شہید ہو جاؤ۔ اہل ظاہر نے سمجھا کہ حلاج کعبہ شریف کو ڈھانے کہتے ہیں۔ اس لئے ان کو اہل خرامطہ میں مشہور کرنے لگے۔ قرامطہ کا تعلق اسماعیل تسیبہ سے تھا۔ ۳۱۷ھ میں انہوں نے مکہ کا محاصرہ کیا تھا اور کعبہ پر حملہ کیا تھا۔

حلاج کا محاکمہ عدالت میں شروع ہوا۔ قاضی بن بہلول سنی نے ابو عمر کی رہنمائی سے انکار کر دیا۔ قاضی ابو عمر سنی مالکی تھا لیکن کم علم اور بد باطن تھا۔ نہایت خود بین اور خود پسند تھا۔ اور حلاج کے خلاف فتویٰ صادر کر کے محض اپنے ہم چشموں سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ اسکی جگہ اس کے نائب ابو الحسین اشنانی نے لی۔ مگر عدالت میں کوئی گواہی حلاج کے خلاف نہ مل سکی۔ عبداللہ بن مکرم کو گواہ خریدا گیا۔ اس نے بہت سے گواہ بنائے۔ کچھ فقہاء بھی حلاج کے خلاف تھے۔ کل ۸۴ گواہ جمع ہوئے۔ دوسرے دن نصر سردار حاجیان اور مادر خلیفہ نے بہت کوشش کی کہ حلاج کو چھوڑ دیا جائے۔ لیکن حامد نے کہا اگر حلاج زندہ رہا تو سیاسی انقلاب پیدا ہو جائے گا۔ خلیفہ المقتدر، جو ضعیف الرائے تھا خاموش ہو گیا۔ ۲۳ ذی الحجہ کی شب تک خلیفہ سے حلاج کے قتل کا پروانہ ملا تھا۔ حامد نے کہا "حلاج کے قتل کا حکم دیجئے۔ اگر اس کام سے آپ کو کوئی نقصان پہنچے تو مجھے قتل کر دینا" آخر خلیفہ نے احکام صادر کر دیا کہ حلاج کو قتل کر دیا جائے اور اخ صعلوک کی جگہ ان کے گورنر امیر یوسف بن ابی الساج کو مقرر کیا جائے۔

۳۱۱ھ میں اخ صعلوک کو بھی قتل کر دیا گیا۔ ۲۳ ذی الحجہ کو منادی کرا دی گئی کہ وزیر نے حلاج کے قتل کا حکم جاری کر دیا ہے۔ ہر طرف سپاہی تعینات تھے تاکہ کوئی شورش برپا نہ ہو سکے۔ حلاج نے شب میں کہا "مجھے شہادت نصیب ہونے والی ہے۔ قیامت میں سرخرو ہو کر اٹھوں گا"

۲۴ ذی الحجہ کو دجلہ کے مغربی کنارے پر لوگوں کا ہجوم ہوا۔ حلاج کو پہلے تازیانے سے ضربیں لگائی گئیں۔ پھر اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے، پھر پھانسی کے تختہ پر لٹکا دیا گیا۔ جسم میں تیل لگا کر نذر آتش کر دیا گیا، اور

اس خاکستر کو دریائے دجلہ میں بہا دیا گیا۔ یہ واقعہ ۲۶ مارچ ۹۲۲ء کو پیش آیا جس وقت کہ حلاج کو مشلہ کیا جا رہا تھا وہ یہ کلمات زبان سے کہہ رہے تھے :۔

اِلٰھی اِذَا تَتَوَدَّدُ مَنْ یُؤْذِیْکَ فَکَیْفَ لَمْ تَتَوَدَّدْ اِلٰی مَنْ یُؤْذیٰ فِیْکَ ؟

خدایا اگر تو انہیں دوست رکھتا ہے جو تجھے آزار پہنچاتے ہیں تو پھر اُسے کیوں نہ دوست رکھے گا جو تیری راہ میں ستایا جاتا ہے۔

مذکورہ تفصیلات سے حسین بن منصور کا نعرۂ انا الحق محض ایک آئی گئی سی بات نظر آتی ہے اور اس کے قتل کا اصل سبب سیاسی نظر آتا ہے۔ اس سیاست میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے حلاج پر توہین رسالت کا الزام عائد کیا گیا۔ فاضل محقق لوئی ماسنیون نے حلاج سے منسوب رسالہ طس الازل پر کوئی بحث نہیں کی ہے۔ بلکہ اپنی کتاب میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ حلاج اپنے مخصوص طریقہ سے خدا تک پہنچنا چاہتا تھا اور اس میں اس نے کامیابی بھی حاصل کرلی یطس الازل میں اس طرح کی عبارت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حلاج کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ اپنے مخصوص طریقے سے مقام نبوت سے بھی بہت آگے نکل گیا۔ حالاں کہ ابتدائے کتاب میں اس بات کا اقرار کیا گیا ہے کہ حلاج ارکانِ اسلام کا سختی سے پابند تھا۔ طس الازل کی تائید میں سچے گواہ نہ مل سکے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ لوگوں کو پورا یقین تھا کہ یہ رسالہ بالکل جعلی ہے۔ اس لئے روپیہ کا لالچ دلاکر جعلی گواہ تیار کئے گئے۔

لیکن صوفیہ کے کسی بیان میں حلاج کے تاریخی واقعات کی طرف اشارہ تک نہیں کیا گیا ہے۔ ان کے بیانات میں صرف واقعۂ انا الحق پر زور دیا گیا ہے اور اس بیان کی مختلف توجیہات پیش کی گئی ہیں۔ تاریخی واقعات سے صرف نظر کا ایک سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صوفیہ مادی اور ظاہری حالات کو روحانی اور اخلاقی حالات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ اس لئے ان کی توجہ اکثر صرف روحانی اور اخلاقی حالات پر ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ حلاج کو روحانیت کے ایک بڑے راز فاش کرنے کا مجرم قرار دیتے ہیں اور اس کے قتل کو اس جرم کا نتیجہ۔ صوفیہ کی کتابوں میں طس الازل کا بھی ذکر نہیں ملتا۔

شیخ عبداللہ انصاری ہرویؒ کے ملفوظات "طبقات الصوفیہ"۔ سید علی ہجویری کی کتاب "کشف المحجوب" شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے مکتوبات اور سید اشرف جہانگیر سمنانی کے ملفوظات "لطائف اشرفی" میں حلاج کا ذکر ملتا ہے۔ حلاج پر بدعقیدگی کا الزام کسی نے نہیں لگایا ہے۔ یہ چاروں حضرات حلاج کے طرفدار ہیں لیکن صوفیہ کی تاویل سے تاریخی واقعات کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ پچھلے صفحات میں جو تاریخی واقعات بیان کئے گئے ہیں ان سے جو کچھ مترشح ہوتا ہے اس سے

منصور کی سولی پر ۲۶-۳-۹۲۲ ۲۶-۷-۱۹۷۹ ۲۶-۳-۰۹۲۲ ۰-۴-۱۰۵۷

پتہ چلتا ہے کہ حلاج ایک متحرک انقلابی اور فعال، شخصیت کا مالک تھا۔ یہاں تک کہ اس کی انقلابی اور با اثر شخصیت سے حکومت وقت بھی خائف ولرزاں تھی۔ اور اس کے وجود کو اپنی ملوکیت کے لئے ایک زبردست خطرہ محسوس کرتی تھی۔ تصوف کے بارے میں عام خیال یہ ہے کہ وہ گوشہ گیری اور دنیا سے بے خبری کا درس دیتا ہے۔ لیکن حلاج کی زندگی اس خیال کی تردید کرتی ہے۔ حلاج ہی نہیں، ہمیں صوفیہ کی ایک تعداد نظر آتی ہے، جنہوں نے وقت کے تقاضے کے مطابق اپنی فعالیت کا ثبوت دیا ہے مثلاً قطب الدین مودودیؒ، بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ، سید علی ہمدانیؒ، سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ، اور قطب ویلورؒ وغیرہ۔

صوفیہ کی کتابوں میں حسین بن منصور حلاج کے حالات زندگی تفصیل کے ساتھ نہیں ملتے۔ البتہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض صوفیہ کے قول کے مطابق حلاج نے تاہل کی زندگی نہیں اختیار کی تھی۔ ملفوظات حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ میں حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کا قول نقل کیا گیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اگر میں اس زمانے میں ہوتا تو حلاج کے دردِ دل کا علاج کرتا۔ جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ کس طرح علاج کرتے تو انہوں نے کہا کہ میں ان کا ازدواج کرتا۔ لوگوں نے گمان کیا کہ شاید ازدواج طریقت میں کسی مقام کا نام ہے۔ لیکن سید اشرف جہانگیرؒ فرماتے ہیں کہ ازدواج سے مراد ظاہری نکاح ہے۔ بالعموم شطحیات انہیں لوگوں سے سرزد ہوتے ہیں، جو معیل نہیں تھے۔ ملفوظاتِ حضرت سید اشرفؒ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وقت کے بہت سے مشائخین سے حلاج کے قتل کا فتویٰ حاصل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن ان لوگوں نے حلاج کے خلاف فتویٰ دینے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں میں قاضی صریح کے علاوہ ابوالعباس عطا، شبلی، ابوعبداللہ خفیف اور ابوالقاسم نصرآبادی بھی تھے۔

انجمن دائرۃ المعارف کے افتتاحی جلسہ کے موقع پر عالیجناب مولانا قدرت اللہ صاحب پروفیسر ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ فاروق کالج کالی کٹ کیرالہ نے طلباء سے جو خطاب فرمایا وہ درج ذیل ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ، والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

اما بعد! صدر عالی وقار اعلیحضرت مدظلہ اللہ والعالی، علمائے کرام اور طلبائے عزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج کا دن میرے لئے مسرت وشادمانی کا دن ہے کہ میں علم وعرفان کے ایسے مرکز میں حاضر ہوا ہوں جس سے میرے خاص تعلقات ہیں۔ سب سے پہلا تعلق تو یہ ہے کہ دارالعلوم باقیات الصالحات جس کا میں ادنیٰ سا طالب العلم ہوں اسکی بنیاد حضرت قطب ویلور رحمۃ اللہ علیہ کی ایماء پر پڑی ہے جیسا کہ آپ میں سے اکثر بھی جانتے ہوں گے کہ حضرت قطب ویلور نے اپنے ہونہار اور فرماں بردار شاگرد، مرید اور خلیفۂ خاص شاہ عبدالوہاب کو سلطنت آصفیہ کی تحصیلداری سے سبکدوش ہونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس دنیوی جاہ وجلال سے بہتر اور اعلیٰ مقام منصب درس وتدریس ہے۔ اطاعت گذار و فرماں بردار شاگرد رشید نے اپنے شیخ کے حکم کی فرمانبرداری کی۔ باقیات الصالحات کو جاری کر کے شمس العلماء کا خطاب حاصل کرتے ہوئے شہرت دوام پائی۔ شیخ محترم واستاذ محترم حضرت شیخ آدم رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ وارشاد کی محفلوں میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ وہ بھی اسی گنجینۂ علم وعرفان کے فیض یافتہ تھے اور میرے استاذ خاص جن کے رشد وھدایت سے میری زندگی دن بدن تاباں ودرخشاں ہو رہی ہے یعنی استاذ الاساتذہ حضرت علامہ سید عبدالجبار صاحب مدظلہ العالی ناظر باقیات الصالحات کی نگاہ عافیت اندیش نے طریقۂ سلوک ومعرفت کیلئے خاندان نبوت کے چشم وچراغ جو اس وقت دارالعلوم لطیفیہ کے موجودہ سرپرست ہیں انتخاب فرمایا۔ جس کے سایۂ رحمت میں ہم سب آج جمع ہوئے ہیں۔

میری خوشی ومسرت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہی وہ دانشکدہ ہے جس کے آستانہ پر جبیں سائی کر کے میرے والد محترم حضرت مولانا سید شاہ کریم اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ میسوری وعظ وارشاد کی محفلوں میں شریک ہو کر شریعت مطہرہ کی سیف بے نیام کا خطاب حاصل

کیا۔ اور اسی درسگاہ میں رہ کر میرے برادر خورد مولوی سید عظمت اللہ میسوری زاد اللہ لطفہ نے بھی علوم دین کے لئے فراغت حاصل کی۔

میری وابستگی کی تیسری وجہ یہ ہے کہ شاہ عبدالحی احقر بنگلوری جن کی حیات وادبی ودینی خدمات پر تقریباً آٹھ سال سے میری تحقیقی کاوشیں جاری ہیں، یہی وہ مرکز علم وعرفان ہے جہاں ان کی شخصیت نکھری تھی۔ حضرت قطبؒ ویلور کے دامن تربیت میں رہ کر علوم اسلامی اور معرفت الٰہی سے آراستہ ہوئے تھے۔ تقریباً تیس سال تک قطبؒ ویلور سے وابستہ رہے۔ ان کی وابستگی کا بھی عجیب عالم تھا کہ شاہ عبدالحی احقر بنگلوری کی شاید ہی کوئی کتاب ہو جس میں اپنے شیخ کا ذکر نہ کیا ہو۔ خدا کی قدرت کا تماشا دیکھئے کہ حضرت قطبؒ ویلور کو دیارِ حبیب سے جس قدر انس تھا اسی قدر حضرت احقر بنگلوری کو بھی دیارِ رسولؐ سے محبت تھی، اور شہر مدینہ منورہ ہی دونوں شیخ وخلیفہ کے لئے آخری آرام گاہ بن گیا۔

چوتھا امر ملحوظ یہ ہے کہ خاندانِ نبوت کی یہ شاخ بیجاپور سے آئی ہوئی ہے۔ اور آپ حضرات جانتے ہیں کہ بیجاپور ہماری حالیہ ریاست کرناٹک کا ایک قدیم شہر ہے، جو زمانۂ دراز سے اسلامی علوم وتمدن کا مرکز رہا ہے۔ شاہ عبداللطیف بیجاپوری کو ریاست کرناٹک سے خاص تعلق رہا ہے۔ ان کی زندگی کا ایک طویل عرصہ ریاست کرناٹک کے ایک دوسرے شہر ہبلی اور سرا میں بھی گذرا ہے۔ اس تعلق کی بنا پر یہ کہنے کی گستاخی کر رہا ہوں کہ خاندان نبوت کی یہ شاخ ہماری ریاستِ میسور کی ہے جس کے برگ وبار سے ویلور دارالسرور بن گیا۔

اس پر مزید یہ کہ والدِ محترم سید شاہ کریم اللہ قادری لطیفی فرمایا کرتے تھے۔ ہمارا خاندان بھی عہدِ ٹیپو میں بیجاپور سے لایا گیا تھا۔ سلطنتِ خداداد کا دارالسلطنت سرینگپٹن کی مسجد احمدی کی تولیت ہمیں عنایت کی گئی تھی جس کے دستاویز راقم کی نظروں سے گذرے ہیں۔ اور ہنوز ہمارے خاندان میں موجود ہیں اور چونکہ سادات کہیں رہے اور بسے ہوں ان کی شاخ شجرۂ سلسلۂ نبویہؐ سے مل جاتی ہے، اس لحاظ سے بھی **دارالعلوم لطیفیہ** سے میرا خاص تعلق ثابت ہوتا ہے۔

بہرحال میرے عزیز سامعین! دارالعلوم لطیفیہ جنوبی ہند کی ایک قدیم ترین درسگاہ ہے، جہاں علماء وصلحاء کی ساخت وپرداخت کا سلسلہ زمانۂ دراز سے چلا آرہا ہے۔ حضرت مکان ویلور ایک ایسا علمی وروحانی مرکز ہے، جس کے سامنے حکومت کی ستم ریزیاں سرنگوں ہوگئیں، تو بدعت وخرافات کی ستم ظریفیاں بھی کافور ہوگئی ہیں۔ اسلام دشمن عناصر کی کوہ پیکر طاقتیں گرد راہ کی طرح ختم ہو کے رہ گئی ہیں ــــ دارالعلوم لطیفیہ کے ساتھ ایک مستقل تاریخ وابستہ ہے ــــ بلکہ

خاندانِ نبوت کے اس شاخ کی دینی علمی ثقافتی اور روحانی الگ الگ تاریخ تیار ہوسکتی ہے۔ خدا کرے کہ کسی خوش نصیب کو یہ سعادت نصیب ہوجائے۔

لطیفیہ کا لفظ خود ان واقعات کی طرف نشاندہی کر رہا ہے کہ اس گلشن علم وعرفان سے ایسے لطیف پھونکے تاریخ جنوب میں اُبھرے ہیں جس کی عطر بیزی سے کئی سدابہار گلشن تیار ہوگئے ہیں، علوم اسلامی ومعرفت الٰہی کے کئی خانقاہیں بن گئی ہیں۔ شرک وبدعت کے کثیف سے کثیف طوفان دب گئے ہیں۔ دار العلوم لطیفیہ شرافت ولطافت کا ایک گلزار ہے، جہاں کثافت وشرارت کی خاردار جھاڑیاں دکھائی نہیں دیتیں۔ اصلاح معاشرت کا ایک سرچشمہ ہے۔ جہاں فتنہ وفساد کا کبھی موقع نہ ملا۔ دینی علوم وفنون کا مرکز رہا ہے۔ جہاں شرک وبدعت کا قلع قمع کرنے والے سپہ سالار تیار ہوا کرتے تھے۔ یہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی کا منبع رہا ہے۔ جہاں سے انسانیت سدھار تحریکیں جنم لی ہیں اور یہ درسگاہ اس وقت قائم کی گئی جبکہ دیوبند وبریلی کے مدرسوں کی پیدائش بھی نہیں ہوئی تھی۔

اسلامی علوم کے شیدائیو! دار العلوم لطیفیہ کی قدیم تاریخ پر ایک سرسری نظر بھی ڈالنے کی آپ زحمت گوارا فرمالیں تو آپ پر واضح ہوجائے گا کہ یہ عظیم درسگاہ سے صحیح عقائد اور اسلامی علوم کی اشاعت میں روز اول سے پیش پیش ہے۔ اس کا دامن حسد وبغض سے کبھی ملوث نہیں ہوا۔ اس کے ہاں توسع کا یہ عالم ہے کہ اسلامی وایمانی تحریک خواہ کہیں سے اٹھی ہو ہمیشہ ممدوح رہی ہے۔ گذشتہ صدی کی بات ہے قطبؒ ویلور کا فیض عام جاری تھا مدراس کے چند علماء نے حضرت اسماعیل پر کفر کا فتویٰ جاری کردیا۔ علمائے جنوب میں اختلاف رونما ہوا۔ موافقین ومخالفین کے درمیان کئی مرتبہ مناظرہ ہوا، پھر دونوں گروہ کی نظر جنوب کی قدیم ترین درسگاہ کے فتویٰ پر لگی رہی۔ قطبؒ ویلور کے نوک قلم کی جنبش پر شمالی ہند کی دینی وفکری تحریک سے وابستگی بھی ہوسکتی تھی اور برخاستگی بھی۔ ان کی تحریر واصل بھی بن سکتی تھی اور فاصل بھی، بفحوائے اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ سید احمد شہیدؒ کی تحریک سے اٹھے ہوئے طوفان کو دیکھ کر قطبؒ ویلور نے ان مجاہدین کے قلب کی گہرائیوں پر نظر ڈالی۔ شمال میں شرک وبدعت کا سیلاب مسلمانوں کے عقائد کو غرق ہوتے دیکھ کر قطبؒ ویلور کا دل تڑپ اٹھا۔ اس تحریک کے پس پردہ جو جذبۂ خلوص کارفرما تھا ملاحظہ فرمایا اور تعصب وفرقہ واریت کے گال پر طمانچہ لگاتے ہوئے اعلان کردیا لا تکفروا اہل القبلۃ اس کے بعد کیا واقعات رونما ہوئے تاریخ کے صفحات پر آپ ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

اس دور میں انگریزی حکومت ہندوستان میں اپنے قدم جما چکی تھی۔ عیسائی مشنری حکومت کا سہارا لیکر مسلمانوں کے عقائد کو کمزور کررہی تھی۔ بعض ضعیف الایمان

مسلمان اس فریب کارانہ اداؤں کے شکار ہو گئے تھے۔ انگریزی تعلیم یافتہ اور دینی روایتی علماء کے درمیان ایک خلیج واقع ہو گئی تھی۔ جدید اور قدیم ذہنیت میں تصادم ہو رہا تھا۔ ایسے میں اقطاب ویلور کی علمی و فکری کاوشیں مختلف شکلوں میں رونما ہونے لگیں۔ صحیح العقیدہ علماء کی نگرانی ہونے لگی۔ فصیح و بلیغ سحر بیان مبلغین کی تیاری شروع ہو گئی۔ وعظ و ارشاد کی محفلیں مرد اور عورتوں کے لئے جابجا منعقد کی گئیں۔ دار العلوم لطیفیہ کے خدا ترس بزرگ ان باطل قوتوں کی مطلق پروا نہ کی۔ خدا اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو عام کرنے میں دن رات سرگرم عمل رہے۔ مسلمانوں کی اس فکری و دینی اصلاح کو دیکھ کر علماء سوء کا ایک گروہ اٹھا۔ بدعقیدہ مسلمانوں کو اپنایا۔ حکومت سے چغلی کھائی گئی۔ آخر ان جعلسازیوں کی بنا پر حکومت نے حضرت قطب ویلور کو چتور کی جیل میں نظربند کر دیا۔ ایک طرف عوام و خواص بے چین ہو گئے۔ علماء و صلحاء کے ہاتھ دربار ایزدی میں اٹھ گئے۔ دوسری طرف مخالفین اپنی کامیابی پر نازاں و فرحاں ہو گئے۔ واقعات کی چھان بین ہوئی۔ سازشوں کے پول کھولے گئے۔ انگریزی حکام جو قید و بند کے احکام جاری کئے تھے حضرت قطب ویلور کی توجہات کا شکار ہو گئے۔ جعل سازوں کی گرہ کشائی کے بعد مخالفین سرنگوں ہو گئے۔ حکومت پشیمان ہوئی اور انگریزی حکام نہایت ہی اعزاز و اکرام کے ساتھ حضرت قطب ویلور کو حضرت مکان لاکر اپنی غلط کاریوں کا اعتراف کیا اور معافی کی درخواست کے ساتھ نظر کرم کی گذارش کی۔

اس واقعہ سے بزرگان لطیفیہ کی ہمتوں میں اور اضافہ ہوا، حوصلے بلند سے بلند تر ہو گئے۔ وعظ و ارشاد کی مجلسوں میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہو گئی۔ شائقین و زائرین کے گروہ آتے رہے۔ بدعقیدہ لوگ توبہ و استغفار پر مائل ہوتے جا رہے تھے۔ حتیٰ کہ بعض انگریزی حکام بھی قطب ویلور کے وعظ و ارشاد کی محفلوں میں شریک ہونے لگے۔ یہاں اسلامی فکر و عمل کی عام دعوت تھی۔ حضرت قطب ویلور نے دیکھا کہ اسلام کی دعوت سب سے پہلے حکمران طبقہ کو دینا ہے اور خصوصاً حکمران طبقے میں سب سے پہلے اونچی شخصیت کو یہ دعوت دینی ہے۔ آخر ملکۂ وکٹوریہ کے نام ایمان کا دعوت نامہ ارسال کیا گیا۔

دوستو اور بزرگو! آپ کی توجہ درکار ہے۔ ذرا تصور کیجئے اس ماحول کا جبکہ ہندوستان بھر میں انگریزی حکومت کا جال بچھ گیا تھا۔ چھوٹی چھوٹی حکومتیں انگریزوں کے زیر اثر تھیں۔ عوام و خواص انگریزی تہذیب کے خواہاں تھے۔ حکومت کے تعاون سے عیسائیت کے تمام حربے استعمال ہو رہے تھے جن سے ایمان و عقیدہ کو کمزور کیا جا سکتا تھا اور مسلمانوں کو قعر مذلت میں پہنچانے کی ہر طرح کی کوشش جاری تھی۔ ایسے میں قطب ویلور کا ملکۂ برطانیہ کے نام خط لکھنا جس کا سکہ ملک کے ہر طرف جاری ہو گیا تھا معمولی دل و گردہ کی بات نہ تھی۔

اور وہ بھی ایسے وقت میں جبکہ مسلمانوں کے خون سے نہانا عیسائیوں کے ایمان کی بات تھی اور انگریز مسلمانوں کے ساتھ اس قدر بہیمیت اور حیوانیت پر اُتر آئے تھے کہ تاریخ انسانیت میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ مغرب زدہ ذہن اس دور کا اگر عقل سلیم کو سامنے رکھ کر انصاف پسندی سے مطالعہ کریں گے، تو ان کے دل پسیج جائیں۔ ذہن ماؤف ہو جائیں گے اور عقل کانپ جائے گی اور موجودہ مغربی تہذیب کے متوالے شرمندگی سے سر جھکائے بغیر نہیں رہ سکتے۔ علمائے دین میں فکری جمود پیدا ہو گیا تھا۔ عام مسلمانوں کے ساتھ خواص بھی معاش کا شکار ہو گئے تھے۔ بیکاری و بے روزگاری مسلمانوں میں عام تھی۔ بیکاری و بے روزگاری سے قوم میں مختلف امراض پیدا ہو جاتے ہیں اور اخلاق بد سے بدترین ہو جاتے ہیں۔ زندگی کے قدم قدم پر جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں علماء بھی اختلاف کا شکار ہو گئے۔ لڑائی جھگڑے اور مناظرے گرم ہو گئے۔ لڑائی جھگڑے کورٹ کچہری تک پہنچ گئے۔ مسلمانوں کی اس پس ماندگی کو دیکھ کر علمائے خیر کا ایک گروہ ندوۃ العلماء کی تحریک لے کر اٹھا۔ اس عام وبا سے اسلامی معاشرہ کو بچانے کے لئے جا بجا اجلاس اور کانفرنس ہونے لگیں۔ یہ ہندوستان گیر تحریک تھی، آندھرا کرناٹک اور ٹامل ناڈو کے مشہور شہروں میں بھی اس کی نشستیں ہونے لگیں۔ اس علمی و فکری تحریک کا مقصد تھا کہ علماء کو باہمی تنازع و تنافر سے بچایا جائے۔ دینی مدارس میں جاری شدہ نصاب کی اصلاح کی جائے۔ چونکہ بزرگان لطیفیہ کا بھی مقصد حیات یہی تھا، لہٰذا مدراس میں منعقدہ کانفرنسوں میں اپنے نمائندے بھیج کر اس کانفرنس کی معاونت کی۔

میرے عزیز طلبۃ العلوم لطیفیہ کے مسلک اور اسکی علمی و فکری کاوشوں کی ایک ادنیٰ سی جھلک آپ کے سامنے میں نے پیش کی ہے، ان اشاروں پر دارالعلوم لطیفیہ کی تاریخ مرتب کر سکتے ہیں۔ میری گذارش ہے کہ آپ اس دینی درسگاہ سے صحیح طور پر استفادہ کریں اور اپنے اپنے شہروں میں جا کر اس کی تاریخ کو زندہ کریں۔ للّٰہیت اور اخلاص کے ساتھ نہایت تحقیق و تدقیق سے دینی علوم حاصل کریں۔ تقویٰ کو اپنا شعار بنائیں تو ان شاء اللہ قوم و ملت کی باگ آپ کے ہاتھ آکے رہے گی۔

علمائے کرام اور طلبائے عزیز! یہ ایک عجیب کشمکش کا دور ہے، جہاں مادیت، اشتراکیت اور سرمایہ داری کا دور دورہ ہے۔ کالج اور یونیورسٹی کے فارغین پر مغربی تہذیب سوار ہے مغربی تحریک خواہ زندگی کے کسی زاویہ پر اٹھے، ان کے نزدیک یا نئی دلہن سے کم نہیں ہے۔ اس پر مزید یہ کہ وہ لوگ دو چار دینی کتابیں پڑھ کر دینی معاملات میں مداخلت کا پورا حق حاصل کر لیتے ہیں اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ علمائے کرام لکیر کے فقیر ہیں، انہیں اس دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس دور کی تحقیقات و اصلاحات کا ان سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے، بس علمائے دین سے نفرت کرنے لگتے ہیں، حالانکہ دین اسلام کی وسعت و گہرائی کا ایک ادنیٰ سا خاکہ بھی انہوں نے خواب میں بھی نہیں دیکھا ہے اور یہ لوگ اسلامی علوم اور عصر جدید کے فنون کو آپس

میں متعین سمجھتے ہیں۔

اس کی اصل وجہ کیا ہے۔ اس پر غور کرنے سے مجھے صرف یہ معلوم ہوا کہ ان کے دینی علوم سے تغافل اور علماء سے نفرت کی اصل وجہ خود ہماری ذات ہے۔ ہم نے قرآنی علوم وفنون کا صحیح نقشہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے سامنے پیش نہیں کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی یہ غلطی ہے کہ انہوں نے عصری علوم حاصل کرنے میں اپنی زندگی کا جس قدر وقت صرف کیا ہے اس کا ایک تہائی حصہ بھی انہوں نے دینی علوم حاصل کرنے یا اس کے مطالعہ کے لئے بالکل صرف نہیں کیا۔

میں غلطی کو ان کی طرف منسوب کرنا اپنی کوتاہی سمجھتا ہوں غلطی تو خود ہماری ہے کہ ہم نے علم دین کو صحیح طور پر اور موثر ذریعہ سے جدید طبقہ کے سامنے پیش نہیں کیا۔ حالانکہ ہم نے مدرسہ میں اپنی عمر کا ایک طویل حصہ صرف کیا۔ اور اس طویل قیام سے علوم وفنون کے وسیع میدان ہماری آنکھوں کے سامنے آگئے بڑی کتابیں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ مگر یاد رکھئے مدرسہ کی سند اسلامی علوم وفنون کے کسی ایک طویل وعریض میدان میں اترنے کی اجازت ہے فراغت کی سند نہیں۔ اس سند کے ذریعہ اپنی صلاحیتوں اور شوق وذوق کے پیش نظر کسی ایک فن کو انتخاب کرنا ہے اور وسیع مطالعہ مسلسل کاوشوں اور عملی ریاضت سے اپنا مقام بنانا ہے۔

دار العلوم لطیفیہ کے خوشہ چینو! آپ جانتے ہیں کہ یہی وہ دانشکدہ ہے جہاں حضرت قربی، حضرت ذوقی حضرت محوی حضرت **نفوی** جیسے ادیب اور فقیہ پیدا ہوئے ہیں۔ یہی وہ گنجینۂ علم وعرفان ہے جہاں حضرت **قطب ویلور** جیسی جلیل القدر اور بے باک شخصیت نے جنم لی جس نے جابر حکومت کی مطلق پروا نہ کی۔ بدعات کے خلاف جہاد کیا اور اشاعت علم و دین کو باوجود ہزار مخالفت کے برابر جاری رکھا۔ یہی وہ دینی وثقافتی مرکز ہے جس سے **شاہ عبد الحی** احقر بنگلوری نے تیس سال استفادہ کیا اور اسلامی ثقافت کو مالا مال کیا۔ دینی علوم کا شاید ہی کوئی ایسا شعبہ ہو جس پر آپ نے ایک مستند مدلل جامع اور مانع کتاب نہ لکھی ہو۔ اور یہی وہ سرچشمۂ علم وعرفان ہے جس سے فیضیاب ہو کر شمس العلماء شاہ عبد الوہاب نے دار العلوم باقیات **الصالحات** جاری کیا جس کے فیض سے بہت سے دینی مدارس قائم ہوگئے۔

میرے عزیز ساتھیو! آپ کا مقام بلند ہے۔ آپ اپنے لئے اور دنیا والوں کے لئے نئے افق پیدا کرسکتے ہیں۔ اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے اور سنوارنے کی کوشش کیجئے۔ تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ دینی درسگاہیں ہی ایسے گوشہائے تنہائی ہیں جہاں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں جنہوں نے زندگی میں ایک نئی حرارت، ایک نئی قوت، اور ایک نئی حرکت پیدا کردی ہے جنہوں نے ملت اسلامیہ میں ایک نئی روح پھونک دی ہے اور جنہوں نے قوم کو پستی سے نکال کر بام عروج پر پہنچا دیا ہے۔ ان کا تعلق حکومت یا حکومت کے عہدوں سے نہیں تھا ان کا تعلق لوگوں کی دلچسپی یا ان کی حوصلہ افزائی سے

نہیں تھا۔ وہ لوگ صاف دل کے مالک تھے اور بے باک، قلم کار عام سطح سے بلند تھے، جو قدرت کی جانب سے ایک خاص دل و دماغ لے کر آئے تھے جن کے اندر وہبی قوتیں تھیں جن کے حوصلے بلند سے بلند تر ہوا کرتے تھے۔ وہ بیدار دماغ تھے۔ ان کے پاس اُبلتی ہوئی ذہانت تھی۔ ان کے خیالات میں رفعت تھی۔ ان کے بلند خیالات میں جدّت تھی۔ ان کی جدّت میں اجتہادی شان تھی، جو اپنی علمی قابلیت اور علمی کمالات کی وجہ ایک خاص مقام کے مالک بن گئے تھے۔ جن کے اشاروں پر امیر و غریب اور بادشاہ و فقیر عمل پیرا ہوا کرتے تھے۔ علامہ بحر العلومؒ سے کون واقف نہیں ہے جن پہ نواب و بادشاہ شیدا ہوا کرتے تھے، حضرت قطب ویلوریؒ کی بے باک علمی کاوشوں سے آپ واقف ہیں۔ شاہ عبد الحی بنگلوری کی تصنیفات تو آپ کے کتبخانہ میں موجود ہیں۔ آپ کے ہاں ایک گرانقدر کتب خانہ موجود ہے، جہاں نادر کتابوں کا ایک ذخیرہ موجود ہے۔

ساتھیو! اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک کٹھن منزل ہے جس پہ گامزن ہونے کے لئے دل و گردہ کی ضرورت ہے۔ فراغت تعلیم کے بعد پوری طمانیت اور استقلال کے ساتھ کسی ایک فن کو اپنائیے۔ اس فن کی ابتداء تلاش کیجیے۔ اس کے ارتقائی منازل کا تعین کیجئے۔ موجودہ دور زمانہ میں اس شعبۂ علم سے متعلق جو فنی اصول قائم کئے گئے ہیں، ان کا قدیم اصول سے موازنہ کیجیے، پھر اپنے خیالات کا اظہار کیجئے اور بتایئے اس میں کس قدر کوتاہی فن کاروں سے برتی گئی ہے اور کس قدر اضافہ اس میں ہو سکتا ہے۔ اپنے خیالات کے اظہار کے لئے عربی اردو اور انگریزی زبان کو ذریعہ بنایئے۔ قدیم اسلوب کو چھوڑ کر نئے دلکش اسالیب پر توجہ دیجیے۔ لگاتار مشق سے آپ میں ایک ملکہ پیدا ہو جائے گا۔ آپ کے علم و فن میں کمال بھی آجائیگا اور جمال بھی۔ مگر یاد رکھئے، ذہن نشین کر لیجئے، بہت اونچی بات آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں جس کو علامۂ وقت بشیخ محترم مولانا سید ابو الحسن علی ندوی نے پیش کیا تھا۔

"پورے علمی کمال کے بغیر کسی عالم اور علم کی پوری قدر نہیں ہو سکتی"۔

آج میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ قوم باکمال اور اہل علم و فن کی محتاج ہے، بلکہ اس وقت بڑے بڑے مدارس، کالج اور یونیورسٹیوں میں فنکاروں کی سخت ضرورت ہے۔ قوم و ملت آپ کے لطیف و شیریں زبان و قلم کے محتاج ہیں۔

اب میں زیادہ سمع خراشی کرنا نہیں چاہتا البتہ ایک فارسی شعر آپ کے سامنے رکھتے ہوئے اپنے کلام کو ختم کرتا ہوں۔

یاد داری کہ وقتِ زادنِ تو ہمہ خنداں بُدند تو گریاں
آں چناں زی کہ وقتِ مُردن تو ہمہ گریاں شوند تو خنداں

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت اقدس عالیجناب مولانا
ابو الحسن صدر الدین سید شاہ
محمد طاہر قادری دامت برکاتہم العالیہ ناظم دار العلوم لطیفیہ کی خواہش رہی کہ ناظرین "اللطیف" کیلئے وسیلہ کے موضوع پر صحیح و درست اور مفید معلومات فراہم کی جائیں۔ یہ انتہائی مسرت کی بات ہے کہ اس خدمت کی سعادت میرے قلم کے حصہ میں آئی۔ خدائے برتر ان کلمات کو شرف قبولیت بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں اپنا مقالہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ وہ اپنی گراں قدر آراء سے مستفیض فرمائیں گے۔ نیازمند بشیر الحق

مسئلہ توسل اپنے اندر اتنی گہرائی اور وسعت رکھتا ہے کہ اسکی وضاحت کے لئے کئی مباحث کو شامل کرلینا ایک ناگزیر صورت ہے، کیونکہ اس کے متعلقہ موضوعات مثلاً حقیقت انبیاء و صلحاء، حیات اخروی، سماع موتیٰ، مسئلہ ندا، حیات انبیاء علیہم السلام۔ زیارت قبور۔ زیارت سید القبور۔ استمداد و استعانت، مسئلہ شفاعت وغیرہ کی تفہیم و تشریح کے بعد ہی وسیلہ کی حقیقت اور اس کی شرعی حیثیت نمایاں ہوسکتی ہے۔

اپنے موقف اصلی کی طرف مراجعت سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وسیلہ سے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمی کا ازالہ کیا جائے اور وہ یہ ہے کہ متوسلین اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کو نبی کریم اور صلحاء سے طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے استمداد و استعانت کرتے ہیں جو علانیہ اور صریح شرک ہے۔

اس الزام کی حقیقت اور اصلیت استمداد و استعانت کے حقیقی اور مجازی مفہوم و معنی میں امتیاز نہ کرنا ہے۔

متوسلین بھی اس حقیقت پر ایمان اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات اور افعال میں یکتا ہے۔ اور وہی مستقل حاجت روا ہے اور تمام امور میں حقیقتاً اعتماد کلی اسی کی ذات پر ہے اور وہی عبادت اور استعانت حقیقی کے لائق ہے۔ اس کے برخلاف کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال میں کسی مخلوق کو شریک ٹہرائے اور غیر اللہ پر کامل اعتقاد اور بھروسہ رکھتے ہوئے اسی کی ذات کو اعانت کا مالک سمجھے اور غیر خدا کو قادر بالذات، مالک حقیقی اور مستقل حاجت روا قرار دیتے ہوئے استعانت طلب کرے تو متوسلین بھی اس کو شرک قرار دیتے ہیں ـــــ اس کے برعکس خدائے تعالیٰ کو مستقل حاجت روا اور قادر بالذات سمجھتے ہوئے اور اسی پر کامل اعتماد رکھتے ہوئے غیر اللہ کو صرف مدد خداوندی کا ایک مظہر قرار دیتے ہوئے استعانت ظاہری کرے، تو

یہ خلاف شرع نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی دعاؤں میں حضور اکرمؐ اور صلحاء کا توسل بھی مظہر عونِ الہٰی کی ایک شکل وصورت ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضور اکرمؐ اور صلحاء کا وسیلہ آدابِ دعا میں شامل کیا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسی دعاؤں کو جلد قبول فرماتے ہیں جن میں اس کے محبوب بندوں کا واسطہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری "حرز الثمین" میں لکھتے ہیں والصالحین ای عموما اوخصوصا وھم ماعدا الانبیاء من الصدیقین والعلماء والشہداء والاولیاء اذالصالح من یقوم بحق اللہ بکمالہ ثم بحق عبادہ۔

التوسل فی الدعاء کی نسبت مولانا عبید اللہ سندھی فرماتے ہیں "خدائے تعالیٰ سے استدعا کی جائے" کہ بحرمت فلاں یا بحق فلاں کہہ کر۔ تو اس توسل کو ابن عبدالوہاب نہایت شدت سے ممنوع کرتے ہیں۔ مولانا اسمٰعیل کے ہاں یہ توسل ناجائز نہیں۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں یجوز الاستمداد بہ فی حیاتہ لیستمد بہ بعد مماتہ۔ جن افراد سے حالت حیات میں استمداد درست ہے تو بعد وفات بھی درست ہے۔ حجۃ الاسلام کے اس قول کے تحت حضور اکرمؐ انبیاء کرام اور تمام صلحاء شامل ہو جاتے ہیں۔

اور بعض علماء کی تصانیف میں جہاں کہیں غیر خدا سے استعانت و استمداد کی نفی ہو رہی ہے اس سے مطلقاً استعانت و استمداد اور فریاد رسی کو حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ حصر اور قید کرنا مقصود ہے کیونکہ اگر غیر خدا سے مدد مطلق حرام قرار دی جائے تو انسان، جمادات اور افعال وغیرہ سے بھی کسی قسم کی مدد حرام ہی قرار پائیگی۔ حالانکہ آیات قرآنی میں وسیلہ اور استمداد و استعانت کو قبیح نہیں تصور کیا گیا ہے۔ تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان نیکی اور فلاح میں ایک دوسرے کا تعاون کرو۔ برائیوں میں ایک دوسرے کے معاون نہ بنو۔ واستعینوا بالصبر والصلاۃ صبر وصلاۃ سے استعانت طلب کرو۔

علامہ تقی الدین سبکی شافعی اپنی گراں قدر علمی تصنیف "شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام" میں استعانت سے متعلق پیدا کی گئی غلط فہمی کا ازالہ کر رہے ہیں جسکے مطالعہ کے بعد شکوک وشبہات ہی ختم ہو جانا چاہیئے۔ لیس المراد نسبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الخلق والاستقلال بالافعال، ھذا لا یقصد مسلم فصرف الکلام الیہ ومنعہ من باب التلبیس فی الدین۔

حضور اکرم سے مدد طلب کرنے کا معنی یہ نہیں کہ آپ کو خالق اور مستقل فاعل قرار دیتے ہوں۔ ایسا عقیدہ تو کوئی مسلمان بھی نہیں رکھتا۔ لہٰذا مذکورہ معنی پہ کلام ڈھال کر استعانت سے منع کرنا گویا دین میں مغالطہ اور تلبیس کے مترادف ہے۔

حقیقت انبیاء وصلحاء

وسیلہ کی حقیقت اور اہمیت کو سمجھنے میں ایک بڑی رکاوٹ یہ رہی کہ عوام الناس نے انبیاء وصلحاء کو اپنی حالت اور

حیثیت پر قیاس کرتے ہوئے یہی سمجھ لیا کہ دعاؤں میں ان کے توسل کی کیا ضرورت ہے ؟

اسی لئے ہم نے اپنے مضمون میں اولاً حقیقت انبیاء و صلحاء کا باب قائم کیا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ان حضرات کا مقام اور مرتبہ کس قدر بلند ہے اور یہی مقام محبوبیت کا تقاضہ ہے کہ رب قدیر ان کے توسل سے کی جانے والی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔

قدوۃ السالکین حضرت قطب ویلوری قدس سرہ اپنی کتاب "فصل الخطاب بین الخطاء والصواب" میں فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر دو قسم کی قوتیں ودیعت فرمائی ہے۔ ایک قوت نظری، دوسری قوت عملی۔ قوت نظری جس کی وجہ سے انسان اشیاء کی حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے۔ اور قوت عملی جس کی وجہ سے اعمال صادر ہوتے ہیں اور یہ دونوں قوتیں حضرات انبیائے کرام کے اندر بھی موجود ہیں لیکن سارے انسانوں کے مقابلہ میں انبیائے کرام کی یہ امتیازی شان ہے کہ ان کی قوت نظری روح القدس کی تاثیر اور فیضان سے مشرف ہوتی ہے جس کی وجہ سے معلومات اور مکشوفات کے اندر کسی قسم کا اشتباہ یا غلطی کا امکان ہی نہیں رہتا۔ اور خود اللہ تعالیٰ بلا واسطہ بشری ان حضرات کی کامل تربیت فرماتا ہے اور ان کی قوت عملی کے اندر اللہ تعالیٰ ایسا ملکہ عطا فرماتا ہے جس کی وجہ سے انبیائے کرام سے انتہائی رغبت اور خواہش کے ساتھ اعمال صالحہ کا صدور ہوتا ہے۔ اور انتہائی نفرت اور حقارت کے ساتھ فاسد اعمال کا صدور ہی نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ گناہوں سے معصوم رہتے ہیں اور آیات عقلیہ اور معجزات کی دولت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ آیات عقلیہ میں سے ایک یہ ہے کہ ان نفوس قدسیہ سے امراض روحانی کا علاج ہوتا ہے اور ناقص نفوس کی تکمیل ہوتی ہے اور ان کا فیض زندگی اور بعد موت دونوں حالت میں یکساں طور پر لوگوں کو پہنچتا رہتا ہے۔

حضرات صلحاء کی قوت عملی اور قوت نظری انبیائے کرام کی قوت عملی اور قوت نظری کے مقابلہ میں کم تو ہوتی ہے لیکن یہ حضرات نبی کی کامل اتباع و پیروی کے ذریعہ اپنے ظاہر کو گناہوں سے پاک رکھتے ہیں اور اپنے باطن کو فاسد اعتقادات اور مذموم اخلاق سے صاف رکھتے ہیں اور ہمیشہ اپنے قلب و ذہن کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگائے رکھتے ہیں۔

حضرت شہاب الدین خفاجیؒ "شفا قاضی عیاضؒ" کی شرح میں لکھتے ہیں۔ اطلاع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بعض المغیبات باقدار اللہ تعالیٰ له صلی اللہ علیه وسلم علی ذلك لیکون معجزة له صلی اللہ علیه وسلم ویقع مثله لبعض الاولیاء کرامة لهم۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض مغیبات پر مطلع فرمایا۔ یہ آپ کے لئے معجزہ قرار پایا اور بعض مغیبات پر اولیاء کو بھی مطلع فرماتا ہے۔ یہ ان کے لئے کرامت ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ صلحاء کی قوت کا راز واضح فرماتے ہیں :-

سنت اللہ براں جاری شدہ چوں نفس ناطقہ کسباً وحیلۃً بمرتبہ رسد اوراز امور غائبہ منکشف شوند یعنی صلحاء بدنی کثافتوں سے نجات پاجاتے ہیں تو ان پر امور غیب منکشف ہوجاتے ہیں۔

صاحب مرقات نے تو صلحاء کا تعلق ملاء اعلیٰ کی جماعت سے قائم کر دیا لکھتے ہیں: النفوس الزاکیۃ القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ واتصلت بالملأ الاعلیٰ ولم یبق لہا حجاب فتری الکل کالمشاھدۃ

صلحاء اپنی بدنی کثافتوں سے پاک وصاف ہوکر ملاء اعلیٰ (فرشتوں کی جماعت) سے اپنا رشتہ قائم کرلیتے ہیں جس کے بعد ان کے لئے کسی قسم کا پردہ حائل نہیں رہتا اور وہ ہر چیز کا مشاہدہ کرلیتے ہیں۔

علامہ جامی علیہ الرحمہ "نفحات الانس" میں لکھتے ہیں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی می فرمود کہ حضرت عزیزان علیہ الرحمہ می گفتہ اند زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست و ما می گوئیم چوں روئے ناخن است ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست۔

بقول حضرت بہاؤ الدین نقشبندی حضرت عزیزاں رح فرماتے تھے کہ زمین صلحاء کی نظر میں سفرہ کی طرح ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ مثل ناخن ہے اور کوئی چیز ان کی نظر سے غائب اور چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ان تمام حوالوں سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ صلحاء کو مرتبۂ بلند عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ارباب شہود نے نور ربوبیت اور روح القدس کی تائید سے اس حقیقت کا مشاہدہ کرلیا ہے۔ اہل دانش کی انتہا اولیائے کرام کی ابتدا ہے اور اولیاء و صلحاء کی انتہا حضرات انبیائے کرام کی ابتدا ہے۔

جواہر السلوک میں حضرت قطب ویلور کے پیش کئے ہوئے مذکورہ قول کو سامنے رکھتے ہوئے یہ مفہوم اخذ کرنا حقیقت سے دور نہ ہوگا کہ جہاں انبیائے کرام کی انتہا ہے وہ حضور اکرمؐ کی ابتدا ہے۔ یہ مقام محبوبیت ہی کا تقاضہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام نفوس قدسیہ کو ہر شئی کی حقیقت پر مطلع فرماتا ہے اور ان کی وجہ سے رحمتوں اور برکتوں کا خزانہ لٹا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی گفتگو میں برکت' نفوس میں برکت' اولاد میں برکت اور ان کی زندگی اور بعد وفات زیارت کرنے والوں میں برکت بکھیر دیتا ہے اور ان کے فیوض و برکات سے ایک عالم کو فیض پہنچاتا ہے۔

انبیاء و صلحاء کی یہ روحانی قوت صرف دنیاوی زندگی تک محدود نہیں بلکہ حیات برزخی میں بھی قائم رہتی ہے اور کئی گنا اضافہ بھی ہوتا ہے۔ ایسے حضرات کے توسل سے کوئی قباحت لازم آتی ہے؟

برزخی زندگی

انسانی زندگی کا دوسرا دور قبر سے شروع ہوتا ہے' اور اس زندگی کے لئے بھی سماعت کلام' ادراک' احساس اور شعور ثابت ہے۔ لیکن دنیوی زندگی پر اس کو قیاس نہیں کیا جاسکتا اور یہ زندگی عقل و فہم سے بالاتر ہے۔

حضور اکرمؐ نے غزوۂ بدر کے بعد کفار کی میتوں سے مخاطب ہوکر فرمایا ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا؟

کیا تمہارے پروردگار نے تم سے جس چیز کا وعدہ کیا تھا
پورا ہوا ؟ ۔ حضرت عمرؓ پوچھ بیٹھے ہیں ما تکلم من
اجسادین فیھا ارواح یا رسول اللہ آپ ایسے مُردوں
سے کلام کر رہے ہیں جن کے اندر روح نہیں ہے ۔ نبی کریمؐ
نے فرمایا ما انتم باسمع منھم ولکنھم لا یجیبون۔
وہ تم سے زیادہ سن سکتے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے۔

اس کے علاوہ دوسری حدیثوں سے حیات برزخی میں
اتقیاء وصلحاء کیلئے راحت وثواب اور اشقیاء کے لئے
عذاب وعقاب ثابت ہے اور عقل تقاضہ کرتی ہے کہ عذاب
وثواب اور راحت وتکلیف کے لئے حیات لازمی ہے اور
حیات کے لئے میت کی روح وجسم کا تعلق اور ادراک وحس
ضروری ہے ورنہ تنعیم وتعذیب بیکار سی بات ہوگی۔

شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی سے سوال کیا گیا "چہ می فرمایند
علمائے دین اندریں معنی کہ بعد موت انسان را ادراک وشعور
باقی می ماند چناں کہ زائرین قبور خود را شناسد وسلام و
کلام ایشاں شنود یا نہ" ؟ علماء اس مسئلہ میں کیا فرماتے
ہیں کہ موت کے بعد انسان کو ادراک وشعور باقی رہتا ہے
یا نہیں ؟ اور مُردے اپنے زائرین کو پہچانتے ہیں یا نہیں ؟
اور ان کے سلام وکلام کو سن سکتے ہیں یا نہیں ؟

شاہ صاحب نے جواب دیا : — انسان را بعد موت
شعور وادراک باقی می ماند وبریں معنی شرع شریف وقواعد
فلسفی اجماع دارد — ۔ در شرع شریف پس عذاب قبر
وتنعیم قبر بتواتر ثابت است ۔ وعذاب وتنعیم بغیر ادراک
وشعور نمی تواند شد — ۔ ونیز در احادیث صحیح در
باب زیارت قبور وسلام بر موتیٰ وہمکلامی باآنہا کہ
انتم سلفنا ونحن بالاثر وانا ان شاء اللہ
بکم لاحقون ۔ انسان کو موت کے بعد شعور وادراک
باقی رہتا ہے اس پر قواعد فلسفی اور شرع شریف کا اجماع ہے
شریعت کی رو سے قبر میں عذاب اور ثواب راحت
اور تکلیف ثابت ہے ۔ اور عذاب وثواب ادراک وشعور
کے بغیر کیسے درست ہو سکتا ہے یعنی عذاب وثواب کے لئے
احساس وشعور اور ادراک لازمی ہے اور صحیح احادیث میں
موتیٰ پر سلام اور کلام کا ذکر ہے یعنی ان پر سلام بھیجا
جائے اور یوں کہا جائے آپ لوگ ہم سے پہلے جا چکے ہیں
اور ہم بھی تمہارے پاس آنے والے ہیں۔

شاہ صاحب ان کلمات سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ
موت کے بعد احساس وادراک اگر انسان کو نہ ہو تو پھر یہ
سلام اور کلام کا حکم کیا معنی رکھتا ہے ؟

علامہ سیوطی نے اپنی کتاب اللمعۃ فی اجوبۃ
الاسئلۃ السبعۃ میں ایسی حدیثوں کو جمع فرمایا ہے
جن سے برزخی زندگی میں احساس ادراک شعور سماع
احیاء کا علم اور ارواح کا باہم ملاقات کرنا ثابت ہوتا ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال اذا مر الرجل بقبر
یعرفہ فیسلم علیہ رد علیہ السلام آدمی کسی
قبر سے گذرے جس کو وہ دنیا میں جانتا تھا تو صاحب
قبر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعمالکم تعرض علی عشائرکم واقربائکم فی قبورھم فان کان خیراً استبشروا وان کان غیر ذلک قالوا اللھم الھمھم ان یعملوا بطاعتك حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا تمہارے اعمال تمہارے اقرباء پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر وہ صالح ہیں تو خوش ہوتے ہیں اگر برے ہیں تو دعا کرتے ہیں، اے اللہ! تو اپنی طاعت پر انہیں قائم رکھ۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان روحی المومنین یلتقیان علی مسیرۃ یوم حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ دو مومن کی روحیں ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں۔

اور برزخی زندگی کے ثبوت کے لئے حضرت عائشہ کی دو حدیثیں بھی معاون ہیں۔

"شفاء السقام" میں علامہ سبکی نے اس حدیث کو نقل فرمایا ہے قالت کنت ادخل البیت الذی دفن معھا عمر واللہ ما دخلت الا وانا مشدودۃ علی ثیاب۔ حیاء من عمر۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں روضۂ اقدس نبویؐ میں حضرت عمرؓ کی تدفین کے بعد پردہ اوڑھے جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ سے حیا کرتے ہوئے۔

ترمذی شریف میں ہے ان عائشۃ لما زارت قبر اخیھا عبد الرحمن بن ابی بکر خاطبتہ وقالت واللہ لو حضرتك ما دفنتك الا حیث مت ولو شھدتك ما زرتك۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی عبد الرحمن کی زیارت کی اور فرمایا اگر میں تمہارے انتقال کے وقت حاضر رہتی تو تمہیں اسی مقام پہ دفن کرواتی جہاں تم انتقال کر گئے اور تمہاری زیارت کیلئے یہاں نہیں آتی۔

برزخی زندگی کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی تو حضرت عائشہؓ کا اپنے بھائی سے کلام کرنا اور حضرت عمر کی موجودگی سے پردہ کے ساتھ روضۂ نبویؐ میں حاضری دینا کیا معنی رکھتا ہے؟

مذکورہ شواہد وامثال سے یہ بات واضح ہو چکی، کہ برزخی زندگی میں شعور، علم، ادراک، احساس، سماع اور روح وجسم سے تعلق ہے۔ البتہ انسانوں کی روحانی قوت کے لحاظ سے ان چیزوں میں کمی بیشی، اور عروج وانحطاط ان کی حیثیت سے ہوتا رہا ہے۔ اور یہ ادراک وشعور بعض امور میں کم ہوتا ہے اور بعض معاملات میں زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ جو نفوس امور دنیویہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کے لئے ادراک کا حصہ کم ملتا ہے۔

حیات انبیاء

جب عام انسانوں کے لئے اس قسم کی زندگی ثابت ہے تو انبیاء شہداء اور صلحاء کے لئے بدرجۂ اولیٰ ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث ہے، حضور اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ مجھے انبیاء کی جماعت دکھلائی گئی۔ اچانک میری نگاہیں

حضرت موسیٰ پر جم گئیں۔ وہ محو نماز تھے اور ایسے لگ رہے تھے گویا قبیلہ شنوہ کے لوگوں میں سے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کو بھی میں نے حالتِ نماز میں دیکھا۔ وہ عروہ بن مسعود ثقفی سے مشابہت رکھتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو بھی میں نے حالتِ نماز میں دیکھا اور وہ تمہارے صاحبؑ کے مانند ہیں۔ نماز کا وقت آگیا، میں نے ان حضرات کی امامت فرمائی۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو کسی نے کہا اے محمدؐ۔ یہ دوزخ کے مالک ہیں انہیں سلام کیجیئے۔ میں ان کی جانب متوجہ ہو ہی رہا تھا کہ دفعتاً انہوں نے سلام میں پہل فرمایا۔

ابوداؤد میں ہے ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء اللہ تعالیٰ نے زمین کو حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

حیات النبیؐ اور حضور اکرمؐ کی حیاتِ برزخی کے لئے بیشمار دلائل موجود ہیں جن کا انکار ہی نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا مامن احد یسلم علی الا رد اللہ روحی حتی ارد علیہ السلام جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح تک پہنچا دیتا ہے اور میں بھی اس پر سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ روئے زمین پر فرشتوں کو بکھیر رکھا ہے تاکہ حضور اکرمؐ پر امتیوں کے بھیجے ہوئے صلوٰۃ و سلام آپ تک پہنچائیں۔ آپؐ فرماتے ہیں جو شخص میری قبر کے قریب آکر صلاۃ و سلام بھیجتا ہے اس کو میں خود ہی سن لیتا ہوں۔

علامہ سیوطیؒ انباہ الاذکیہ بحیوٰۃ الانبیاء میں لکھتے ہیں انہ لیس المراد برد الروح عودھا بعد المفارقۃ للبدن وانما النبی فی البرزخ مشغول باحوال الملکوت مستغرق فی مشاھدۃ ربہ کما کان فی الدنیا فی حالۃ الوحی

روح سے استغراق مشاہدۂ ذات وصفات سے عالم دنیا کی طرف متوجہ ہونا مراد ہے۔ یہ امر مسلم ہے کہ آپؐ برزخ میں احوال ملکوت میں مشغول ہیں۔ مشاہدۂ باری تعالیٰ میں مستغرق ہیں جسطرح دنیا میں نزولِ وحی کے وقت مشغول رہتے تھے۔

علامہ تقی الدین سبکی شافعی "شفاء السقام" میں حیاتِ نبویؐ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضورؐ کی حیات پر شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ آپ پر جو موت طاری ہوئی تھی، وہ عارضی اور غیر استمراری تھی، بلکہ اس کے بعد آپ زندہ کئے گئے۔ اگر موت استمراری تسلیم کیا جائے تب بھی حیاتِ اخروی ثابت ہو جاتی ہے اور یہ زندگی حیاتِ شہید سے بھی اعلیٰ و ارفع ہے۔ اس کے بعد علامہ موصوف صاحب "تلخیص" اور امام الحرمین کے بیانات نقل فرماتے ہیں:۔

ؑ صاحب سے مراد خود آنحضرتؐ کی ذات ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ حضورؐ سے مشابہت رکھتے تھے ۱۲

بعد صاحب التلخیص من الشافعیۃ فی
خصائصہ ان مالہ بعد موتہ قائم علی نفقتہ
وملکہ ۔ وقال امام الحرمین ان ما خلفہ بقی
علی ما کان فی حیاتہ فکان ینفقہ ابوبکر منہ علی
اہلہ وخدمہ ۔ وکان یری انہ باق علی ملک رسول
فان الانبیاء احیاء ۔ صاحب تلخیص لکھتے ہیں کہ حضورؐ کے
وصال کے بعد آپ کا مال نفقہ اور ملکیت پر ویسے ہی باقی رہیگا۔

امام الحرمین فرماتے ہیں، حضورؐ کا مال جو آپ کی حیات
میں صرف کیا جاتا تھا ایسے ہی آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے
بعد صرف کیا جائے گا ۔ اسی لئے حضرت ابوبکرؓ آپ کے خدام اور
اور اہل پر خرچ کیا کرتے تھے ۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ یہ خیال کرتے
تھے کہ وہ مال جو حضورؐ نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے، اب بھی آپؐ ہی
کی ملکیت پر برقرار ہے، اس لئے کہ انبیاء زندہ ہیں اور ملکیت
کا تبادلہ موت کے بعد ہی ہوتا ہے ۔

شیخ عبداللہ بن الشیخ محمد ابن عبدالوہاب جن کی شخصیت
اہل سنت کے عقائد و مسلک جمہور کی روش سے ہٹی ہوئی ہے[1]
وہ بھی حضور اکرمؐ کی حیاتِ باطنی کے قائل ہیں ۔ "الہدیۃ السنیۃ"
میں لکھتے ہیں :- ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ رسول اللہ کا درجہ
اور مرتبہ تمام مخلوقات میں سب سے اعلیٰ و افضل ہے ۔ اور آپ اپنی قبر
مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی یہ حیات "حیات برزخی" ہے، اور
یہ شہدائے کرام کی حیات سے زیادہ بلند درجہ کی ہے ۔ کیونکہ بلا
شک و شبہ آپ شہداء سے افضل ہیں اور آپ سلام عرض کرنے
والے کا سلام سنتے ہیں ۔ اور آپ کی زیارت مسنون ہے لیکن
(شد رحال کی ممانعت کا مشہور حدیث کے پیش نظر صحیح
طریقہ یہ ہے کہ) مسجد نبویؐ کی حاضری اور اس میں نماز ادا
کرنے کی نیت سے سفر کرے اور اگر اس کے ساتھ زیارت کا
مقصد بھی شامل کرے تو کوئی حرج نہیں ۔

علامہ تقی الدین شافعی "شفاء السقام" میں لکھتے ہیں کہ
ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور حضرت علیؓ کی برائیاں
بیان کرنے لگا ۔ اس پر حضرت فاروق رضؓ نے خفگی کا اظہار کرتے
ہوئے فرمایا، خدا تیرا برا کرے تو نے حضور اکرمؐ کو قبر میں تکلیف دی ۔
ایذا رسانی کا تصور خود آپ کی حیاتِ باطنی پر دلالت کرتا ہے ۔

حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے، حضور اکرمؐ کی حیات اور
بعد وفات آپ پر کسی کو بلند آواز کرنا درست نہیں ۔

حضرت عائشہؓ روضۂ انور کے اطراف پھیلے ہوئے مکانات
میں کیلیں ٹھوکنے سے لوگوں کو منع کرتی اور فرماتی تھی
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ دو ۔

حضرت علیؓ کو اپنے گھر کے دروازے تیار کرنے کی ضرورت
پیش آئی تو آپ دور مقام پر چلا گئے تاکہ اسکی کھٹ
پٹ سے آنحضرتؐ کو تکلیف نہ ہو ۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ میرے والد
شاہ عبدالرحیم نے مجھ سے فرمایا ۔ میں بیمار تھا خواب میں
حضور اکرمؐ کے دیدار سے مشرف ہوا ۔ آپؐ نے مجھ سے
پوچھا، اے بیٹے طبیعت کیسی ہے ۔ اس کے بعد آپ نے
صحت کی بشارت دی اور وہ موئے مبارک اپنی داڑھی
سے عنایت فرمایا ۔ نیند سے بیدار ہوا تو میرے پاس دو

[1] حضرت موصوف ابن تیمیہ کے ہم مسلک ہیں

موئے مبارک موجود تھے اور میں مکمل صحت مند تھا۔

اس قسم کی مثالیں ایک دو نہیں ہزاروں کی تعداد میں فراہم ہو سکتی ہیں۔ مذکورہ تمام شواہد حضور اکرمؐ کی حیات باطنی یا حیات برزخی کی بہترین مثالیں ہیں۔

حیات برزخی میں استفادہ اور افادہ

احادیث اور ائمۂ سلف کے اقوال اور تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء اور صلحاء کے فیوض و برکات سے زندوں کو افادہ اور زندوں سے مردوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ اس حدیث میں زندوں سے مردوں کو فائدہ پہنچنے کی مثال مل رہی ہے۔ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا میت کی مثال قبر کے اندر ایک غوطہ کھانے والے شخص کی طرح ہے' جو کسی کی مدد کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح مردہ بھی اپنے بھائی، باپ، ماں یا احباب کی جانب سے دعائے مغفرت کا منتظر رہتا ہے۔ اور جب وہ دعا اس کو پہنچتی ہے تو یہ اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ تعالے اہل زمین کی دعاؤں سے قبر والوں پر پہاڑ کے مثل اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔ یقیناً زندوں کی جانب سے بہترین تحفہ اہل قبور کے لئے دعائے مغفرت ہے۔

ایک مشہور و معروف حدیث ہے جس میں آدمی حیات برزخی میں استفادہ حاصل کرنے کی صورت دلکش بیان کی گئی ہے

اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلث صدقة جاریه او علم ینتفع به او ولد صالح یدعو له آدمی کی موت سے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے' لیکن تین صورتوں سے وہ قبر میں بھی استفادہ کرتا رہتا ہے

ایک صدقۂ جاریہ: مثلاً غرباء اور فقراء کے لئے مکانات۔ کنواں۔ سڑک۔ سرایا اور دیگر رفاہ عام کے کام اور دوسرا علم کی نشر و اشاعت۔ درسگاہ۔ کتب خانہ۔ تلامذہ وغیرہ۔ اور تیسری صورت صالح اولاد جو اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی رہے۔

علامہ تفتازانی: شرح عقائد نسفی میں لکھتے ہیں:۔

وفی دعاء الاحیاء الاموات وصدقتهم ای صدقة الاحیاء عنهم ای عن الاموات تنفع لهم ای للاموات زندوں کی طرف سے دعائے مغفرت اور صدقہ کا ثواب مُردوں کو ملتا رہے گا۔

مذکورہ تفصیل سے منشا یہ تھا کہ آدمی اخروی زندگی میں فائدہ حاصل کر سکتا ہے اور اس کا دوسرا پہلو افادہ ہے اسکو بھی ملاحظہ کیجئے۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ جب نفوس قدسیہ کی ارواح ان کے جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہیں تو وہ عالم ملائکہ کی طرف پرواز کر جاتی ہیں۔ ان ارواح کے درجے اور مراتب آپس میں مختلف ہوتے ہیں، بعض روحوں کو دنیا سے نفرت ہوتی ہے اور عالم بالا سے اتصال کا شوق انتہائی درجہ کا ہوتا ہے۔ اور بعض ارواح ایسی ہوتی ہیں کہ انہیں عالم بالا سے اتصال کا شوق انتہائی درجہ کا نہیں ہوتا اور دنیا سے نفرت میں بھی کچھ کمی رہتی ہے اور بعض ارواح میں یہ دونوں باتیں مساوی حیثیت سے رہتی ہیں۔

جن ارواح کے اندر مذکورہ دونوں چیزیں (یعنی

عالم علوی سے اتصال و قرب اور دنیا سے نفرت) زیادہ پائی جاتی ہیں، تو ان کی سیر اور پہنچ بھی منازل قدس میں تمام سے بڑھی ہوئی رہتی ہے اور جن ارواح میں مذکورہ دونوں چیزیں کم ہوتی ہیں تو ان کی سیر بھی کم ہوتی ہے، اور جن کے اندر متوسط درجہ کی ہوتی ہیں تو ان کی سیر بھی متوسط ہوتی ہے۔

اور جن ارواح کی سیر منازل قدس میں سب سے بڑھی ہوئی رہتی ہے ان کو اس روحانی قوت اور شرف کی وجہ سے عالم دنیا کے احوال اور واقعات سے ایک خاص قسم کا تعلق ہوتا ہے، چنانچہ یہ امر واقعات سے ہے کہ شاگرد خواب میں اپنے استاد کو دیکھتا ہے اور مشکلات اور پیچیدہ مسائل کا حل طلب کر لیتا ہے اور استاد سے جواب شافی سے مستفیض ہوتا ہے۔

اور اسی طرح بیٹا کبھی اپنے باپ کو خواب میں دیکھتا ہے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتا ہے تو باپ کسی خزانہ اور دفینہ کی خبر دیتا ہے۔ بیٹا حسب نشان زمین کھودتا ہے تو خزانہ پاتا ہے۔

جالینوس کا کہنا ہے کہ میں مریض تھا۔ علاج و معالجہ سود مند ثابت نہیں ہو سکا۔ میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے ایک علاج کی کیفیت و نوعیت بتلائی، جس پر عمل پیرا ہونے سے مجھے صحت نصیب ہوئی۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں، پاک روحیں اپنے جسموں سے علیحدہ ہونے کے بعد ان جسموں سے ایک خاص قسم کا تعلق پیدا کر لیتی ہیں جو ان سے عقیدت و محبت رکھتے ہیں، تو اعمال صالحہ میں ان کی مدد کرتے ہیں۔

حضرت ابو الحسن محویؒ دہلوی اپنی کتاب "بیعت غائب و حاضر" میں ابو الحسن قرشی کا قول نقل کرتے ہیں کہ شیخ ابو الحسن قرشی نے فرمایا۔ میں چار ایسے بزرگوں کو ان کی قبروں میں دیکھا جو حالت حیات کی طرح تصرف فرما رہے ہیں: حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ۔ شیخ معروف کرخیؒ شیخ عقیلؒ اور شیخ ابن قیسؒ حرانی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

صاحب سلسلۂ جلیلہ نے محی الدین ابن عربیؒ کا یہ قول "فتوحات مکیہ" سے نقل کیا ہے جس کو ہم درج ذیل کر رہے ہیں۔ تاکہ یہ حقیقت عیاں ہو جائے کہ صلحا دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی اس عالم سے رابطہ رکھتے ہیں اور اپنے برکات سے اہل دنیا کو مستفیض فرماتے رہتے ہیں۔

خدائے تعالیٰ ارواح طیبہ کو ان کے جسموں سے قبض کرنے کے بعد عالم برزخ میں ان کے لئے ایک جسدی صورت عطا فرماتا ہے اور یہ روحیں ان صورتوں میں رہتی ہیں۔ عالم برزخ میں بعض ارواح کو ایک قسم کی قید ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کو کسی قسم کا تصرف نہیں رہتا اور بعض ارواح کو کسی قسم کی قید و بند نہیں ہوتی اور ان کو عالم دنیا میں تصرف کا حق حاصل رہتا ہے۔ تمام انبیاء، شہداء اور صلحاء کی ارواح دوسری قسم میں داخل ہیں۔

نفحات القرب والاتصال میں سید احمد حموی لکھتے ہیں و اما بعد مماتہم فتصرفہم انما ھو باذن اللہ تعالیٰ وارادتہ لاشریک لہ خلقا وایجادا اکرمھم اللہ تعالیٰ۔

دارِ فانی سے کوچ کرنے کے بعد انبیاء اور صلحاء سے جو تصرفات ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم وارادے سے ہے، خداوند قدوس ان کو تصرف سے بزرگی عطا فرمایا ہے۔ اس تصرف کی وجہ سے خلق وایجاد میں شریک قرار دینا درست نہیں اور نہ یہ بات لازم آتی ہے۔

صلحاء کے تصرف کو شاہ صاحب کی زبان میں بھی ملاحظہ فرمائیے، حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں فاذا مات انقطعت العلاقات ورجع الی مزاجہ فیلحق بالملئکۃ وصار منھم والھم کالھامھم ولسیع فیما یسعون وربما اشتغل ھولاء باعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ وبما کان لھم لمۃ خیر با بن آدم۔ صالحین اپنے مدنی علاقات ٹوٹ جانے کی وجہ سے بعد وفات ملائکہ سے جاملتے ہیں اوران پہ بھی فرشتوں کی طرح الہام ہوتا ہے اور جس کام میں فرشتے کوشش کرتے ہیں اس میں یہ حضرات بھی شامل ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ یہ حضرات اللہ کا کلمہ بلند کرنے اور اللہ والوں کی مدد کرنے اور آدمیوں کو کوئی خبر دینے میں مشغول ہو جاتے ہیں ــــ ان تمام شواہد وامثال سے یہ حقیقت صاف ہوگئی کہ صلحاء بعد وفات بھی اپنے فیوض وبرکات سے اہل عالم کو مستفیض فرماتے ہیں۔ لیکن اس حقیقت کو جاننے کیلئے ضروری ہے کہ فیضان حاصل کرنے والے بھی اس مرتبۂ کمال کو پہنچ چکے ہوں اور مرتبۂ کمال کو پہچاننا ضروری ہے اور ہر کس وناکس اس فیضان سے مستفیض نہیں ہوسکتے۔

جب صلحاء وانبیاء کا یہ مقام ہے تو سید الانبیاء کے فیوض وبرکات کا احاطہ ہی متصور نہیں ہوسکتا اور آپ کے فیض کا عالم یہ ہے کہ بعثت سے قبل ہی جاری ہو گیا تھا اور حیات ظاہریؐ تو عام رہا اور حیات برزخی میں جاری وساری ہے۔ اور مواقف قیامت میں بھی جاری رہے گا۔

عن بکر بن عبداللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاتی خیر لکم تحدثون واحدث لکم فاذامت کانت وفاتی خیرالکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت غیر ذلک استغفرت اللہ لکم۔ بکر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا "تم لوگوں کیلئے میری حیات باعث خیر ہے جس میں تم مجھ سے کلام کرتے ہو اور میں تم سے کلام کیا کرتا ہوں اور جب میں اس عالم سے کوچ کرجاؤں تو میری وفات تمہارے لئے خیر واحسان ثابت ہوگی اور تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوتے رہینگے۔ اگر وہ اچھے رہے تو خدا کا شکر ادا کرتا رہونگا اور اگر نیک نہیں ہیں تو تمہارے لئے شفاعت کرتا رہوں گا۔

اس حدیث پہ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ کا یہ عظیم فیض ہے جو قیام قیامت تک جاری رہے گا۔

علامہ سیوطی، تنویر الحلک فی امکان رویتہ النبیؐ میں آنحضرت کے تصرفات اور فیوض وبرکات کو احادیث واقوال سے مدلل طریقہ سے ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تحصل من مجموع ھذہ النقول والاحادیث ان النبیؐ حی بجسدہٖ وروحہ وانہ یتصرف ولیسیر حدیث مشاء فی اقطار الارض وفی الملکوت ۔

ان تمام اقوال واحادیث سے یہ بات واضح ہو چکی کہ حضور اکرمؐ اپنے جسم و روح کے ساتھ زندہ ہیں اور اس عالم کے اندر آپ کو پورا حق تصرف حاصل ہے ۔

حضرت فریدالدین عطار "تذکرۃ الاولیاء" میں لکھتے ہیں ایک جماعت ہے جس کو شیخ کامل کی ضرورت نہیں بلکہ وہ بالراست حضور اکرمؐ سے بلاواسطہ تربیت کا شرف حاصل کر لیتی ہے ۔ جیسے حضرت اویس قرنی ہیں جنہوں نے حضور اکرمؐ کو بظاہر نہیں دیکھا لیکن براہِ راست آنحضرتؐ سے پرورش و تربیت پائی ۔ اس جماعت کو "اولیسان" کہتے ہیں ۔

علامہ ابن قیمؒ نے کتاب الکبائر' میں ایک حکایت لکھی ہے کہ عمر بن زعنین نے کہا ہم لوگ مدینہ طلیبہ میں تھے، امامیہ قبہ عباس میں عاشورہ کے روز جمع ہوئے تھے، میں بھی چلا گیا اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی محبت سے کچھ مانگا۔ ایک شخص فوراً مجھے اپنے گھر لے گیا۔ میں نے سمجھا شاید کچھ دینے والا ہے۔ کچھ ہی دیر گذری تھی کہ وہ دو آدمیوں سمیت آیا اور مجھے خوب زدوکوب کیا اور میری زبان کاٹ لیا ۔ اس المناک اور اندوہ گیں حادثہ سے دوچار ہونے کے بعد سیدھے حضور اکرمؐ کی مزارِ اقدس پہ چلا گیا اور آپ سے فریاد کی ۔ یا رسول اللہ صاحبین کی محبت میں میری زبان کاٹ لی گئی ہے ۔ اگر یہ دونوں بزرگ حق پر ہیں تو ہماری زبان درست ہو جائے ۔

اس کے بعد میں وہیں لیٹ گیا ۔ اور نیند سے بیدار ہونے کے بعد دیکھا تو میری زبان درست ہو چکی ہے ۔

حاصل تحریر آنحضرتؐ کے فیوض و برکات کے لئے مذکورہ شواہد ہی کافی ہیں ۔

قرآن کریم سے زیارۃ نبوی کا ثبوت

"شفاء السقام" میں علامہ سبکی لکھتے ہیں ۔ زیارت کی ایک صورت یہ ہے کہ صاحب مزار سے فیضان حاصل کر سکتے ہیں بشرطیکہ صاحب قبر صالح اور نیک ہو ۔ اس قسم کی زیارت کو علماء کا ایک طبقہ بدعت قرار دیتا ہے ۔ اس کا نظریہ یہ ہے کہ تحصیل فیضان کے خیال سے صرف سیدالانبیاء اور دیگر مرسلین کی زیارت کی جا سکتی ہے لیکن جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ہر صالح آدمی کی زیارت مذکورہ نیت کے ساتھ کی جا سکتی ہے ۔ آنحضرتؐ کی زیارت کے متعلق تو نص صریح موجود ہے ۔ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ۔ یہ آیت مسلمانوں کے ذہن کو اس امر کی جانب مبذول کر رہی ہے کہ جب کبھی ان سے گناہوں کا صدور ہو جائے تو حضور اکرمؐ کی بارگاہ میں حاضری دیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں ۔ اور نبی کریمؐ ان کے لئے دعائے مغفرت اور شفاعت فرمائیں تو اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول

کرنے والا اور رحم وکرم فرمانے والا پائیں گے۔

شفاء السقام میں علامہ سبکی لکھتے ہیں، یہ آیت طیبہ اگرچہ کہ حضور اکرمؐ کی حیات میں نازل ہوئی لیکن آپ کی عظمت علوءمرتبت اورامت کے ساتھ شفقت و محبت اور رحمت ورافت کی وجہ سے یہ مقام منقطع نہیں ہوا۔ علامہ سبکی کی اس تحقیق کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور اکرمؐ نے امتیوں کے گناہوں پہ دعائے مغفرت اور شفاعت کی بشارت سنائی۔ وان رأیت غیر ذلك استغفرت الله لكم۔

اوراس آیت کریمہ کے ذریعہ بھی آنحضرتؐ کا استغفار ثابت ہے۔ واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات' ان مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضورؐ اکرم کی قبر انور کی زیارت کی جائے اور وہاں آپ کے توسل سے دعا فرمائیں تو دعا مقبول ہونے کی قوی امید ہے۔

حدیث سے زیارت نبویؐ کا ثبوت

من زار قبری وجبت له شفاعتی

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت ضرور ہو گی۔ من زارنی بعد موتی فكانما زارنی فی حیاتی بعد وفات جس نے میری زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی ومن لم یزرنی فقد جفانی جس نے میری زیارت نہیں کی تحقیق اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

اجماع امت سے زیارۃ کا ثبوت

آنحضرت کی زیارت کے لئے مختلف ممالک سے ہر دور اور ہر زمانے میں مسلمانوں کی آمد ہی ایک قوی اجماع ہے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ زیارت نبویؐ ایسی سنت ہے جس پر اجماع ہو چکا ہے۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں، زیارت قبور کے مستحب ہونے پر علماء کا اجماع ہے اور مخصوص دلائل سے قبر انور کی زیارت بدرجۂ اولیٰ مستحب ہو گی۔ ابو عبداللہ کی روایت ہے، کہ ایک اعرابی حضور اکرمؐ کی مزار کے قریب پہنچا۔ اور صلاۃ وسلام عرض کرنے کے بعد آیت ولو انهم اذ ظلموا تلاوت کیا اور حضورؐ سے مخاطب ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ آپ پر نازل شدہ آیات میں سے ایک یہ بھی ہے، آپ میرے لئے دعائے استغفار فرمائیے۔ میں نے بھی گناہوں کے ذریعہ اپنے نفس پر ظلم کیا ہے، اتنا کہنا ہی تھا، قبر انور سے آواز آئی قد غفر الله لك خدا نے تمہیں بخش دیا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ محمد بن حرب نے کہا۔ میں روضۂ اقدس میں تھا، ایک اعرابی آیا اور حضورؐ سے دعائے استغفار کے لئے درخواست کیا اور واپس چلا گیا۔ میں نے خواب میں حضورؐ کو دیکھا۔ آپ فرماتے ہیں، جاؤ اس اعرابی کو مغفرت کی خوشخبری سنا دو۔ جذب القلوب الیٰ دیار الحبیب میں ہے کہ حضور اکرمؐ حضرت بلال کو خواب میں فرماتے ہیں۔ اے بلال یہ کیا ظلم ہے کہ تم میری زیارت کیلئے نہیں آتے۔ خواب سے بیدار ہوتے ہی حضرت بلالؓ سوئے مدینہ چل پڑے۔

فتح بیت المقدس کے موقعہ پہ حضرت عمرؓ ملک شام

چلے جاتے ہیں، تاکہ عیسائیوں کے ساتھ ہونے والے صلح نامہ
پر دستخط ثبت کریں۔ وہاں آپ نے کعب احبار کو زیارت
نبی کریم کے لئے مدینہ چلنے کے لئے کہا اور خود سفر سے واپس
ہوتے ہی سیدھے روضۂ اقدس پہنچے اور صلاۃ وسلام پیش
کیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز بارگاہِ رسالت میں نذرانۂ صلاۃ
وسلام پیش کرنے کے لئے خصوصیت کے ساتھ آدمی بھیجا
کرتے تھے۔

عبد اللہ بن عمر کا گویا یہ معمول تھا۔ جب بھی سفر کے لئے
نکلتے، حضورؐ کے روضۂ اقدس پہ حاضر ہوتے اور صلاۃ و
سلام عرض کرتے۔ خلیفۂ مروان ایک مرتبہ روضۂ اقدس پہنچا،
اور ایک شخص کو دیکھا جو مزار اقدس پر سر جھکائے بیٹھا ہے،
فوراً مروان اس آدمی کو ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا اور کہنے لگا جانتے
ہو تم کیا کر رہے ہو؟ اس شخص نے کہا اچھی طرح جانتا ہوں،
لیکن میں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں، بلکہ حضورؐ اکرم کی
خدمت میں آیا ہوں۔ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ دین
کے والی اور محافظ نا اہل نکلیں تو غم کرنا۔ جواب دینے والے
یہ صاحب حضرت ابو ایوب انصاری میزبان رسولؐ تھے۔

سید احمد کبیر رفاعی زیارت نبویؐ کے لئے روضۂ اقدس
پر پہنچتے ہیں اور عرض کرتے ہیں، یا رسول اللہ! ہجر اور فراق
کی حالت میں اپنی روح کو آپ کی خدمت میں بھیج دیا کرتا تھا،
تاکہ تسکین قلب ہو سکے۔ آج جبکہ میں خود حاضر ہوا ہوں
کم از کم اپنا دست مبارک پیش فرمائیے تاکہ میں بوسہ دے سکوں۔
دفعتاً مزار انور شق ہو جاتی ہے اور دست نبویؐ ظاہر
ہوتا ہے۔ سید احمد کبیرؒ دیوانہ وار لپک پڑتے ہیں، اور
وارفتگی کے عالم میں بوسہ دینے لگتے ہیں۔

اس واقعہ کے وقت مسجد نبویؐ میں بہت سے
لوگ جمع تھے جن میں سے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ
بھی تھے۔ تمام نے دستِ نبویؐ کی زیارت فرمائی جو برق
کے مانند چمک رہا تھا۔

قدوۃ السالکین حاجی الحرمین حضرت مولانا محی الدین
شاہ عبد اللطیف قادری نقوی المشہور بہ
قطب ویلور زیارت روضۂ اقدس کے لئے حاضر ہوتے
ہیں لیکن دربان آپ کو داخل ہونے سے روک دیتا ہے
اور آپ کی سیادت پر شبہ کا اظہار کرتا ہے، تو آپ
روضۂ شریف کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں السلام
علیك یا جدی اسی وقت روضۂ انور سے وعلیك
السلام تعال یا ولدی کی آواز آتی ہے۔

صحابۂ کرام اور صوفیاء کی زندگیوں میں اس
قسم کے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔ ان کو پیش کرنے کا
منشا یہ ہے کہ امت کا سواد اعظم اور ملت کی جلیل القدر
شخصیتوں نے روضۂ انور کی حاضری کو سعادت مقصود
کیا اور یہ سلسلہ آج تک بھی جاری وساری ہے۔ اور
یہی اجماع ہے۔

مسئلہ زیارۃ کی مذکورہ تفصیل سے وسیلہ کی حیثیت

بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں ندا کا بھی ثبوت ہے،
اور توسل و استغاثہ اور طلب شفاعت کا بھی ثبوت ہے۔

قیاس سے زیارۂ نبوی کا ثبوت

علامہ شیخ سمہودی لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ
نے اہل بقیع اور شہداء احد کی زیارت فرمائی۔ جب آپ
نے ان کی زیارت کو مستحسن سمجھا تو بدرجہ اولی آپ کی زیارۃ
مستحب ہو گی۔ کیونکہ اس میں حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم ہے۔
اور آپ سے تحصیل تبرک کی صورت بھی ہے۔ اور قریب سے
صلاۃ و سلام عرض کرنے میں فرشتوں کی موجودگی سے
ہم پر خدا کی رحمت نازل ہو گی۔

صاحب انوار الباری لکھتے ہیں، اس لحاظ سے
بھی حضور ﷺ کی زیارت سب سے زیادہ مؤکد ہو جاتی ہے کیوں کہ
قرآن مجید میں النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم
وارد ہے یعنی آپ کے ساتھ ہر امتی کی قرابت معنوی ہے، جو
قرابت جسمانی سے زیادہ اہم ہے۔ ایمانی اور روحانی رشتہ،
جسمانی رشتہ سے کہیں زیادہ قوی ہوتا ہے کیونکہ جسمانی رشتہ
عارضی اور وقتی ہے اور روحانی تعلق دائمی ہے اور حضور ﷺ
کی حیات برزخی حیات دنیوی کے مانند ثابت ہے۔ بقول شیخ
عبدالعزیز دباغ، حضور اکرم کے سینۂ مبارک میں سے نہایت
باریک نورانی دھاگے بے شمار نکلے ہوئے ہیں اور ہر مسلمان
کے قلب کے ساتھ ایک ایک دھاگے کا تعلق ہے جس کی وجہ
سے وہ اسلام اور ایمان پر ثابت اور قائم ہے۔ اگر وہ
دھاگہ ٹوٹ جائے تو ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔

زیارۃ نبوی ﷺ کے استحباب پر مذاہب اربعہ کا اتفاق

حنفی علماء نے زیارۃ نبوی ﷺ کو
قریب قریب واجب کی منزل میں شمار کیا ہے اور اس فعل کو
افضل مستحبات میں شامل کیا ہے۔ مالکی فقہاء میں سے شیخ
ابو عمران نے زیارت کو واجب قرار دیا ہے اور شیخ عبدی نے
"شرح الرسالہ" میں لکھا ہے کہ مدینہ منورہ زمین پر سب سے افضل مقام
ہے۔ لہٰذا مدینہ طیبہ زیارت نبوی کے لئے جانا کعبہ معظمہ اور
بیت المقدس جانے سے زیادہ افضل ہے۔ شافعی فقہاء
میں امام ابو الحسن علی نے زیارۃ قبر انور کو مندوب اور مستحب
لکھا ہے اور علامہ نووی نے "المناسک" میں قبر انور کی
زیارت کو افضل اعمال بتلایا ہے۔

مسئلہ توسل

مذکورہ تفصیل سے مسئلہ توسل کو سمجھنے
میں کافی آسانی پیدا ہو گئی کہ جب
نبی اکرم انبیاء اور صلحاء کا عند اللہ اتنا اونچا مقام ہے تو ان
کے توسل سے دعائیں مقبول ہونے میں کسی قسم کا شبہ باقی نہیں
رہ گیا اور توسل کا معنی تقرب ہے اور وسیلہ کا معنی ہر وہ ذریعہ
جس سے مقصود و مطلوب حاصل ہو سکے کل ما یتوسل
بہ الی المقصود اور آیت طیبہ میں وسیلہ ڈھونڈنے کا جو
حکم مل رہا ہے، اس سے اعمال صالحہ، طاعات، عبادات مراد
ہیں کیونکہ مذکورہ تمام افعال اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب اور
پسندیدہ ہیں۔ پسندیدہ چیز کے توسل سے تقرب خداوندی

حاصل ہونا بہت ممکن ہے۔ اسی مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے حضور اکرم ﷺ، انبیاء اور صلحا بھی خدا کے محبوب ہیں۔ لہٰذا ان کے توسل سے دعا کی جائے تو اس میں خلاف شرع کوئی بات نہیں۔

صاحب "مزرع الحسنات" نے آیت میں وسیلہ سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات مقدسہ قرار دینے کو مستحسن سمجھا ہے۔ اور مولانا اسمٰعیل شہید "منصب امامت" میں لکھتے ہیں: "مراد از وسیلہ شخصے ہست کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت۔" وسیلہ سے مراد ایسا شخص ہے جس کی قدر و منزلت، عند اللہ بہت ہو۔

صاحب انوار الباری نے لکھا ہے کہ علامہ کشمیری فرمایا کرتے تھے، ابن تیمیہ جو وسیلہ کے معنی صرف اعمال صالح بتلاتے ہیں یہ بات عربیت سے بعید ہے کیونکہ وہ دونوں کو شامل ہے۔ اور کسی لفظ کے عام معنی کو خاص کر دینا اس کے لغوی معنی کو بگاڑ دینا ہے، اور عام معنی لینے کی بات صرف ایک رائے نہیں ہے اور نہ صرف عموم لغوی کا مقتضی ہے، بلکہ وہی حضرت عمرؓ سے بھی منقول ہے کیونکہ انہوں نے استسقاء کے موقعہ پر حضرت عباسؓ سے توسل کرنے کے بعد یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے ھذا واللہ الوسیلۃ الی اللہ عزوجل یہی خدا کی قسم وسیلہ ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف۔

ان توضیحات سے اتنی بات معلوم ہوئی کہ وسیلہ کے مفہوم میں لغت و شرع کے لحاظ سے اشخاص اور اعمال دونوں داخل ہیں۔

شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کسی صالح بندہ کے وسیلہ سے دعا فرمائے تو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی حالت حیات میں صالحین سے توسل اور طلب دعا کرتا ہے۔ اس صورت میں بندہ درمیان میں صرف ایک وسیلہ ہے۔

اور علامہ نبھانی "شواہد الحق" میں فرماتے ہیں، توسل شفاعت اور استغاثت تمام کا ایک ہی مطلب ہے۔ مسلمانوں کے قلوب میں ان کا مفہوم صرف محبوبان الٰہی سے حصول برکت ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ صالحین کی بدولت رحمت فرماتا ہے چاہے وہ دنیا میں ہوں یا دنیا سے پردہ کر گئے ہوں۔ مؤثر اور موجد در اصل اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، اور یہ محبوبان الٰہی سبب عادی ہیں۔

علامہ موصوف کی وضاحت سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہو گیا جو وسیلہ کو عبادت اور تعبد سمجھا جا رہا تھا۔ دعاؤں میں صالحین کے توسل سے انکار ہی نہیں کیا جا سکتا جب کہ خود سید الانبیاء نے اپنی دعا میں پیش رو انبیاء کا وسیلہ لیا۔

چنانچہ حاکم نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ بنت اسدؓ (حضرت علیؓ کی والدہ) کو قبر میں لٹاتے ہوئے حضور ﷺ نے انبیاء سابقین کے توسل سے دعائے مغفرت فرمائی۔

اللہ الذی یحیی ویمیت وھو حی لا یموت اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد ولقنھا حجتھا ووسع علیھا مدخلھا بحق نبیک والانبیاء الذین من قبل فانک ارحم الراحمین۔

اور ایک حدیث ہے جس میں انبیاء کے توسل کے ساتھ ساتھ کتب آسمانی کا وسیلہ بھی لیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں:

اللھم انی اسئلک بمحمد نبیک وبابراھیم خلیلک وبموسیٰ نجیک وعیسیٰ روحک وعلمتک وبتوراۃ موسیٰ وانجیل عیسیٰ وزبور داؤد وفرقان محمد الیٰ آخرہ (جمع الفوائد)

حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرتؐ سے نسیان کی شکایت کی اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میں قرآن سیکھتا ہوں اور بھول جاتا ہے۔ نبی کریمؐ نے مذکورہ دعا بتلائی جس میں آپؐ کا وسیلہ انبیاء کا وسیلہ اور آسمانی کتابوں کا وسیلہ لیا جانا ثابت ہو رہا ہے۔

حضورؐ تخلیق سے قبل وسیلہ تھے

آنحضرتؐ کی ذات اقدس ہر حال میں وسیلہ ہے اور آپ سے توسل کا بھی وہی مفہوم ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے آپؐ کے مقام اور مرتبہ کے واسطہ سے دعا کی جائے۔ جلیل القدر انبیاء نے اپنی دعاؤں میں آپ کا وسیلہ لیا۔ کسی شاعر نے کہا ہے:

بہ قد اجاب اللہ آدم اذ دعا

ونجیّ فی بطن السفینۃ نوح

وما ضرت النار الخلیل نورہ

ومن اجلہ قال الفداء ذبیح،

اس میں چار انبیائے کرام کو ملنے والے احسانات وانعامات کا فیض نبی کریمؐ کی ذات مقدس کو ٹھہرایا گیا ہے۔

ابو حامد بن مرزوق نے "التوسل بالنبیؐ" میں یہ حدیث درج کی ہے جس میں حضرت آدمؑ نے حضورؐ سے وسیلہ لیا۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

لما اقترف آدم علیہ السلام الخطیئۃ قال یا رب اسئلک بحق محمد لما غفرت لی فقال تعالیٰ یا آدم کیف عرفت محمدًا ولم اخلقہ۔ قال یارب لانک لما خلقتنی بیدک ونفخت فی من روحک رفعت رأسی فرأیت علی قوائم العرش مکتوبا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ فعرفت انک لم تضف الی اسمک الا احب الخلق الیک

جب حضرت آدمؑ سے خطا کا صدور ہوا تو انہوں نے رب تعالیٰ سے دعا فرمائی اے اللہ میں بحق محمدؐ اپنی مغفرت چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ حضرت آدم سے پوچھا اے آدم، تم نے محمدؐ کو کیسے پہچانا میں نے تو انہیں ابھی پیدا بھی نہیں کیا ؟ اس پر حضرت آدم نے جواب دیا اے اللہ جب تو نے مجھے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا اور مجھ میں روح پھونکی تو میں سر اٹھایا۔ میری نظریں عرش پر جم گئیں جس پہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ میں اسی وقت سمجھ گیا کہ تو نے نام کے ساتھ کسی کا نام ملائے رکھا ہے تو یقیناً تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم محمد تمہاری اولاد میں آخری پیغمبر ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو تمہیں بھی پیدا نہیں کیا جاتا۔

حضرت آدم کی اس توسل سے یہ حقیقت منکشف ہو گئی کہ دعا میں محبوب خدا کا وسیلہ لیا جا سکتا ہے اور آنحضرتؐ

اپنی بعثت سے قبل بھی اہل کتاب (یہودی) کے لئے وسیلہ بنے رہے۔ چنانچہ سورۂ البقرہ میں ہے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا یہودی حضورؐ کی بعثت سے قبل جنگوں میں آنحضرتؐ کے توسل سے دعا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ حضورؐ اکرم کے صدقہ میں انہیں فلاح و کامرانی عطا فرماتا تھا۔ سدی نے لکھا ہے کہ یہودیوں کا مقابلہ جب بھی کفار سے ہوتا عین سخت لڑائی میں توریت اٹھالیتے' اور اس آیت پر انگلی رکھتے جس میں حضورؐ کا ذکر مبارک تھا' اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے' الٰہی بحرمت محمدؐ ہمیں نصرت و فتح عطا فرما۔ چنانچہ ان کی دعا قبول ہوتی۔

حضورؐ زندگی میں وسیلہ ہے

آپ کی حیات ظاہری میں جواز وسیلہ کے لئے بھی آیت کافی ہے جس میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ جب وہ اپنے نفسوں پر ظلم کریں بارگاہ رسالت میں حاضری دیں اور استغفار کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں تو اللہ تعالیٰ رحم کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اس آیت کی رُو سے زندگی بھر آپ مسلمانوں کے لئے ماوی و ملجا اور وسیلہ و ذریعہ بنے رہے۔

نسائی بیہقی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ عثمان بن حنیف نے فرمایا' ایک نابینا شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہؐ! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھوں میں روشنی اور بصارت عطا فرمائے۔

حضورؐ نے فرمایا صبر کرو' تمہارے لئے یہی بہتر ہے۔ نابینا شخص نے دوبارہ درخواست کی۔ حضورؐ دعا فرمائیے۔ نبیؐ کریم نے فرمایا بہتر طریقہ سے وضو کرو اور یہ دُعا پڑھو:-

اللھم انی اسئلك واتوجہ الیك بنبیك محمد نبی الرحمہ یا محمد انی توجھت بك الی ربی فی حاجتی لتقضی لی اللھم شفعہ فیّ۔

عثمان بن حنیفؓ فرماتے ہیں' وہ نابینا شخص جب دربار رسالتؐ میں دوسری مرتبہ حاضر ہوا تو اس کی بصارت واپس آچکی تھی۔ — اس حدیث کو امام ترمذی نے صحیح حسن اور غریب قرار دیا ہے۔ علامہ کوثری اسی حدیث سے توسل کا جواز ثابت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس میں حضور اکرمؐ کی ذات اور مرتبہ سے توسل ہے۔

چنانچہ حیات ظاہری میں توسل کیلئے بیشمار دلائل موجود ہیں۔ اگر دعا میں آپ کا وسیلہ درست نہیں تو حضورؐ لامحالہ اس کو منع فرماتے۔ لیجئے ایک اور حدیث جس میں اعرابی نے انبیاء کی ذوات کو ملجاء قرار دیا۔ حضرت انس بن مالک کی روایت ہے' ایک اعرابی حضورؐ کی خدمت میں آپہنچا اور قحط و خشک سالی کی شکایت کرتے ہوئے عرض کرنے لگا ہمارے لئے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ آپکے پاس دوڑ آئیں اور دامن رحمت میں پناہ لیں اور لوگ اپنے انبیاء کو چھوڑ کر بھی کہاں جائیں گے۔

ولیس لنا الا الیك فرارنا

وابیض فزار الناس لا الی الرسل

اسی وقت حضورؐ اپنی چادر مبارک کو سمیٹتے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے اور بارگاہِ ایزدی میں اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دئے اور عرض کرنے لگے یا اللہ! ہمیں بارانِ رحمت سے سیراب فرما جو ہمارے لئے نفع ہی نفع ہو۔ اور جلد نازل فرما اور مردہ زمین میں تازگی اور حیات عطا فرما اور جانوروں کو چارہ پانی نصیب فرما۔

ابھی آپ نے دعا بھی مکمل نہیں فرمائی تھی آسمان پر سیاہی چھا گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش ہونے لگی اور بارش میں اتنی تیزی پیدا ہو گئی کہ لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ! ہم ڈوبے جا رہے ہیں۔ اس وقت رحمتِ عالم نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ مدینہ کا مطلع صاف ہو گیا اور آسمان سے بادل چھٹ گیا۔ اس عجیب دلفریب نظارہ کو دیکھ کر حضورؐ کے چہرۂ انور پر مسکراہٹ پھیل گئی اور فرمانے لگے، میرے چچا ابو طالب ہوتے تو اس نظارہ سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ کوئی شخص ہے جو ان کے اشعار سنا سکتا ہے۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابو طالب کے قصیدہ سے چند شعر پڑھے جس میں آنحضرتؐ کو وسیلہ بنایا گیا تھا اور بارش طلب کی گئی تھی۔

وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتمیٰ عصمة الارامل

سرکارِ دو عالم تو سراپا رحمت ہی رحمت تھے۔ آپ کی ذات نہ صرف دعاؤں میں وسیلہ بنی رہی بلکہ عذابِ الٰہی سے بھی امان کا وسیلہ ثابت ہوئی۔ چنانچہ کافروں نے کہا اے محمد بلائیے اپنے عذاب خداوندی کو، ہم بھی دیکھیں کیسا ہوتا ہے۔ اس موقع پر صاف کہا گیا کہ سرورِ عالم کی ذات تمہارے درمیان موجود ہے۔ لہٰذا عذاب نہیں نازل کیا جائے گا۔ قرآن شاہد ہے:

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم یقیناً یہ عذاب کا ٹل جانا عنداللہ آپ کے بلند مرتبہ ہونے کا واضح اور بین ثبوت ہے۔ اور یہ بھی آپ کی ذات ہی کا وسیلہ اور صدقہ ہے کہ تمام بنی نوع انسان وبائے عام اور آسمانی بلاؤں اور عذابوں سے محفوظ ہے۔ اگر اس کو آپ کے جلد ظہر کی موجودگی اور بقا کا وسیلہ قرار دیا جائے تو بے جا بات نہ ہوگی، کیونکہ تاریخ شاہد ہے جب کبھی انسانوں نے احکاماتِ خداوندی کو ترک کیا اور انبیاء کی مخالفت کی تو آسمان سے آگ برسی اور ہوائیں تند و تیز آندھیاں چلنے لگیں جس سے ساری قومیں ہلاک ہو جاتی تھیں، ایسے عظیم اور ہمہ گیر آسمانی عذابوں سے نجات امت مسلمہ کے لئے یقیناً یہ آنحضرتؐ کی ذات کا وسیلہ اور صدقہ ہے۔

علامہ تقی الدین

حضورؐ بعد وفات بھی وسیلہ ہیں

شافعی شفاء السقام میں لکھتے ہیں آیت ولو انھم کا حکم آنحضرتؐ کی موت سے منقطع نہیں ہوا۔ اس حالت میں بھی امت کے لئے آپ کا

استغفار اور شفاعت ثابت ہے ۔
علامہ قسطلانی "شرح المواہب" میں لکھتے ہیں، زائر
نبی اکرمؐ کو چاہیئے کہ زیارت کے وقت خشوع وخضوع اور تضرع
کے ساتھ دعا میں حضورؐ سے استغاثہ شفاعت اور وسیلہ طلب کرے
آپ سے طلب شفاعت کرنے والا یقیناً اس بات کا مستحق ہے کہ اللہ
تعالیٰ آپ کی شفاعت کو قبول کرے ۔

صاحب انوار الباری نے شیخ قضاعی کا یہ قول نقل
کیا ہے کہ اگر فقیہہ کے پاس بعد وفات جواز وسیلہ کیلئے کوئی دلیل
نہ بھی ہو تو حالت حیات میں جواز توسل پر قیاس کافی ہے۔ کیونکہ
حضورؐ کے لئے حیات باطنی ثابت ہے اور آپ کی شفقت وعنایت
امت کے حال پر ہمیشہ اور دائم ہے اور آپ اللہ کی اجازت سے
شئون امت میں تصرف فرماتے ہیں، احوال امت سے با خبر
ہیں اور اعمال امت آپ پر پیش ہوتے ہیں ۔

بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت فاروقؓ کے دور حکومت
میں قحط پڑا۔ ایک شخص روضۂ نبویؐ میں حاضر ہوا اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگا۔ اپنی امت کے لئے دعا فرمایئے
وہ قحط سے ہلاک ہو رہی ہے۔ اس کے معروضہ کے بعد وہ شخص
واپس چلا گیا۔ اس کے خواب میں حضورؐ تشریف لاتے ہیں، اور
فرماتے ہیں، جاؤ عمرؓ کو میرا اسلام کہو اور بارش کی بشارت
دو اور کہو کہ ہوشیار رہیں ۔

یہ شخص دیار نبویؐ سے مشرف ہونے کے بعد سیدھے حضرت
عمرؓ کی خدمت میں پہنچا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ حضرت عمرؓ
آبدیدہ ہوگئے اور فرمانے لگے یا اللہ امت کی فلاح و
بہبودی کے لئے جتنی کوشش ہوسکتی ہے اس میں کسی
قسم کی کوتاہی نہیں کر رہا ہوں ۔

یہ اثر حضورؐ سے بعد وفات دعا کی درخواست
کے لئے بیّن دلیل ہے اور صحابۂ کرام اس حقیقت سے اچھی
طرح واقف تھے۔ آپ سائل کے سوال کو سنتے ہیں، اور
دعا فرماتے ہیں ـــــ علامہ سبکی "شفاء السقام" میں لکھتے
ہیں ومحل الاستشهاد من هذا الاثر طلبه
الاستسقاء من النبي صلى الله عليه وسلم
بعد موته في مدة البرزخ ولا مانع من ذلك
فان دعا النبي صلى الله عليه وسلم لربه تعالیٰ في
هذه الحالة غير ممتنع ۔

یعنی مذکورہ اثر سے معلوم ہوا کہ سرور عالمؐ سے
اس حالت میں بھی استمداد منع نہیں ہے ۔

طبرانی نے روایت کی ہے کہ عثمان بن حنیف سے
مروی ہے۔ ایک شخص کو حضرت عثمان ابن عفانؓ سے
کوئی ضرورت پوری کرنی تھی۔ لیکن آپ اسکی طرف متوجہ ہی
نہیں ہو رہے تھے۔ وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف سے ملا
اور اپنی ساری باتیں پیش کی۔ حضرت ابن حنیف نے
فرمایا اچھا جاؤ۔ کامل وضو کرو اور دو رکعت صلاۃ حاجت
پڑھو اور یہ دعا کرو :- اللهم انی اسئلك
واتوجه اليك بنبينا محمد صلى الله عليه وسلم

نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربک فیقضی حاجتی اس دعا کے بعد وہ شخص سیدھے حضرت عثمان ابن عفان کے پاس چلا گیا۔ آپ نے فوراً اس کی طرف توجہ فرمائی اور اس کی ضرورت کو پورا کیا۔ وہ شخص سیدھے حضرت ابن حنیف کی خدمت میں پہنچا اور شکریہ ادا کرنے لگے کہ آپ نے میرے بارے میں حضرت عثمان رضؓ سے سفارش فرمائی۔ خدا جزائے خیر دے۔ اس پہ حضرت عثمانؓ ابن حنیف نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں ابن عفان سے ملا بھی نہیں یہ دعا تو تمہیں اس لئے بتلایا تھا کہ حضور اکرمؐ کے زمانے میں ایک نابینا شخص اسی دعا سے بینا ہو گیا۔

صاحب انوار الباری علامہ کوثری کے بیان کو نقل فرماتے ہیں جو مذکورہ اثر سے متعلق ہے۔ حضرت عثمان بن حنیف میں موضع استشہاد یہ ہے کہ صحابی مذکور نے دعائے حاجت سے یہ سمجھا کہ وہ دعا حضور علیہ السلام کے زمانۂ حیات کے ساتھ خاص نہیں ہے اور یہ توسل ونداء بعد وفات بھی صحیح ہے اور اس پہ حضرات صحابۂ کرام کا عمل متوارث رہا ہے۔

خلیفہ منصور نے حضرت امام مالک سے پوچھا۔ وقت دعا اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کروں یا آنحضرتؐ کے چہرہ کی جانب۔ حضرت امام مالکؒ نے فرمایا اے منصور! اپنا چہرہ حضور کی طرف کرو، یہ تمہارے اور تمہارے باپ حضرت آدم کا وسیلہ ہیں لہٰذا آپ کی طرف سے چہرہ کو مت پھیرو اور ضرور دعا میں حضور اکرم کا وسیلہ طلب کرو۔

"شفاء السقام" میں علامہ سبکی فرماتے ہیں' ابی جوزا سے روایت ہے کہ اہل مدینہ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے اور حضرت عائشہ رضؓ سے لوگوں نے شکایت اور فریاد کی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا حضور اکرم کی قبر انور کے مقابل آسمان کی جانب سوراخ کھول دو۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ خوب بارش ہوی اور چاروں طرف ہریالی اور سبزی چھا گئی اور جانور کثرت چارہ سے فربہ ہو گئے۔ اور یہ سال "عام الفتق" سے مشہور ہوا۔

"جذب القلوب" میں علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: "وا مروے بکشادن دریچہ رمزے واضح است بآنکہ موجب فتح باب مطلوب دعا وسوال آنحضرتؐ از درگاہ رب العالمین جل جلالہ۔" دریچہ کھولنے کا راز یہ ہے کہ حضورؐ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں۔

"الدرر السنیہ" میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضور اکرم کی وفات کے بعد تشریف لائے اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور روتے ہوئے فرمانے لگے، یا رسول اللہؐ! ہم آپ کے شریک حال ہیں' رب تعالیٰ کے پاس ہمارا ذکر فرمائیے۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ علی خواص نے کہا' تم اللہ تعالیٰ سے سوال کریں تو حضور اکرم سے وسیلہ لو۔ اس حال کو فرشتے آپ تک پہنچاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ فلاں شخص نے آپ کے حق سے سوال کیا ہے۔ اس پہ حضور اکرمؐ اللہ تعالیٰ سے اسکی ضرورت پوری ہونے کے لئے دعا فرماتے ہیں اور آپ

کی دعا مستجاب ہے جو یقیناً قبول ہوتی ہے۔

حضورؐ مواقف قیامت میں بھی وسیلہ رہیں گے

شرح عقائد نسفی میں ہے شفاعتی لاھل الکبائر من امتی میری شفاعت امت میں گناہ کبیرہ کے مرتکب لوگوں کے لئے ہے اور وہ تمام حدیثیں اوپر نقل کی جا چکی ہیں جن میں حضورؐ کی شفاعت کی یقین دہانی موجود ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضورؐ میدان حشر و قیامت میں بھی امت مسلمہ کے لئے شفاعت کے ذریعہ اور عذاب الٰہی سے امن کے لئے وسیلہ بنے رہیں گے۔ اس سلسلہ میں کتب حدیث سے بہت ساری احادیث مل سکتی ہیں۔

"مصباح الظلام فی المستشفین بخیر الانام" میں ابو عبداللہ بن نعمان مالکی لکھتے ہیں: ۔ ان الاستعانة والتوسل والتشفع والتوجه بالنبی واقع فی کل حال قبل خلقه وبعد خلقه فی مدة حیاته وبعد موته فی البرزخ وفی عرصات القیامة ہر حال میں حضور اکرمؐ سے استغاثہ تشفع، توسل اور توجہ کا رابطہ قائم ہے۔ تخلیق سے قبل حیات ظاہری، حیات برزخی اور قیامت۔

حاصل تحریر حضور اکرمؐ سے اپنی دعاؤں میں وسیلہ لینا چاہئے۔ یقیناً آپ قبل تخلیق بھی وسیلہ تھے۔ حیات ظاہری میں وسیلہ رہے اور حیات برزخی میں وسیلہ ہیں۔ اور مواقف قیامت میں بھی وسیلہ رہیں گے۔

صالحین کا توسّل

آنحضرتؐ سے دعا میں توسّل کا ثبوت بہت سی حدیثوں سے فراہم ہوتا ہے تفصیل کے لئے کتب احادیث کی جانب رجوع فرمائیں۔ اور صالحین کا توسل بھی ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے طلب باراں کے لئے حضرت عباسؓ کو وسیلہ قرار دیا اور ان کے توسل سے دعا فرمائی: اللھم انا کنا اذا قحطنا توسلنا الیك نبینا فتقینا وانا نتوسل الیك بعم نبینا اصلی اللہ علیہ وسلم اے اللہ قحط اور خشک سالی کے موقعہ پر ہم اپنے نبی کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے اب ہم نبی کریم کے چچا کے وسیلہ سے دعا کر رہے ہیں۔

حضرت عباس اگرچہ کے اس وقت تمام کی دعاؤں میں وسیلہ تھے لیکن خود آنحضرتؐ کا وسیلہ لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے ہیں: ۔ اللھم انه لم ینزل من السماء بلاء الا بذنب ولا یکشف الا بتوبة و قد توجه بی القوم الیك لمکانی من نبیك صلی اللہ علیہ وسلم۔ فاحفظ اللھم نبیك فی عمه اقبل دعای لاجل نبیك۔ اے اللہ! بلاؤں اور مصیبتوں کا نزول گناہوں کا نتیجہ ہے اور یہ اس وقت تک ٹل نہیں سکتیں، جب تک کہ توبہ نہ کی جائے۔ اے اللہ امت تیرے نبی کی قرابت اور رشتہ داری کی وجہ سے دعا میں مجھے وسیلہ ٹھہرائی ہے۔ اے اللہ تو اپنے نبی کے چچا کی لاج رکھ لے اور نبی کریم کے وسیلہ سے دعا کو قبول فرما۔

علامہ سبکی "شفاء السقام" میں حضرت عباسؓ سے

کئے گئے توسل سے استدلال قائم فرماتے ہیں کہ اسی طرح دعاؤں میں صالحین کا وسیلہ لینا درست ہے۔ اس کا انکار کوئی مسلمان تو کیا آسمانی کتاب کا پیرو بھی نہیں کر سکتا۔ علامہ موصوف نے حضرت عباسؓ کے بارے میں ابن عتبہ کا یہ شعر بھی نقل کیا ہے: بعمی سقی اللہ الحجاز واھلہ

عشیۃ لیستقی بشیبۃ عمر

اللہ تعالیٰ نے اہل حجاز کو میرے چچا کے وسیلہ سے سیراب کیا جبکہ حضرت عمرؓ نے ان کے بڑھاپے کے صدقہ میں بارش کے لئے دعا فرمائی۔

صاحب وسیلہ جلیلہ نے امام ابو عبد اللہ کا قول سفینۃ النجاء لاہل الالتجاء سے نقل کیا ہے: تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زیارۃ قبور الصالحین محبوبۃ لاجل التبرك مع الاعتبار فان برکۃ الصالحین جاریۃ بعد مماتھم کما کانت فی حیاتھم والدعاء عند قبور الصالحین والتشفع بھم معمول بہ عند علماء المحققین من ائمۃ الدین۔ ارباب بصیرت کے لئے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ قبور صالحین کی زیارت عبرت اور برکت کیلئے ہے اور صالحین کی برکت ان کے انتقال کے بعد بھی اسی طرح رہتی ہے جس طرح عالم حیات میں تھی۔ امت کے خواص کا معمول رہا ہے کہ وہ صالحین کے پاس دعا کرتے اور اس سے توسل اختیار کرتے ہیں۔

شیخ محمد شامی، عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان میں لکھتے ہیں:-

لم یزل العلماء وذو الحاجات یزورون قبر الامام الاعظم ابی حنیفۃ ویتوسلون الی اللہ تعالیٰ فی قضاء حوائجھم۔ علماء و حاجت مند افراد حضرت ابو حنیفہؒ کے مزار کی زیارت کرتے اور اللہ تعالیٰ سے آپ کے وسیلہ سے دعا مانگتے۔

اور خود حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں:- انی لاتبرك بابی حنیفۃ واجی الی قبرہ وسألت اللہ عندہ فیما یبعد حتی تقضی میں حضرت ابو حنیفہ سے تحصیل تبرک وسعادت کیلئے انکی مزار پہ جاتا اور بارگاہ ایزدی میں انکے وسیلہ سے دعا کرتا تو اللہ تعالیٰ فوراً میری حاجت پوری فرماتا۔

تبرکات سے توسل

اللہ تعالیٰ صالحین کی بدولت برکت اور رحمت ان کے ہم نشینوں اور ان کی زیارت کرنے والوں اور ان کے استعمال میں آنے والی چیزوں تک پھیلا دیتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں کہ ان کے تبرکات سے بھی دعا مقبول ہوتی رہی اور لوگوں کو طرح طرح کے فوائد حاصل ہوتے رہے ہیں۔ یہ تمام چیزیں صرف سبب عادی کی حیثیت رکھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز عطا کرنے والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی۔ میری یہ قمیص لے جاؤ اور والد محترم کی آنکھوں پر ڈال دو بصارت آجائے گی۔

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خدام نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ پیراہن یوسفی میں وہ برکت رکھا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی کھوئی ہوئی بینائی دوبارہ واپس آگئی۔

سورۂ بقرہ میں ہے: ان آیۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ بقول حضرت شمویل، طالوت کی بادشاہت کی مضبوطی و استحکام اور ہر جنگ میں اس کی فتح و نصرت کا سبب یہ ہے کہ اس کے پاس ایک تابوت ہے جس میں سکینہ اور طمانیت بھری ہے اور اسمیں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے تبرکات موجود ہیں، اور بنی اسرائیل جنگوں میں اسی تابوت کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ کے تبرکات کا توسل دعاؤں میں لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں نصرت عطا فرماتا ہے۔

اور حضور اکرمؐ کے تبرکات کی اہمیت اور قدر و قیمت صحابۂ کرام کی نظروں میں کس قدر تھی حضرت عروہ بن مسعود ثقفی کی زبان میں ملاحظہ فرمائیے:-

آپ قبول اسلام سے قبل کافروں کی جانب سے بحیثیت قاصد صلح حدیبیہ کے موقع پر بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوتے ہیں اور یہاں کے آداب دربار ماحول سے متاثر ہوتے ہیں اور اپنی قوم سے فرماتے ہیں:

"اے قوم! مجھے قیصر و کسریٰ جیسے عظیم الشان صاحب قوت و وجاہت بادشاہوں کے دربار میں بارہا جانے کا موقع ملا ہے لیکن مجھے محمدؐ جیسا بادشاہ کہیں نظر نہیں آیا۔ آپ کی عظمت و شوکت تمام لوگوں پر چھائی ہوئی ہے، اور آپ کے اصحاب اتنی تعظیم و تکریم کرتے ہیں کہ نبیؐ کریم سے آنکھ ملا کر بات نہیں کرتے اور ان کی آوازیں بھی بلند نہیں ہوتیں، اور جب نبی کریمؐ کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو ہر شخص تعمیل کے لئے دوڑ پڑتا ہے۔ اور آپ جب وضو فرماتے ہیں، تو وضو کے پانی کو نیچے گرنے نہیں دیتے۔ اپنے اپنے ہاتھ پھیلا دیتے ہیں اور [illegible] پانی کے قطرات کو اپنے جسم اور اپنے چہرہ پر مل لیتے ہیں۔

صحابۂ کرام جیسے دین فہم حضرات کا اپنے چہروں اور جسموں پر وضو کا پانی مل لینا ہے یہ تحصیل تبرک نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟

حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضرت ابوطلحہ انصاری سے نے حضور اکرمؐ کے موئے مبارک کو صحابۂ کرام میں تقسیم فرمایا اور تبرکات آج بھی موجود ہیں اور امت کے اکابرین کا یہ عمل رہا ہے کہ اس موئے مبارک کو پانی بھرے کاسہ میں رکھ دیتے ہیں اور مریضوں کو پلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مریضوں کو شفا عطا فرما رہا ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس حضور اکرمؐ کا ایک موئے مبارک تھا جس کو آپ اپنی ٹوپی میں محفوظ کئے ہوئے تھے اور اسکی آپ کے پاس اتنی قدر تھی کہ ہمیشہ اس ٹوپی کو استعمال کرتے تھے۔ حتیٰ کہ میدانِ جنگ میں ایک مرتبہ ٹوپی

نیچے گر گئی تو آپ اس قدر پریشان اور خائف ہو جاتے ہیں کہ دشمنوں سے غافل ہو کر اس ٹوپی کی تلاش میں لگ جاتے ہیں۔

حضرت مالک رضؓ بن سنان اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے آنحضرتؐ کا خون پی لیا تھا جبکہ آپ نے پچھنہ لگایا۔ حضورؐ نے فرمایا لن تصیبك النار جہنم سے نجات کی بشارت ملی۔

حاصل کلام دعاؤں میں حضور اکرمؐ انبیا اور صلحاء اور ان کے تبرکات کا توسل کتب احادیث اور سلف صالحین کی کتابوں سے اچھی طرح ثابت ہو رہا ہے اور اعمال صالحہ کو دعا میں وسیلہ قرار دینے سے کسی نے انکار نہیں کیا۔

اس باب میں اصل شئے یہ ہے کہ عنداللہ محبوب و پسندیدہ چیز کے وسیلہ سے دعا مقبول ہونے کی قوی امید ہے۔ اور اعمال صالحہ جس طرح اللہ تعالیٰ کو محبوب ہیں اسی طرح نبی کریمؐ اور دیگر صلحاء بھی عنداللہ محبوب ہیں اور ہم اپنے اعمالِ صالحہ کے مقابلے میں ان محبوبانِ الٰہی کے اعمال پر اعتماد کر سکتے ہیں کہ وہ یقیناً صالحیت، للٰہیت اور کمالیت کے وصف سے متصف ہونگے۔

لہٰذا دعاؤں میں نبی کریم جو تمام مخلوقات میں عنداللہ محبوب ہیں اور صلحاء جو آپ کی کامل اتباع سے عنداللہ محبوب ہیں آپ کا اور ان نفوس قدسیہ کا وسیلہ لینے میں کونسی قباحت لازم آتی ہے؟ البتہ دعا میں ایسے الفاظ استعمال نہ کئے جائیں جن سے شرک کی بو آ سکے۔ بلکہ یوں عرض کیا جائے:۔

الٰہی بحرمت سید الانبیاء و بحق محمدؐ بحق فلاں، بجاہ فلاں ببرکت فلاں اور ان الفاظ میں حق سے مراد جاہ اور مرتبہ ہے ــــ مسئلہ توسل کی تشریح اور تفہیم سے ہمارا منشاء صرف یہ ثابت کرنا تھا کہ جس طرح اعمال صالحہ سے توسل کیا جا سکتا ہے اسی طرح حضور اکرمؐ اور دیگر انبیاء و صلحاء کی ذوات اور اعمال سے بھی توسل کیا جا سکتا ہے اور یہ وضاحت بھی مطلوب تھی کہ ہم اہل سنت و جماعت غیر اللہ کی تاثیر کے قائل نہیں اور نہ ہی بجز خدا کسی اور میں اثر و خلق، ایجاد و اعدام اور نفع و ضرر کی قوت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور نہ ہی غیر اللہ کو الوہیت اور عبادت کا درجہ دیتے ہیں۔ حضور اکرمؐ اور صالحین کا وسیلہ دعا میں لیا جاتا ہے تو اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ وہ حقیقتاً اور مستقل بالذات نفع و ضرر، ایجاد و اعدام اور قوت و تاثیر کے مالک ہیں۔ توسل کا منشا اور مقصد صرف یہی رہتا ہے کہ یہ صالحین عنداللہ محبوب ہیں۔ جس طرح عنداللہ اعمالِ صالح محبوب ہیں۔ اگر مخلوق کے واسطے سے دعا میں سوال ناجائز ٹھہرتا ہے تو اعمال کے وسیلہ سے بھی مانگنا ناجائز ٹھہر سکتا ہے کیونکہ اعمال بھی مخلوق ہیں۔

غرض اعمال ہو یا ذوات انبیاء و صلحاء یہ صرف درمیان میں ایک واسطہ اور ذریعہ ہیں ضرورتوں کی تکمیل کا سوال اللہ تعالیٰ ہی سے ہے اور وہی ہماری ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے۔

مذکورۂ بالا واقعات و حقیقتوں سے یہ بات واضح ہوتی

ہے کہ اولیائے کرام و بزرگانِ دین کے قبور کی زیارت کرنا اور انکے توسل سے دعا مانگنا شرعی حیثیت سے جائز ہے۔
آخر میں ہمیں اتنا اور عرض کرنا ہے کہ یہ مسئلہ شرعی حیثیت کے علاوہ ذوقی اور وجدانی حیثیت کا حامل ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئیے کہ اعتدال کی روش اپنائیں۔ اور دیگر مسائل میں بھی افراط و تفریط سے محفوظ رہیں۔

ملاحظات:

شفاء السلام فی زیارۃ خیر الانام • انوار الباری • وسیلۂ جلیلہ • الوسیلۃ العظمیٰ • برکات الامداد
رحمت خدا بوسیلۂ اولیاء • البصائر • سیف الجبار • الدرر السنیہ • جاء الحق • فتح العزیز • فصل الخطاب
التوسل بالنبی • الفرقان جنوری سنہ ۱۹۷۸ء • موج کوثر •

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مخزن السلاسل

نویں قسط ۹

تصنیف انیف
قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین
حضرت مولانا و مرشدنا سید شاہ ابو الحسن ثانی قادری قدس سرہ العزیز

ترجمہ از:
افضل العلماء ابو المکارم
سید مصطفیٰ حسین بخاری
قادری کرنولی فاضل لطیفیہ
جنرل سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف
مکانِ حضرت قطبؒ ویلور
ممبر سنڈیکیٹ مدراس یونیورسٹی مدراس

مخزن السلاسل کی یہ نویں قسط ہے۔ جو سلاسل مدنیہ کے تین ۳، نقشبندیہ کے ایک ۱، اویسیہ کے چار ۴ اور ابوسعید ابوالخیریہ کے سات ۷ جملہ پندرہ سلسلوں پر مشتمل ہے۔

صاحب مخزن السلاسل حضرت مولانا و مرشدنا سید شاہ ابو الحسن ثانی قدس سرہ العزیز نے ایکسو اکانوے ۱۹۱ سلاسل میں جہاں اپنے ہمشیر زادہ سید شاہ کریم اللہ قادری کرنولی قدس سرہ العزیز کو اجازت و خلافت سے سرفراز کیا، اپنے نبیرۂ خاص حضرت مولانا و مرشدنا سید شاہ عبد اللطیف قادری بیجاپوری ثم ویلوری قدس سرہ العزیز کو بھی اس نعمتِ عظمیٰ سے مشرف فرمایا جو خانوادۂ اقطاب ویلور قدس اسرارہم کے پہلے بزرگ ہیں۔
الحمد للہ مذکورہ ایکسو اکانوے ۱۹۱ سلاسل میں اجازت و خلافت کا سلسلہ ہنوز آپ کی اولاد امجاد یعنی بزرگانِ مکان حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہ العزیز میں جاری ہے۔

بخاری عفی اللہ عنہ

اما الخرقۃ المدینیہ فثلثۃ

احدھا البسہا الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من ابیہ السیّد علی محمّد وھو من السید محمّد وھو وھو من ابیہ السیّد جلال ماہ عالم وھو من ابیہ السید حسن وھو من ابیہ السید عبدالغفور وھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السیّد راجو وھو من ابیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ احمد کھتو وھو من الشیخ ابی اسحٰق وھو من شمس الدین الشیخ محمد الکیمی المغربی وھو من الشیخ ابی العباس احمد القریشی التلمسانی وھو من الشیخ ابی محمد صالح الاکاکی وھو من قدوۃ الاولیاء العظام خلاصۃ المشائخ الکرام قطب المشائخ والزھاد بدر العباد والاوتاد ابی مدین شعیب المشھور بالشیخ الکبیر المغربی وھو من ابی یعزیٰ موعود المغربی وھو من الشیخ ابی سعید الاندلسی وھو من الشیخ ابی البرکات وھما من الشیخ ابی الفضل البغدادی وھو من الشیخ احمد الغزالی وھو من الشیخ ابی بکر النساج وھو من الشیخ ابی القاسم الکرگانی وھو من الشیخ ابی عثمان المغربی وھو من الشیخ ابی

خرقہائے مدنیہ تین ۳ ہیں

پہلا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ اپنے والد سید حسن سے وہ اپنے والد سید عبدالغفور سے وہ اپنے والد سید احمد سے وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ شیخ احمد کھتو سے، وہ شیخ ابو اسحاق سے وہ شمس الدین شیخ محمد کیمی مغربی سے وہ شیخ ابوالعباس احمد قریشی تلمسانی سے وہ شیخ ابو محمد صالح آکاکی سے وہ قدوۂ اولیاء عظام خلاصۂ مشائخ کرام قطب مشائخ و زہاد بدر عباد و اوتاد ابو مدین شعیب المشہور بہ شیخ کبیر مغربی سے آپ ابو یعزیٰ موعود مغربی سے وہ شیخ ابوسعید اندلسی سے وہ شیخ ابوالبرکات وہ دونوں شیخ ابوالفضل بغدادی سے وہ شیخ احمد غزالی سے وہ شیخ ابو بکر نساج سے وہ شیخ ابوالقاسم گرگانی سے وہ شیخ ابو عثمان مغربی سے وہ شیخ ابو علی کاتب

علی الکاتب وھو من الشیخ ابی علی الرودباری وھو من السید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من المعروف الکرخی وھو من الامام علی موسیٰ الرضا وھو من ابیہ الامام موسیٰ الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر صادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبد اللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

سے وہ شیخ ابو علی رودباری سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے، وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے وہ اپنے والد اشرف الشہداء، محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبداللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ وسلم سے اور آپ نے نورِ مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثانیۃ لبسھا الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم ابیہ السید نور اللہ وھو من ابیہ
السیّد علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ
السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد
بن احمد وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من
ابیہ السید محمد زاھد وھو من اخیہ السید محمد
بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عبد اللہ وھو
من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ ،
المشھور بقطب العالم وھو من اسمٰعیل ابن ابراھیم
الجیرتی وھو من الضجاعی وھو من برھان الدین
العلوی وھو من الشیخ ابی العباس محمد بن احمد
بن ابراھیم الحماش وھو من الشیخ ابی الفضل قاسم
ابن سعد بن محمد العذری وھو من الشیخ
ابی محمد عبد اللہ بن یوسف الخلاشی وھو من
الشیخ ابی جعفر بن عبد اللہ بن السید بونہ الخزاعی
وھو من قدوۃ الاولیاء العظام خلاصۃ المشائخ
الکرام قطب المشائخ والزھاد بدر العباد والاوتاد
ابی مدین شعیب المشھور بالشیخ الکبیر
المغربی وھو من ابی یعزیٰ موعود المغربی وھو
من علی بن ابی الجرازم وھو من الشیخ ابی بکر
محمد بن عبد اللہ بن ابی بکر وھو من ابی
حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی
الطوسی وھو من ابی المعالی الخوّنی وھو

دوسرا خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے
پہنا ہے وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید
محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ
سید شیر محمد ابن احمد سے، وہ اپنے دادا سید
عرب شاہ سے وہ اپنے والد سید محمد زاھد سے
وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم
سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابومحمد
عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ اسمٰعیل
ابن ابراہیم جیرتی سے وہ ضجاعی سے وہ برہان
الدین علوی سے وہ شیخ ابوالعباس محمد ابن
احمد ابن ابراہیم حماش سے وہ شیخ ابوالفضل
قاسم ابن سعد ابن محمد عذری سے، وہ
شیخ ابومحمد عبد اللہ ابن یوسف خلاشی سے
وہ شیخ ابوجعفر ابن عبد اللہ ابن سیّد بونہ
خزاعی سے وہ قدوۂ اولیاء عظام خلاصۂ
مشائخ کرام قطب مشائخ وزہاد بدر عباد واوتاد
ابومدین شعیب المشہور بہ شیخ کبیر مغربی سے
آپ ابو یعزیٰ موعود مغربی سے وہ ابوالحسن
علی ابن جرازم سے وہ شیخ ابوبکر محمّد ابن
عبد اللہ ابن ابوبکر سے وہ ابوحامد محمد
ابن محمد ابن محمّد غزالی طوسی سے، وہ
ابوالمعالی خوّنی سے وہ ابوالقاسم

ابی القاسم القشیری وھومن ابی علی
الدقاق وھومن ابی القاسم النصیرآبادی
وھومن الشیخ ابی بکر الشبلی وھومن
سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادیؒ
وھومن خالہ السری السقطی وھو
من المعروف الکرخی وھومن داؤد الطائی
وھومن حبیب العجمی وھومن اسد اللہ
الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب
کرم اللہ وجھہٗ وھومن خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد
ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ
واصحابہٖ وسلم وھومن امرذی النور
المبین بواسطۃ الروح الامین ۔

قشیری سے وہ ابوعلی دقاق سے وہ ابوالقاسم
نصیر آبادی سے وہ شیخ ابو بکر
شبلی سے، وہ سید الطائفہ
ابو القاسم جنید بغدادی سے
وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ
معروف کرخی سے وہ داؤد طائی
سے وہ حبیب عجمی سے وہ اسد اللہ
الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب
کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے
بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

الثالثة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من السید محمد المشهور بشاہ حضرت الحسینی
وهو من عبدالصمد وهو من السید عطیة
الله وهو من الشاہ محب الله وهو من الشاہ
محمد وهو من ابیه الشاہ عطیة الله و
هو من ابیه الشاہ برهان الدین خلیل الله
الثانی وهو من الشاہ حبیب الدین محب الله
وهو من ابیه الشاہ برهان الدین خلیل الله
وهو من الشاہ نور الدین نعمت الله الکرمانی
وهو من الشیخ امام الیافعی وهو من الشیخ
صالح البربری وهو من الشیخ کمال الدین
الکوفی وهو من الشیخ ابی الفتوح سعد الدین
البغدادی وهو من قدوة الاولیاء العظام
خلاصة المشائخ الکرام قطب المشائخ والزهاد
بدر العباد والاوتاد ابی مدین شعیب المشهور
بالشیخ الکبیر المغربی وهو من الشیخ
ابی سعید الاندلسی وهو من الشیخ ابو البرکات
وهما من الشیخ ابی الفضل البغدادی وهو
من الشیخ احمد الغزالی وهو من الشیخ ابی
بکر النساج وهو من الشیخ ابی القاسم
الگرگانی وهو من الشیخ ابی عثمان المغربی
وهو من الشیخ ابی علی الکاتب وهو
من الشیخ ابی علی الرودباری وهو من

تیسرا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے سید
محمد المشہور بہ شاہ حضرت حسینی سے پہنا
ہے، وہ عبدالصمد سے، وہ سید عطیۃ اللہ
سے وہ شاہ محب اللہ سے، وہ شاہ محمد سے
وہ اپنے والد شاہ عطیۃ اللہ سے، وہ اپنے والد
شاہ برہان الدین خلیل اللہ ثانی سے، وہ
شاہ حبیب الدین محب اللہ سے، وہ اپنے
والد سید شاہ برہان الدین خلیل اللہ سے وہ
شاہ نور الدین نعمت اللہ کرمانی سے، وہ
امام یافعی سے وہ شیخ صالح بربری سے
وہ شیخ کمال الدین کوفی سے، وہ شیخ ابوالفتوح
سعد الدین بغدادی سے، وہ قدوۃ الاولیاء
عظام خلاصۂ مشائخ کرام قطب
مشائخ و زہاد بدر عباد و اوتاد،
ابو مدین شعیب المشہور بہ شیخ کبیر
مغربی سے آپ شیخ ابوسعید اندلسی
سے، وہ شیخ ابوالبرکات سے وہ دونوں
شیخ ابوالفضل بغدادی سے وہ شیخ
احمد غزالی سے وہ شیخ ابوبکر نساج
سے وہ شیخ ابوالقاسم گرگانی سے
وہ شیخ ابوعثمان مغربی سے، وہ شیخ
ابوعلی کاتب سے وہ شیخ ابوعلی رودباری
سے، وہ سید الطائفہ

سیّد الطائفۃ ابی القاسم الجنید
البغدادی وھو من خالہ السری السقطی
وھو من معروف الکرخی وھو من الامام
علی موسیٰ الرضا وھو من ابیہ الامام
موسیٰ الکاظم وھو من ابیہ الامام
جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام
محمد الباقر وھو من ابیہ الامام
علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف
الشھداء محبوب خیر الانبیاء الامام
ابی عبد اللہ الحسین وھو من ابیہ
اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی
بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ
وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر
ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے
ماموں سری سقطی سے، وہ معروف
کرخی سے، وہ امام علی موسیٰ رضا
سے وہ اپنے والد امام موسیٰ
کاظم سے وہ اپنے والد امام
جعفر صادق سے وہ اپنے والد
امام محمّد باقر سے وہ اپنے والد امام
علی زین العابدین سے وہ اپنے
والد اشرف الشہداء محبوب خیر الانبیاء
امام ابو عبد اللہ حسین سے آپ اپنے والد
اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی
ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ
خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ
علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم اور آپؐ نے
نورِ مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنایا ہے۔

اما الخرقة النقشبندیة فواحدة

وھی لبسھا الفقیر شاہ ابوالحسن من السید محمد المشھور بشاہ حضرت الحسینی وھو من الشیخ عبد الصمد وھو من الشاہ صبغة اللہ وھو من الخواجہ ابی القاسم دہ بیدی وھو من الخواجہ کاشانی وھو وھو من الخواجہ عبد اللہ احرار وھو من یعقوب چرخی وھو من امام الکاملین رئیس الواصلین العارف باللہ الواصل الی اللہ الخواجہ بھاؤ الدین نقشبندی و ھو من السید کلال وھو من الخواجہ محمد بابا سماسی وھو من الخواجہ علی رامتنی و ھو من الخواجہ محمود الجبیز فغنوی و ھو من الخواجہ عارف ریوکری وھو من الخواجہ عبد الخالق عجدوانی وھو من الخواجہ یوسف ھمدانی وھو من الخواجہ ابی العلی الفارمدی وھو من الخواجہ ابی القاسم الکرمانی وھو من

خرقۂ نقشبندیہ[1] ایک ہے

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے سید محمد المشہور بہ شاہ حضرت حسینی سے پہنا ہے۔ وہ شیخ عبدالصمد سے وہ شاہ صبغۃ اللہ سے وہ خواجہ ابوالقاسم دہ بیدی سے وہ خواجہ کاشانی سے وہ خواجہ عبداللہ احرار[2] سے، وہ یعقوب[3] چرخی سے وہ امام الکاملین رئیس الواصلین، عارف باللہ واصل الی اللہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی سے آپ سید امیر کلال[4] سے وہ خواجہ محمد بابا سماسی سے وہ خواجہ علی رامتینی[5] سے وہ خواجہ محمود جبیز فغنوی[6] سے وہ خواجہ عارف ریوگری[7] سے وہ خواجہ عبدالخالق عجدوانی[8] سے وہ خواجہ یوسف ہمدانی سے وہ خواجہ ابوعلی فارمدی سے وہ خواجہ ابوالقاسم کرمانی سے وہ

---

[1] اس سلسلہ کی ابتدا حضرت خواجہ بہاؤ الدین سید محمد نقشبند علیہ الرحمہ سے ہوئی۔ آپ سادات حسینی عسکری سے ہیں۔ رسالہ بہائیہ میں مرقوم ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد بزرگوار کمخواب بافی اور نقشبندی کی صنعت کرتے تھے۔ اسی لئے آپ کو نقشبند کہتے ہیں۔
کذا فی سفینۃ الاولیاء والانتباہ وغیرہما

[2] احرار بر وزن احبار، یہ آپ کا لقب ہے [3] چرخ غزنین کے ایک قریہ کا نام ہے [4] مخزن السلاسل میں سید کلال اور ایک کتاب میں سید امیر کلال ہے۔ فوز رحمانی میں میر سید علی کلال ہے [5] رامیتن بخاریٰ کے ایک قصبہ کا نام ہے [6] فغنی یہ بھی بخاریٰ کے ایک قریہ کا نام ہے [7] ریوگر، یہ بھی بخاریٰ کے ایک قریہ کا نام ہے ۱۲ [8] غجدوان، غین کو کسرہ اور ضمہ کے ساتھ بخاریٰ سے چھ فرسخ دور ایک بڑے قریہ کا نام ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

الخواجہ ابی الحسن الخرقانی وھو من الخواجہ بایزید بسطامی وھو من الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمّد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء محبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبداللہ الحسین وھو من ابیہ اسداللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النّبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

خواجہ ابوالحسن خرقانی سے وہ خواجہ بایزید بسطامی سے وہ امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے، وہ اپنے والد اشرف الشہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبداللہ حسین سے آپ اپنے والد اسداللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ و اصحابہٖ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

[9] حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت باسعادت حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ العزیز کے وصال کے ستر سال بعد ہوئی لہٰذا آپ نے حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ کی روح پاک سے تربیت باطنی حاصل کی، خلافت سے مشرف ہوئے۔ واللہ اعلم بالصواب

اما الخرقة الاولیسیه فاربعة

احدها لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من خاله السید اسمعیل بن السید میراں و هو من ابیه السید میراں وهو من السید عبد الله وهو من ابیه السید وجیه الدین حید علی الثانی وهو من حاجی حمید المعروف بالشیخ محمد غوث وهو من الشیخ ظهور حاجی حضور وهو من الشیخ ابی الفتح هدایة الله سرمست وهو من الشیخ قاضن وهو من الشیخ علی شیرازی وهو من الخواجه عبد الله البصری وهو من سلطان السالکین قطب العارفین شمس الکاملین بدر الواصلین اُویس القرنی وهو من اسد الله الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم الله وجهه وهو من خاتم النبیّین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی الله علیه وعلی اٰله واصحابه وسلم وهو من امر ذی النور المبین بواسطة الروح الامین

جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنے ماموں سید اسمٰعیل ابن سید میراں سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید میراں سے، وہ سید عبد اللہ سے وہ اپنے والد سید وجیہ الدین حیدر علی ثانی سے، وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے، وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے، وہ شیخ ابو الفتح ہدایت اللہ سرمست سے، وہ شیخ قاضن سے وہ شیخ علی شیرازی سے وہ خواجہ عبد اللہ بصری سے وہ سلطان السالکین قطب العارفین شمس الکاملین بدر الواصلین اویس قرنی سے آپ اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثانیة لبسها الفقیر شاہ
ابوالحسن من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو
من ابیہ السید علی محمد وھو من السید
محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم
وھو من ابیہ السید حسن وھو من ابیہ السید
عبدالغفور وھو من ابیہ السیّد احمد وھو
من ابیہ السید راجو وھو من ابیہ السید
محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من
عنداللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین
ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم
وھو من ابیہ ناصرالدین السید محمود وھو
من ابیہ السید جلال الدین الحسین الحسینی
البخاری مخدوم جھانیاں وھو من الشیخ
رکن الدین الجتمی وھو من ابیہ الشیخ شمس
الدین وھو من دانیال الھمیجی وھو من
الشیخ ابی اسحاق ابراھیم بن شھریار الکازرونی
فی الغیب وھو من الشیخ ابی الحسین بن محمد
الفیروزآبادی الاکار وھو من ابی عبداللہ
بن الخفیف وھو من ابی جعفر وھو من
عمر الاصطخری وھو من ابی تراب النخشبی
وھو من حاتم الاصم وھو من شقیق
البلخی وھو من ابراھیم بن ادھم وھو

دوسرا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ
کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے۔
وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد
سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے،
وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ اپنے والد سید
عبدالغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے
وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد
سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے
وہ اپنے والد سید برہان الدین ابومحمد
عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ اپنے
والد ناصرالدین سید محمود سے، وہ اپنے
والد سید جلال الدین حسین حسینی بخاری
مخدوم جہانیان سے، وہ شیخ رکن الدین جتمی
سے وہ اپنے والد شیخ شمس الدین سے، وہ
دانیال ہمیجی سے، وہ غیب میں شیخ ابواسحٰق
ابراہیم ابن شہریار گازرونی سے، وہ
شیخ ابوالحسین ابن محمد فیروزآبادی
آکار سے وہ ابوعبداللہ ابن خفیف سے
وہ ابوجعفر سے وہ عمر اصطخری سے
وہ ابوتراب نخشبی سے وہ حاتم اصم
سے وہ شقیق بلخی سے، وہ ابراہیم ابن
ادہم سے، وہ ابوالفیض فضیل

من ابی الفیض فضیل بن عیاض و
ھو من منصور سلمی وھو من موسیٰ بن
یزید الراعی وھو من سلطان السالکین
قطب العالمین شمس الکاملین
بدر الواصلین اویس القرنی وھو من
اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ
وھو من خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد
ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحٰبہ
وسلم وھو من امر ذی النور المبین
بواسطۃ الروح الامین ۔

ابن عیاض سے وہ منصور سلمی سے،
وہ موسیٰ ابن یزید راعی سے
وہ سلطان السالکین قطب
العالمین شمس الکاملین بدر
الواصلین اویس قرنی سے آپ
اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ
سے آپ خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد
امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ
وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے
بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

الثالثۃ لبسھا الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو
من ابیہ السید علی محمد وھو من
السید محمد وھو من ابیہ السید جلال
ماہ عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد
وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو
من ابیہ السید محمد زاھد وھو من اخیہ
السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم
من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان
الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب
العالم وھو من اخ جدہ صدر الدین
ابی الفضل محمد بن احمد الحسینی
البخاری وھو من اخیہ السید جلال
الدین الحسین الحسینی البخاری مخدوم
جہانیان وھو من ابی اسحاق ابراھیم
بن شھریار الکازرونی فی الخیب وھو من
الشیخ ابی الحسین بن محمد الفیروز
آبادی الاکار وھو من الشیخ ابی عبد اللہ
محمد بن الخفیف وھو من ابی جعفر
وھو من عمر الاصطرخی وھو
من ابی تراب النخشی وھو من
حاتم الاصم وھو من عبد الخواص
وھو من شقیق البلخی وھو من

تیسرا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ
سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد
سے، وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد
سید جلال ماہ عالم سے وہ سید
شیر محمد ابن احمد سے وہ اپنے دادا سید عرب شاہ
سے، وہ اپنے والد سید محمد زاھد سے
وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب
بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین
ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے
وہ اپنے دادا کے بھائی صدر الدین
ابو الفضل محمد ابن احمد حسینی
بخاری سے وہ اپنے بھائی سید جلال
الدین حسین حسینی بخاری مخدوم
جہانیاں سے آپ غیب میں ابو اسحاق
ابراھیم ابن شہریار گازرونی سے
وہ شیخ ابو الحسین ابن محمد فیروز آبادی
آکار سے وہ شیخ ابو عبد اللہ محمد
ابن خفیف سے وہ ابو جعفر سے
وہ عمر اصطرخی سے وہ ابو تراب
نخشی سے وہ حاتم اصم سے وہ
عبد الخواص سے وہ شقیق
بلخی سے وہ ابراھیم ابن ادہم

ابراھیم بن ادھم وھو من
ابی الفیض فضیل بن عیاض و
ھو من منصور سلمی وھو من
موسیٰ بن یزید الراعی وھو
من سلطان السالکین
قطب العارفین رئیس الکاملین
بدر الواصلین اویس القرنی
وھو من اسد اللہ الغالب امیر
المومنین علی بن ابی طالب کرم
اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلی
آلہٖ واصحابہٖ وسلم وھو من امر
ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

سے وہ ابوالفیض فضیل
ابن عیاض سے وہ منصور
سلمی سے وہ موسیٰ ابن
یزید راعی سے وہ سلطان
السالکین قطب العالمین
رئیس الکاملین بدر الواصلین
اویس قرنی سے آپ اسد اللہ
الغالب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہٗ
سے آپ خاتم النبیین رسول
رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلے اللہ علیہ وعلی
آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے
نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے

الرّابعة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من السید محمد المشهور بشاہ حضرت الحسینی وهو من الشیخ عبد الصمد وهو من الشاہ صبغة الله وهو من السید وجیه الدین حیدر علی الثانی وهو من حاجی حمید المعروف بالشیخ محمّد غوث وهو من الشیخ ظهور حاجی حضور وهو من الشیخ ابی الفتح هدایة الله سرمست وهو من الشیخ قاضن وهو من الشیخ علی شیرازی وهو من الخواجه عبد الله البصری وهو من سلطان السالکین قطب العالمین رئیس الکاملین بدر العالمین اویس القرنی وهو من اسد الله الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم الله وجهه وهو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی الله علیه وعلیٰ اٰله واصحابه وسلم وهو من امر ذی النور المبین بواسطة الروح الامین ۔

چوتھا خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے سید محمد المشہور بہ شاہ حضرت حسینی سے پہنا ہے، وہ شیخ عبد الصمد سے وہ شاہ صبغۃ اللہ سے وہ سید وجیہہ الدین حیدر علی ثانی سے وہ حاجی حمید المعروف بہ شیخ محمد غوث سے وہ شیخ ظہور حاجی حضور سے وہ شیخ ابوالفتح ہدایت اللہ سرمست سے وہ شیخ قاضن سے وہ شیخ علی شیرازی سے، وہ خواجہ عبد اللہ بصری سے، وہ سلطان السالکین قطب العالمین رئیس الکاملین بدر العالمین اویس قرنی سے آپ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

اما الخرقة السلطان ابی سعید ابی الخیر فسبعة

احدها لبسها الفقیر شاه ابوالحسن
من ابن عم امه السیّد نور الله وهو من ابیه
السیّد علی محمّد وهو من السیّد محمد وهو
من ابیه السید جلال ماه عالم وهو من
ابیه السید حسن وهو من ابیه السیّد
عبد الغفور وهو من ابیه السید احمد
وهو من ابیه السید راجو وهو من ابیه
السید محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم
من عند الله وهو من ابیه السید برهان
الدین ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم
وهو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد الله
الشیرازی وهو من السید نظام الدین ابراہیم
الکازرونی وهو من الشیخ رکن الدین ابی محمد
منصور المشهور براست گوئی وهو من ابیه
الشیخ صدر الدین مظفر وهو من الشیخ
شمس الدین عمر الترکی وهو من قطب الدین
ابی الفضائل عبد المنعم وهو من جده
ابی الفتح وهو من ابیه شیخ الاسلام
قطب الانام سلطان اولیاء العظام
رئیس المشائخ ابی سعید بن ابی الخیر
المیهنی وهو من الشیخ ابی الفضل بن

خرقہائے سلطان ابوسعید ابوالخیر سات ہیں۔

پہلا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے
پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ
سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال
ماہ عالم سے وہ اپنے والد سید حسن سے وہ
اپنے والد سید عبد الغفور سے، وہ اپنے والد
سید احمد سے وہ اپنے والد سید راجو
سے وہ اپنے والد سید محمد ابن عبد اللہ الملقب
بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان
الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بقطب العالم
سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ
شیرازی سے وہ سید نظام الدین ابراہیم
گازرونی سے وہ شیخ رکن الدین ابو محمد
منصور المشہور بہ راست گوے، وہ اپنے والد
شیخ صدر الدین مظفر سے وہ شیخ
شمس الدین عمر ترکی سے وہ قطب الدین
ابو الفضائل عبد المنعم سے وہ اپنے دادا ابو الفتح
سے، وہ اپنے والد شیخ الاسلام قطب الانام
سلطان اولیاء عظام رئیس مشائخ ابو
سعید ابن ابو الخیر میہنی سے
آپ شیخ ابو الفضل ابن حسن

الحسن السرخسی وھو من ابی نصر السراج وھو من الشیخ ابی محمد عبداللہ بن محمد المرتعش وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من الامام علی موسی الرضاء وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبداللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین ۔

سرخسی سے وہ ابو نصر سراج سے وہ شیخ ابو محمد عبداللہ ابن محمد مرتعش سے، وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ معروف کرخی سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے، وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے وہ اپنے امام علی زین العابدین سے وہ اپنے والد اشرف شہداء ومحبوب خیر الانبیاء امام ابو عبداللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

الثانیه لبسها الفقیر شاه ابوالحسن من ابن عم امه السید نور الله وهو من ابیه السید علی محمد وهو من السید محمد وهو من ابیه السید جلال ماه عالم وهو من السید شیر محمد بن احمد وهو من جده السید عرب شاه وهو من ابیه السید محمد زاهد وهو من اخیه السید محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من عند الله وهو من ابیه السید برهان الدین ابی محمد عبد الله وهو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد الله الشیرازی وهو من الشیخ عزیز الدین الجاربردی وهو من ابی النجیب محمد الازندی وهو من اسد بن یوسف الروانی وهو من الشیخ یعقوب وهو من الشیخ محمد الدارانی وهو من الشیخ ابی الفضائل الجامی وهو من الشیخ احمد الجامی وهو من الشیخ ظاهر وهو من ابیه شیخ الاسلام قطب الامام سلطان الاولیاء العظام رئیس المشائخ الکرام ابی سعید بن ابی الخیر المیهینی وهو من الشیخ ابی الفضل بن الحسن السرخسی وهو من ابی نصر السراج وهو من الشیخ ابی محمد عبد الله بن محمد المرتعش وهو من سید الطائفة ابی القاسم الجنید البغدادی وهو من

دوسرا خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد ابن احمد سے وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے وہ اپنے والد سید محمد زاھد سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بقطب عالم وہ شیخ ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے وہ شیخ عزیز الدین جاربردی سے وہ ابو النجیب محمد ازندی سے وہ اسد ابن یوسف روانی سے وہ شیخ یعقوب سے وہ شیخ محمد دارانی سے وہ شیخ ابو الفضائل جامی سے وہ شیخ احمد جامی سے وہ شیخ ظاہر سے وہ اپنے والد شیخ الاسلام قطب الامام سلطان الاولیاء العظام رئیس المشائخ الکرام ابو سعید ابن ابو الخیر میہینی سے آپ شیخ ابو الفضل ابن حسن سرخسی سے وہ ابو نصر سراج سے وہ شیخ ابو محمد عبد اللہ ابن محمد مرتعش سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے

خالہ السری السقطی وھو من معروف
الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب
العجمی وھو من حسن البصری وھو
من اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ،
وھو من خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین محمد ن
الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ واصحبہٖ
وسلم وھو من امر ذی النور المبین
بواسطۃ الرّوح الامین۔

وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے، وہ
حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ،
اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ
سے آپ خاتم النبیین رسول رب
العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلی اللہ علیہ و
علیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپؐ
نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ
روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثالثة

لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امہ السیّد نوراللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد و ھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من ابیہ السید حسن وھو من ابیہ السید عبد الغفور وھو من ابیہ السید احمد وھو من ابیہ السید راجو وھو من ابیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی وھو من الشیخ بابا یوسف وھو من الشیخ احمد جامی وھو من الشیخ ابی طاھر وھو من ابیہ شیخ الاسلام قطب الانام سلطان الاولیاء العظام رئیس المشائخ الکرام ابی سعید بن ابی الخیر المیھینی وھو من الشیخ ابی القاسم لبشر بن یاسین وھو من الشیخ ابی محمد عبداللہ بن محمد المرتعش وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ

تیسرا خرقہ جس کو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ اپنے والد سید حسن سے وہ اپنے والد سید عبدالغفور سے وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بقطب العالم سے وہ شیخ ابوالفتوح احمد ابن عبداللہ شیرازی سے وہ شیخ بابا یوسف سے وہ شیخ احمد جامی سے وہ شیخ ابوطاہر سے وہ اپنے والد شیخ الاسلام قطب الانام سلطان الاولیا العظام رئیس المشائخ الکرام ابوسعید ابن ابوالخیر میہنی سے آپ شیخ ابوالقاسم لبشر ابن یاسین سے وہ شیخ ابومحمد عبداللہ ابن محمد مرتعش سے وہ سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں

السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من الامام علی موسیٰ الرضا وھو من ابیہ الامام موسیٰ الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیرالانبیاء الامام ابی عبداللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیرالمومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین ۔

سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے وہ اپنے والد اشرف الشہداء، محبوب خیرالانبیاء امام ابو عبداللہ حسین سے آپ اپنے والد اسداللہ الغالب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلےٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے ذوالنور المبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

الرابعة لبسها الفقير شاه ابوالحسن من ابن عم امه السيد نور الله وهو من ابيه السيد علی محمد و هو من السيّد محمد وهو من ابيه السيد جلال ماه عالم وهو من السيد شير محمد بن احمد وهو من جده السيد عرب شاه وهو من ابيه السيد محمد زاهد وهو من اخيه السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من عبد الله وهو من ابيه السيد برهان الدين ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من الشيخ ابی الفتوح احمد بن عبد الله الشيرازی وهو من مولانا سعد الدين وهو من الشيخ نور الدين محمد رضی وهو من ده ده سعود روگرد وهو من پیر حسین پروان و هو من پیر مروان وهو من ابی نصیر الشيروانی وهو من شيخ الاسلام قطب الانام سلطان الاولياء العظام رئيس مشائخ الكرام ابی سعيد بن ابی الخير الميهينی وهو من الشيخ ابی القاسم بشر بن ياسين وهو من الشيخ ابی محمد عبد الله بن محمد المرتعش

چوتھا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سیّد جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد ابن احمد سے وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے وہ اپنے والد سید محمد زاھد سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بقطب العالم سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے وہ مولانا سعد الدین سے وہ شیخ نور الدین محمد رضی سے وہ دہ دہ سعود روگرد سے وہ پیر حسین پروان سے وہ پیر مروان سے وہ ابو نصیر شیروانی سے وہ شیخ الاسلام قطب الانام سلطان الاولیاء العظام رئیس مشائخ الکرام ابو سعید ابن ابو الخیر میہینی سے آپ شیخ ابو القاسم بشر بن یاسین سے وہ شیخ ابو محمد عبد اللہ ابن محمد مرتعش سے وہ سید الطائفہ

وھو من سید الطائفۃ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب العجمی وھو من حسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے پہنا ہے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الخا لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امه السیّد نور اللہ وھو
من ابیہ السید علی محمد وھو من السید
محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم
وھو من ابیہ السید حسن وھو من ابیہ
السید عبد الغفور وھو من ابیہ السید
احمد وھو من ابیہ السید راجو وھو من
ابیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب
بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ
السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ
المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی
الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی وھو
من ابیہ عبد اللہ بن ابی الفتوح وھو من
عمہ صدر الدین ابی اسحاق وھو من جدہ
عبد القادر الحکیم وھو من عم ابیہ ابی الخیر
وھو من ابیہ الشیخ مجاھد الدین احمد
وھو من الشیخ فخر الدین ابی المکارم وھو
من جدہ شیخ الاسلام قطب الانام سلطان
الاولیاء العظام رئیس المشائخ الکرام ابی
سعید بن ابی الخیر المیھینی وھو من
الشیخ ابی الفضل عبد الواحد الیمنی
وھو من ابیہ عبد العزیز الیمنی

پانچواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے
پہنا ہے وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید
محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے
وہ اپنے والد سید حسن سے وہ اپنے والد
سید عبد الغفور سے وہ اپنے والد سید احمد
سے وہ اپنے والد سید راجو سے وہ اپنے
والد سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بشاہ
عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین
ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب العالم
سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ
شیرازی سے وہ اپنے والد عبد اللہ
ابن ابو الفتوح سے وہ اپنے چچا صدر الدین
ابو اسحاق سے وہ اپنے دادا عبد القادر
حکیم سے وہ اپنے والد کے چچا ابو الخیر
سے وہ اپنے والد شیخ مجاہد الدین احمد
سے وہ شیخ فخر الدین ابو المکارم سے، وہ
اپنے دادا شیخ الاسلام قطب الانام سلطان
الاولیاء العظام رئیس المشائخ الکرام
ابو سعید بن ابو الخیر المیہینی سے وہ
آپ شیخ ابو الفضل عبد الواحد الیمنی
سے وہ اپنے والد عبد العزیز یمنی سے

وھو من ابو بکر الشبلی وھو من سید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من الامام علی موسیٰ الرضا وھو من ابیہ الامام موسیٰ الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشہداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبداللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحٰبہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

وہ ابوبکر شبلی سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے وہ اپنے والد اشرف الشہداء و محبوب خیر الانبیاءؑ امام ابو عبداللہ حسین سے وہ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

السادسة لبسها الفقیر شاہ
ابو الحسن من ابن عم امه السید نور الله
وهو من ابیه السید علی محمد وهو
من السید محمد وهو من ابیه السید
جلال ماه عالم وهو من السید شیر محمد
بن احمد وهو من جده السید عرب شاه
وهو من ابیه السید محمد زاهد وهو من
اخیه السید محمد بن عبد الله الملقب
بشاه عالم من عند الله وهو من ابیه
السید برهان الدین ابی محمد عبد الله المشهور
بقطب العالم وهو من الشیخ ابی الفتوح
احمد بن عبد الله الشیرازی وهو من ابیه
عبد الله بن ابی الفتوح وهو من عمه
صدر الدین ابی اسحٰق وهو من جده
عبد القادر الحکیم وهو من عم ابیه
الشیخ مجاهد الدین ابی الخیر وهو من
ابیه الشیخ مجاهد الدین احمد وهو من
الشیخ فخر الدین ابی المکارم وهو من
جده شیخ الاسلام قطب الانام
سلطان الاولیاء والکرام رئیس
المشائخ العظام ابی سعید بن ابی
الخیر المیهینی وهو من الشیخ ابی

چھٹا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے
اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے
پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے
وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید
جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد
ابن احمد سے وہ اپنے دادا سید عرب
شاہ سے وہ اپنے والد سید محمد زاہد
سے، وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ
الملقب بشاہ عالم سے وہ اپنے والد
سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ،
المشہور بقطب العالم سے وہ شیخ
ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ شیرازی
سے وہ اپنے والد عبد اللہ ابن ابو الفتوح
سے وہ اپنے چچا صدر الدین ابو اسحاق سے وہ
اپنے دادا عبد القادر الحکیم سے وہ اپنے
والد کے چچا شیخ مجاہد الدین ابو الخیر سے وہ
اپنے والد شیخ مجاہد الدین احمد سے وہ
شیخ فخر الدین ابو المکارم سے وہ اپنے
دادا شیخ الاسلام قطب الانام
سلطان الاولیاء الاکرام رئیس
المشائخ العظام ابو سعید ابن ابو
الخیر المیہنی سے آپ شیخ ابو الفضل

الفضل عبدالواحد الیمنی وھو من
ابیه عبد العزیز الیمنی وھو من الشیخ
ابی بکر الشبلی وھو من سید الطائفة
ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من
خاله السری السقطی وھو من معروف
الکرخی وھو من داؤد الطائیؒ وھو من
حبیب العجمی وھو من اسد اللہ الغالب
امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم
اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمدن الامین صلی اللہ علیه وعلی آله
واصحابه وسلم وھو من امر ذی النور
المبین بواسطة الروح الامین ۔

عبدالواحد یمنی سے وہ اپنے
والد عبدالعزیز الیمنی سے وہ شیخ
ابوبکر شبلی سے وہ سید الطائفہ
ابوالقاسم جنید بغدادی سے وہ
اپنے ماموں سری سقطی سے وہ
معروف کرخی سے وہ داؤد طائیؒ
سے وہ حبیب عجمی سے وہ اسداللہ
الغالب امیر المومنین علی بن ابوطالب
کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ
و اصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین
کے حکم سے روح امین سے خرقہ پہنا ہے ۔

السابعۃ لبسہا الفقیر شاہ
ابوالحسن من ابن عم امہ السید نور اللہ
وھو من ابیہ السید علی محمد وھو
من السید محمد وھو من ابیہ السید
جلال ماہ عالم وھو من ابیہ السید
حسن وھو من ابیہ السید عبد الغفور
وھو من ابیہ السید احمد وھو من
ابیہ السید راجو وھو من ابیہ السید
محمد عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من
عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان
الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب
العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد
بن عبد اللہ الشیرازی وھو من عمہ الاصغر
مولانا ظہیر الدین ابی نصر عبد الرحمٰن
بن عبد اللہ بن ابی الفتوح وھو من عمہ
صدر الدین ابی اسحاق وھو من جدہ
عبد القادر الحکیم وھو من عم ابیہ
مجاھد الدین ابی الخیر وھو من ابیہ
مجاھد الدین احمد وھو من الشیخ فخر الدین
ابی المکارم وھو من جدہ شیخ الاسلام
قطب الانام سلطان الاولیاء العظام
رئیس المشائخ الکرام ابی سعید

ساتواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے
اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے
پہنا ہے وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ
سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال
ماہ عالم سے وہ اپنے والد سید حسن سے
وہ اپنے والد سید عبد الغفور سے وہ
اپنے والد سید احمد سے وہ اپنے والد
سید راجو سے وہ اپنے والد سید
محمد عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے،
وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد
عبد اللہ المشہور بقطب العالم سے
وہ شیخ ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ
شیرازی سے وہ اپنے چھوٹے چچا مولانا
ظہیر الدین ابو نصر عبد الرحمٰن ابن
عبد اللہ ابن ابی الفتوح سے وہ
اپنے چچا صدر الدین ابو اسحاق سے وہ
اپنے دادا عبد القادر حکیم سے وہ اپنے
والد کے چچا مجاہد الدین ابو الخیر سے وہ
اپنے والد مجاہد الدین احمد سے وہ شیخ
فخر الدین ابو المکارم سے وہ اپنے دادا شیخ
الاسلام قطب الانام سلطان الاولیاء
العظام رئیس المشائخ الکرام ابی سعید

بن ابی الخیر المیھینی وھو من ابی القاسم بن رمضان وھو من یعقوب الطبری وھو من ابی عبداللہ بن عثمان المکی وھو من الشیخ ابی یعقوب النھرجوری وھو من الشیخ ابی یعقوب السوسی وھو من عبد الواحد بن زید وھو من کمیل بن زیاد وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

ابن ابوالخیر میھینی سے آپ ابوالقاسم ابن رمضان سے وہ یعقوب طبری سے وہ ابوعبداللہ ابن عثمان المکیؒ سے وہ شیخ ابو یعقوب نہرجوری سے وہ شیخ ابو یعقوب سوسی سے وہ عبد الواحد ابن زید سے وہ کمیل ابن زیاد سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے وہ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

خرقۂ ششم رسیدن آنحضرت برلب دریا و دیدن راہبے و بیان واقعہ کما ہی۔

چھٹی کرامت حضرت سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری دریا کے کنارے پہنچنا اور وہاں ایک عیسائی راہب کو دیکھنا، اس واقعہ کا تفصیلی بیان۔

در وقتے سفر آنحضرت بر کنارہ دریا واقع بود۔ بر لب آں راہبے باآنحضرت ملاقی شد۔ با تجمل و متاع بسیار خادمان و شاگردان بے شمار فی الجملہ از امتعہ و رقمشہ عظیم البہائے دنیاوی اقل متاع او آں بود کہ عدد قبقابے دہشت دریائے مرصع از جواہر گراں قیمت کہ جوہریاں جوہر شناس بکیفیت و کمیت قیمت آں نبردندے وبہر از زبان تعریف و توصیف آں کردندے فی الجملہ شنیدہ شدہ کہ غالب قیمتش از ہفت لک درم رائج بیشتر بود۔ اتفاقاً آنحضرت با تجمل و دبدبہ شاہی آیات مباہی بر آں سرزمین نصب فرمود۔ القصہ چوں آں راہب بر فضل و کمالیت آنحضرت اطلاع حاصل کرد، ہموں زماں عازم ملاقات شاہ شدہ در خدمت آنسرور رسید و از در گفتگو مشغول شد و آں معدن خلق محمدی بر حکم ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ مواعظیکہ صیقل آئینہ دل او باشد بیاں می فرمود۔ ناگاہ مرأت دلش جلا شدن گرفت ای شاہ اہل سلف ہر آئینہ از انبیاء زمانہ خود

ایک مرتبہ آپ سفر کے دوران ایک دریا کے کنارے سے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک راہب نے آپ سے ملاقات کی اس کے ساتھ کافی دولت اور بہت سے خدام و شاگرد تھے، نیز دنیوی مال و دولت کا انبار اس کے پاس موجود تھا۔ اس میں سے معمولی ہیرہ جواہرات سے آراستہ ایک جوڑی کھڑاوے کی تھی جسکو وہ پہنے ہوئے تھا جسکی قیمت اچھے اچھے جوہری بھی لگا نہیں سکتے تھے۔ ہر ایک زبان پر ان کی تعریف و توصیف ہی تھی۔ حاصل کلام سنا گیا کہ ان کی قیمت سات لاکھ درم جو اس وقت رائج تھے اس سے کہیں زیادہ تھی۔ حضرت نے پورے آب و تاب و دبدبۂ شاہی کے ساتھ اس سرزمین پر قیام فرمایا۔ راہب کو جب آپ کے فضل و کمال کی اطلاع ملی تو اسی وقت شاہ سے ملاقات کرنے کیلئے آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا۔ حضرت جو خلق محمدی کا معدن تھے ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ کے مطابق وعظ و نصیحت کی جو اس کے آئینہ دل کے لئے صیقل کا کام دے۔ آپ بیان فرماتے رہے اور اس کے آئینۂ دل میں جلا آنے لگی۔ راہب نے کہا

طلب معجزہ کردہ برای العین مشاہدہ نمودہ دریں
ایشاں آمدہ اند ما ہم اتباعاً لسنۃ الاسلاف از آنحضرت
کہ غالباً ذات شریف ایشاں نایب مناب قائم و مقام
انبیاء و رسل است و بلباس الشیخ فی قومہ کالنبی
فی امتہ ملبوس است طلب خوارقے می نمایم اگر از قوت
ولایت ایشاں بطور اسد فی الواقعہ بچشم دیدہ شود
پس آئینہ دل کہ زنگ خوردہ کفر است اگر بجلای
الایمان اقرار باللسان و تصدیق بالقلب منجلے
شود چہ عجب است۔ ے

از سرور زمانہ توئی نائب رسول
وعظمت فصح و ذکاء کز و دل کند قبول

ہا خوارقے کہ شود رہنمائی من در دادہ۔ دین احمد مختار
ذوالمنن شاہ فرمود کہ ای فلاں ہر کدام کے طلب خوارق
ازیں حیدر می نمائی کہ ما عندہ بعزیز گفت شاہا
ہمیں خوارق عجیبہ را طالبم در آب عمیق و امواج پرتشویہ
ایں دریای ذخار از طرف مشرق بسوی مغرب روان است
ایں قبقاب بیش بہا می اندازم و ایں سخن مقرر است کہ ہر چیز
آب گم کند و چوں گم شدہ در زنگ آب جا می گیرد۔ ہر آئینہ
اتباعاً للماء چناں کہ آب بالا بہ پستی روان است و ہمچناں
بہ پستی رجوع نماید و از آں و از آں سر در نشیب دارد بر عکس
آب بالا صعود نمی کند و من می خواہم کہ گم کردہ خود را
بخلاف ایں دریں آب بیابم یعنے سر در نشیب نداشتہ باشد

اے شاہ پہلے کے لوگ اپنے زمانہ کے انبیاء سے معجزہ
طلب کرتے تھے مشاہدہ کے بعد ان کے دین میں داخل ہوتے
تھے۔ میں بھی اسلاف کے طریقہ کی اتباع کرتے ہوئے
آپ سے جو وارث انبیاء و رسل ہیں الشیخ فی قومہ کالنبی
فی امتہ کے لباس سے آراستہ ہیں کرامت کا طالب
ہوں، جو آپ کی ولایت کی قوت سے ظہور پذیر ہو تو،
آنکھوں سے دیکھا جائے، پھر آئینہ دل جو کفر سے زنگ آلود
ہے، الایمان اقرار باللسان و تصدیق بالقلب سے
جلا پائے۔ تاکہ دین احمد مختار ذوالمنن میں رہنمائی ہو۔
شاہ نے فرمایا اے فلاں حیدر سے جو بھی کرامت کا
طالب ہوتا ہے اس کے لئے کوئی دشواری نہیں ہوتی۔
اس نے کہا کہ اے شاہ میں ایسی ہی عجیب کرامت کا طالب
ہوں۔ دریا کے اس گہرے پانی میں جس کی موجیں خوفناک
ہیں، جو مشرق سے مغرب کی طرف آ رہی ہے اس قیمتی کھڑاوے
کو ڈال دیتا ہوں اور یہ بات ثابت ہے کہ جو بھی چیز
پانی میں گم ہوتی ہے اور پانی کی تہ میں جا کر بیٹھ جاتی
ہے جیسا کہ پانی اوپر سے نیچے کی طرف ویسے ہی چیز
نیچے کی طرف ہی رجوع کرتی ہے اور نیچے کی طرف ہی اس کا
رخ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس پانی اوپر کی طرف نہیں چڑھتا،
میں یہ چاہتا ہوں کہ گم شدہ کھڑاویں نیچے کی طرف رخ
نہ کرے بلکہ اس کا رخ اوپر کی طرف ہو۔ آپ کی ولایت
کی قوت اور کرامت کی برکت سے اگر میں اس کو

بلکہ بالاصعو کردہ باشد' اگر بقوت ولایت تو' ایں
کرامت بچشم معائنہ نماید۔ پس غالباً در اہل ارادت۔ تو
خود را جمع کنم ؎

گر معاً ایں شود بچشم بدید ٭ ہر دو باشیم چہ پیر و مرید

شاہ گفت ای سفلا ایں کدام امر بزرگ ہست و کرامت عالی
کہ آں را بمن منسوب میکنی و می خواہی کہ از من بہ بینی' الحق
ایں نوع کرامت احقر از سگان در و زموش سقف حیدر
جاریست۔ من کہ صاحب ولایت اعلم و قطب فرد زنم بر چنیں
امرے خسارہ اقدام نمودن ننگے تمام و عاری کلی است۔ بعد
ازاں لب مبارک بہ تبسم وانمود ؎

گفت ھے ھے ایں سوال چہ بود ٭ بہ تعجب چنیں مقال چہ بود
گر نہ خواہی کہ ایں ہمہ خلقت ٭ سر بسر نور دیگری خلعت
از آسماں و زمیں تا کرسی ٭ عرش اعظم وگرچہ می پرسی

گفت ای شاہ چہ در علم' و چہ در علم شما آنچہ کہ حق
سبحانہ تعالیٰ ایں سقف آسمان و فرش زمیں کہ گستردہ
وافراشتہ ہست تا مدتے موعود تغیر و تبدیل راہ در وراہ
نیست و فی الحقیقت اگرچہ ذات شریف و عنصر لطیف ایشاں
با عین ذات خطاب کنندہ دان یشا یذھبکم
ویات بخلق جدید وما ذالک علی اللہ بعزیز منور و متصل
ہست کہ ظہور و صدور ایں چنیں امور از چنیں ذات
با قدرت ذی الدرجت عجب نے نا' نمی خواہم کہ آں سرور دیں
امر قیام و اقدام نماید و خود ایشاں را مکلف ایں امر

اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں گا تو خود کو آپ کے حلقۂ
ارادت میں داخل کر دوں گا۔

؎

اس چیز کو اپنی آنکھوں سے معائنہ کروں تو پھر ہم
دونوں پیر و مرید ہو جائیں گے۔ شاہ نے فرمایا' یہ
کونسا بڑا کام اور بڑی کرامت ہے جو تو میری طرف
منسوب کرتا ہے اور تو یہ مجھ سے دیکھنا چاہتا ہے'
اس قسم کی کرامت تو حیدر کے دروازے کے کتوں اور
چھت کے چوہوں سے جاری ہے۔ پس میں جو اپنے وقت
کا صاحب ولایت ہوں اور اس دور کا قطب ہوں اس طرح
کا معمولی کام انجام دینا شرمندگی اور عار کی بات ہے۔
پھر مسکرائے ہوئے لب مبارک کھولے اور فرمایا کہ افسوس
کہ تعجب ہے کیسی بات ہے ؎ اگر ان تمام خلقت میں نہیں
چاہیئے تم جو کہ طرف ایک خلعت جو نور سے بھری ہے
آسمان اور زمین سے کرسی تک عرش اعظم یہ بھی اگر کچھ پوچھے
تو راہب نے کہا اے شاہ ہمارے اور آپ کے علم کے مطابق
اللہ تعالیٰ نے آسمان کی چھت کو پھیلا دیا ہے اور زمین
کے فرش کو بچھا دیا ہے' ایک معینہ مدت کے لئے اس میں
کسی قسم کے تغیر و تبدل کے لئے کوئی راہ نہیں ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ آپ کی لطیف اور پاکیزہ ذات
دان یشا یذھبکم ویات بخلق جدید وما ذالک علی اللہ بعزیز
کے ذریعہ خطاب کرنے والے کی عین (یعنی اللہ تعالیٰ) سے

ممتنع شوم پس آنسرور حکم فرمود کہ اسرع ای زودی
کن وآں کالا وبیش بہا را دریا انداز و از انجا دستش
گرفتہ برلب وادی بجانب شرق کہ ازاں جانب بطرف
مغرب رواں بود - مرد بمسافت یک دو فرسنگ پس ازآنجا
باستاد وگفت ای فلاں گم کردہ خود را ہمیں جا یابی -
گفت پس برود - بہ نیت اسلام غوطہ در آب زن وغسل
بجا آر وحجاب کفر از دیدۂ دل بردار کہ کفر کافر را حجابے
است میان خالق خلقت ونعمت حق سبحانہ تعالیٰ از
چشم کافر پوشیدہ شدہ ہست و لہذا یقال معنی الکفر
فی اللغۃ پوشیدن الحق اگر حجاب کفر پیش چشم ودل
ایشاں حائل نبودے پس آں ملعونان از راہ راست
اسلام گمراہ شدہ در بادیۂ ضلالت وجہالت نیفتادندے
وسلوک ایں راہ را ہم دانستہ راہ بسر نبودندے -
ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء الحمد للہ حمدا
دائما لاانقضاء لہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ قصور دل ما
را بسراج ان الدین عند اللہ الاسلام منور گردانیدہ
از خوان ایوان نعمت محمد محروم ومایوس نگردانیدہ وما را
یکے ازیں قوم گمراہاں نکردہ ومتابعت آنسرور وارادت
دعوت اکبر واقامت نماز پنجگانہ وتلاوت کلام خویش
منتی برمن نہاد فرمارا ازاں م ونگہ برگزیدہ واز کمال کرم ورحم
قلم عفو امت مذنبۃ ورب غفورا بر جریدۂ جرائم
ما کشیدہ افسر یہدی اللہ من یشاء برسر ما نہاد حق

ملی ہوئی ہے ' ایسی قدرت اور برکتوں والی ذات
سے اس طرح کے معاملات صادر ہونا اور ظہور میں آنا
کوئی تعجب کی بات نہیں - میں نہیں چاہتا کہ آپ اس کام کو
انجام دیں - آپ خود کوئی ایک ہونے والے کام کو انجام
دیں - شاہ عالی تبار نے حکم دیا کہ فوراً یہ تمام قیمتی ساز وسامان
کو دریا میں ڈال دے اور پھر اس کے بعد اس کا ہاتھ پکڑ
کر اس وادی کے کنارے مشرق کی جانب سے مغرب کیطرف رواں
ہوئے - وہ راہب ایک دو فرسنگ کی مسافت طے کرکے وہ
وہیں ٹھہر گیا - آپ نے کہا اے فلاں گم کردہ چیزوں کو یہیں
پاؤ گے اور نیز فرمایا کہ جاؤ اسلام کی نیت سے پانی میں غوطہ
لگاؤ اور غسل کرکے آؤ اور کفر کے حجاب کو دل کے دیدہ سے
نکال دو کیونکہ کافر کا کفر خالق اور مخلوق کے درمیان ایک
حجاب ہے ' اور حق سبحانہ تعالیٰ کافر کی آنکھوں سے پوشیدہ
رہتا ہے - اسی لئے کہا جاتا ہے کفر کا معنی لغت میں حق کا پوشیدہ
ہونا ہے - اگر کفر کا حجاب ان لوگوں کے آنکھ اور دل پر حائل
نہ ہوتا تو یہ ملعونان اسلام کے سیدھے راستے سے بھٹک کر
ضلالت وگمراہی کے وادی میں نہ گرتے اور اس راستے کے
سلوک کو جان کر منزل مقصود تک پہنچ جاتے - یہ اللہ کا
فضل ہے جسے چاہے وہ نوازتا ہے ' ہمیشہ تعریفیں اللہ تعالیٰ
کے لئے ہیں وہ کبھی ختم نہ ہوں - حق سبحانہ تعالیٰ ہمارے
دلوں کے محلات کو ان الدین عند اللہ الاسلام کے چراغ سے
منور فرمایا ہے ' نعمت محمدی کے دسترخوان سے ہمیں محروم

سبحانہ تعالیٰ از کمال کرم خویش مارا و جمیع مسلمان
را در زمرۂ متابعانِ آنحضرت کہ بشرف خطاب والذی
سلک طریقی مشرف اند مر دآرد۔ چنانچہ از ادبار ظاہری
بدولت اسلام رسانیدہ است از کفر باطنی ومن اتخذ
الھہ ھولھم نسخہ وحدت منزل مارا نگاہ دارد
آمین القصہ چوں راہب برحکم آں سرور غسل اسلام بجا آورد
لوث انما المشرکون نجس از لوح وجود شستہ،
پردۂ الکفر حجاب الکافر ازمیان بر داشت باز آں
سرور حکم فرمود کہ آں فلاں بار دیگر در آب غوطہ زنی و ساعتے
در تکش قرار گیر و چشم بکشاد و خوارق تعجب آیات ما ملاحظہ
فرمود ولیکن زنہار کہ غیر از متاع خود درست نداری پس
راہب بر فرمودۂ آنسرور غوطہ درون آب فرد برد و ساعتے
در تکش قرار گرفتہ چشم باز کردہ دید کہ صحنے است خالی
از گل ولالہ جالیست وسیع میدان است مرغوب بلکہ خزینہ
یافت از امتعہ گوناگوں وکالائے مرصع وطلاء ونقرہ کہ
صفت ہر یکے مالا عین رأت ولا اذن سمعت باشد
چندانے در نظرش آورکہ چشمش خیرہ وچشمہ ہوشش از
خاشاک تحیر تیرہ شد اتفاقاً دریں میاں قبقاب گم گردہ
خود باد آمد نگاہ کردہ دید کہ بیک گوشہ خروار خروار انبار
قبقاب طلاء ومرصع کہ قیمت ہر یکے ملک دنیا ومافیہا باشد
افتادہ در نظرش آمد باز پیش شد کہ جستجو نمود ازیں میاں
قبقاب خود بگیرد دید کہ یک گوشہ بمسافت ازاں انبار

مایوس نہیں کیا ہے اور ہم کو اس گمراہ قوم سے نہیں بنایا
اور ہم پر حضور پرنور کی پیروی اور پنجگانہ نماز و قرآن مجید
کی تلاوت کا احسان رکھ کر دوسری امتوں سے ہم کو برگزیدہ
بنا کر رب غفور نے کمال کرم ورحم سے عفو کے قلم کو امتہ
مذنبتہ ہم گنہگار امت کے گناہوں کے رسالہ پر کھینچ دیا
یعنی ہمارے گناہوں کو معاف کر دیا اور یھدی اللہ لنورہ من
یشاء کے تاج افسری کو ہمارے سروں پہ رکھا اور حق سبحانہ
تعالیٰ اپنے کمال کرم سے ہمکو اور تمام مسلمانوں کو آنحضرت صلعم
کی پیروی کرنیوالوں جو الذی سلک طریقی سے مشرف ہیں،
بنائے۔ چنانچہ کفر ظاہری سے پیٹ پھیرنے پر دولت اسلام سے
مالا مال کیا اور کفر باطنی سے ومن اتخذ الھہ ھولہ کے
نسخہ وحدت سے ہماری منزل کی حفاظت کرے۔ آمین۔
القصہ جب وہ راہب آنحضرت کے حکم پر غسل اسلام بجالایا انما
المشرکون نجس کے میل کو اپنے وجود کے تختہ سے دھوکر
الکفر حجاب الکافر کے پردہ کو اپنے درمیان سے نکال دیا۔ اس کے
بعد شاہ نے حکم فرمایا اے فلاں دوسری مرتبہ پانی میں غوطہ لگا
اور کچھ دیر پانی کے تہیں قرار لے اور اپنی آنکھوں کو کھول
اور ہماری تعجب آمیز کرامت کا ملاحظہ کر لیکن اپنے سامان کے
سوا کسی چیز کو ہرگز ہاتھ نہ لگانا۔ راہب نے شاہ کے حکم پہ
دوسری مرتبہ پانی میں غوطہ لگایا اور تہ میں جاکر دو گھنٹے
ٹھہرا رہا اور آنکھ کھول کر دیکھا کہ ایک وسیع صحن ہے اور
اس میں گل ولالہ ہیں۔ ایک وسیع جگہ ہے اور نہایت ہی

قبقاب خود افتادہ چوں چشمش ازاں انبار قبقاب
بہ قبقاب خود افتاد خود را در پیش آں چناں ناچیز و
خوار یافت چوں سنگے پیش آئینہ با جلالے بہ تاب انگار
سر بر کرد و گلبن زباں بگلہای توحید اشہد ان لا الٰہ
الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ
ورسولہ آراستہ کرد و از لوح جبین وقت خود نقش
وان علیک لعنتی الی یوم الدین محو گردانیدہ برقوم
واما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمۃ اللہ مرتسم
ومنقش گردانیدہ پیش آں سرور و مادم سجدہ تحیت و تعظیم
بجا آوردہ باز و احباب ولایت چوں رفع عرصہ داشت
نمود کہ سرورا میخواہم کہ ہمگی و تمامی از خادمان و شاگردان
خود لبسر ایں خواں ہر نعم بنشینم پس ہر چہ کہ ایں مبتدع
منصل در تگ آب نمود براہ راست اسلام آوردہ،
آید- اگر در نظر ایشاں دارند عجبے نیست کہ چشم دلہائے
ایشاں بصفت ولکن تعمی القلوب التی فی
الصدور کور نابیناست بہ بصارت الایمان شہادہ
ان لا الٰہ الا اللہ منور و مزین گردد پس شاہ فرمود، ای
فلاں بفرماں تا ایشاں ہم غسل اسلام بجا آورد- آنچہ
کہ تو دیدۂ ایشاں ہم بہ بینند، بعد ازاں بریکے غسل
اسلام بجا آورد آنچہ کہ مہتر خود دیدہ بود، ہمہ دیدند، زنار کفر
از گردن بریدہ عمامہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بر سر نہادند
وازاں یوسف مصر توحید زچندیں زنار کفر کے از گردن
ایشاں بریدہ شد-

پسندیدہ میدان ہے وہاں اس نے ایک خزانہ کو پایا جو طرح
طرح کے ساز و سامان سے آراستہ ہے۔ اس میں ایسا سونا چاندی
ہے کہ نہ کبھی آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا۔ اسکی آنکھوں
میں تنا دکھائی دیا کہ آنکھیں خیرہ ہو گئیں اور وہ متحیر ہو کر رہ گیا۔
اتفاقاً اسے اپنا گم کردہ کھڑاواں یاد آگیا تلاش کر کے دیکھا
کہ ایک کونے میں انمول جواہرات سے آراستہ ڈھیر کھڑاویں
رکھے ہوئے ہیں۔ آگے بڑھا ان کے درمیان میں سے اپنا کھڑاواں
تلاش کیا دیکھا کہ وہ دوسرے ایک کونے میں پڑے ہوئے ہیں۔
جب اسکی نگاہ ان ڈھیروں کھڑاؤں کے ساتھ اپنے کھڑاویں پر پڑی تو
اسے اپنا کھڑاواں ان کے مقابلہ میں ہیچ معلوم ہوا۔ ایسے ہی
جیسے ایک چکدار آئینہ کے سامنے پتھر ہوتا ہے۔ وہ اپنی زبان
کو توحید کے پھولوں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے
آراستہ کیا اور اپنی قسمت کی پیشانی سے ان علیک لعنتی الی یوم
الدین کے نقش کو مٹا کر واما الذین ابیضت وجوھھم ففی
رحمۃ اللہ کے حروف سے منقش کر دیا۔ اور شاہ کے سامنے دم بدم سجدۂ
شکر بجا لایا اور پھر آپ کے سامنے معروضہ پیش کیا کہ اے سردار میں
چاہتا ہوں کہ اسی وقت میرے تمام خادموں شاگردوں کو ان نعمتوں
سے بھرپور دسترخوان پر بٹھاؤں اور میں نے جو کچھ جسکی بدولت
یہ گمراہ اس پانی کی گہرائی میں دیکھا ہے اسی طرح اگر یہ لوگ بھی
اپنے دل کی آنکھوں سے اس چیز کو دیکھ لیں تو تعجب نہیں کہ ان کے دل
کی آنکھیں جو ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور کے صفت سے اندھے
اور نابینا ہیں الایمان شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ کی بصارت سے
روشن و آراستہ ہو جائیں شاہ نے فرمایا کہ اے فلاں ان سے

سلسلہ قادریہ عالیہ میں پڑھی جانے والی دو رکعت
نماز دوگانۂ قادریہ اور صلوٰۃ غوثیہ کے نام سے مشہور و معروف
ہے جس میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ مرتبہ
پڑھا جاتا ہے اور سلام کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھ
کر گیارہ قدم عراق کی طرف چلتے ہوئے سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ
کے وسیلہ سے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی جاتی ہے۔ اس
کے متعلق کافی دلائل موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ الہند عبدالحق
دہلوی اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں حضور غوث پاک
رضی اللہ عنہ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ غوث
پاک کا ارشاد ہے کہ اگر تمہیں کوئی ضرورت درپیش ہو، تو
میرے وسیلہ سے بارگاہِ خداوندی میں طلب کرو تمہاری
خواہش پوری ہوگی۔ نیز یہ بھی آپ کا ہی ارشاد ہے کہ اگر
کوئی تکلیف میں مجھ سے استعانت طلب کریگا تو اس کی وہ
تکلیف دور ہو جائے گی۔ اگر کوئی سختی میں مجھے پکاریگا
تو اس کی سختی جاتی رہے گی۔ نیز اگر کوئی دو رکعت نماز
میں بعد سورۂ فاتحہ کے گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے
اور بعد سلام کے حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وسلم پر گیارہ مرتبہ
درود شریف پڑھ کر بغداد کی سمت گیارہ مرتبہ میرا نام لیتے
ہوئے گیارہ قدم چلے گا اور خدا سے اپنی حاجت چاہیگا
تو خدائے تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسکی ضرورت پوری
فرمائے گا۔

حضرت عبدالحقؒ دہلوی اپنی کتاب "زاد المتقین" میں فرماتے
ہیں کہ ایک مرتبہ باتوں باتوں میں مذکورہ دوگانہ پر بحث
ہوئی جو "صلاۃ الاسرار" کے نام سے بھی مشہور ہے، ہمارے
شیخ عبدالوہاب متقی نے اس نماز کو نہیں پڑھا اور شیخ
محمد بکری بھی باوجود اس سلسلۂ عالیہ سے متعلق ہونے
کے قائل نہیں تھے۔ اس نے کہا "بہجۃ الاسرار" میں
اس نماز کا ذکر موجود ہے۔ اس وقت مذکورہ کتاب طلب
کی گئی اور میں نے اس نقل کو پیش کیا تو سبھی نے اس
بات پر اتفاق کیا کہ شاید یہ نقل ان بزرگوں تک نہ پہنچی ہو
اور حضرت باقر آگاہ مدراسی نے بھی اپنے ایک رسالہ

ہیں منکرین دوگانۂ قادریہ کا جواب دیتے ہوئے تمام شبہات کا ازالہ کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: تمام اکابر علماء واولیاء اس بات پر متفق ہیں کہ حضور غوث پاکؒ کتاب وسنت کے احکامات کی پابندی میں اتنا اہتمام فرماتے کہ جس کا کوئی تصور بھی کر نہیں سکتا۔ آپ نے حضور کی پیروی میں سرمو بھی تجاوز نہیں کیا۔ اگر کوئی غلبۂ حال سے غیر شرعی امر کا مرتکب ہوتا تو آپ فوراً اس کی اصلاح کی جانب توجہ فرماتے۔ اس کے علاوہ آپ تمام عمر دین اور علوم دینیہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ کے بہت سے شاگرد محدث، مفسر اور صاحب تصنیف گذرے ہیں اور بہت سے تلامذہ امیر المومنین کے لقب سے نوازے گئے جن کی تعداد بہت طویل ہے۔ آپ کے علو مرتبت اور کمالیت کا اندازہ لگانے کے لئے یہی ایک واقعہ کافی ہوگا جو تواتر کی حد تک پہنچ چکا ہے۔ ایک دفعہ آپ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مزار پر زیارت کی غرض سے تشریف لے گئے۔ جب مزار پر حاضر ہوئے تو خود حضرت امام اپنی مزار سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں علم شریعت و طریقت میں آپ کا محتاج ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ حضور غوث پاک ظاہر و باطن دونوں حیثیتوں سے حامی شریعت ہیں۔ لہٰذا آپ نے فرمایا اگر کوئی دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے اور گیارہ قدم بغداد کی سمت چلتے ہوئے میرے وسیلے سے خدا کے حضور میں اپنی حاجت چاہئے تو اسکی حاجت پوری ہوگی۔

دوگانہ قادریہ کو حافظ شیخ نور الدین الشطنوفی نے "بہجۃ الاسرار" میں اور حضرت شیخ عبد اللہ یافعی نے "خلاصۃ المفاخر" میں اور حضرت شیخ شہاب الدین القسطلانی نے "الروض الزاہر" میں اور حضرت شیخ ابوبکر عبد اللہ بن نصر نے "انوار الناظر" میں اور شیخ حافظ مجد الدین شیرازی نے "روض الناظر" اور شیخ محمد بن سعید زنجانی نے "نزہۃ الخواطر" میں اور شیخ عبد القادر عید روس نے "الدر الفاخر" میں اور ان کے علاوہ دیگر بزرگوں نے اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا ہے اور خود بھی وقتاً فوقتاً اس کو ادا کیا ہے۔ حاصل یہ کہ مذکورہ دوگانہ اور عراق کی جانب گیارہ قدم چلنا علماء کے نزدیک مشہور ہے اور اب تک کسی نے اس مبارک عمل پر اعتراض نہیں کیا۔ لیکن ان دنوں ایک مجہول الحال کی جانب سے — کاغذ پہنچا ہے۔ جو انتہا رکیک ہے اور بیہودہ الفاظ سے بھرا ہوا ہے۔ بلکہ کفر کے قریب تر ہے۔ لہٰذا واجب ہو جاتا ہے ایسے جاہلوں کا جواب۔ اور دفعیہ پہلے ہی کر دیا جائے تاکہ دوسرے ان سے واقف ہو جائیں اور اس قسم کے لوگوں کو دوبارہ ایسی حرکت کرنے کا موقع نہ ملے۔ چنانچہ ہم پہلے اس کی لغو عبارت پیش کرتے ہوئے ان کی تردید کرتے ہیں۔

النذر لغیر اللہ وضرب الاقدام نحو العراق من انواع الکفر (مدارج السالکین) غیر خدا سے نذر مانگنا اور عراق کی طرف چلنا کفر کے اقسام سے ہے۔

ضرب الاقدام بعد الصلوٰۃ الی العراق کفر

قائله وفاعله واقع فی حرمة عظیمة (شرح المنادی)

نماز کے بعد عراق کی طرف چند قدم چلنا کفر ہے۔ اس کا قائل اور فاعل دونوں حرمتِ عظیم کے مرتکب ہیں۔

ما اجراهم علی افتراء المنکرات علی مشائخ العظام من ضرب الاقدام بعد الصلوٰة نحو العراق فهو کفر الاستنباط من نصوص القرآن (مدارج الناسکین)

ان لوگوں کی جرأت دیکھئے کہ مشائخ کرام کی طرف غیر شرعی باتوں کو منسوب کرتے ہیں جیسے نماز کے بعد عراق کی طرف چلنا کفر ہے۔ یہ نصوصِ قرآنیہ کے خلاف ہے۔

من ضرب الاقدام بعد الصلوٰة علی زعم ان هذا زیادة فهو کافر وعلیه الفتویٰ (شرح المنادی)

جو آدمی نماز کے بعد زیارت کا خیال کرتے ہوئے چلیگا' وہ کافر ہے "شرح مشارق الانوار" میں اسی پر فتویٰ ہے۔ ومن اعتقد بحل ضرب الاقدام بعد الصلوٰة لشیخ عبد القادر جیلانی فهو کافر جس نے نماز کے بعد گیارہ قدم حضرت غوث پاک کے لئے چلنے کو جائز سمجھا وہ کافر ہے۔ (شرح مشیدی)

یہ رہیں ان کی لغو اور بیہودہ باتیں جنہیں دیکھ کر ایک ادنیٰ طالب علم بھی ہنس پڑیگا۔ ان کا النذر لغیر اللہ کہنا نہایت غلط ہے کیونکہ عبارت کو اس طرح ہونا چاہئے تھا "النذر لغیر اللہ" اور اس کے علاوہ نذر کا کچھ سوال ہی نہیں ہے بلکہ وسیلہ ہے اصلاً غیر خدا سے نذر نہیں ہے اور اس کا کہنا کہ نماز کے بعد عراق کی جانب چند قدم چلنا کفر ہے انتہائی باطل ہے' کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اصحابؓ سے توسل پر تمام متفق ہیں۔ اور کتاب و سنت میں بے حساب دلائل موجود ہیں۔ لہٰذا عراق کی جانب چند قدم چلنا توسل کی ایک علامت ہے جو محض سعادت اور خاص کر اکتساب قربت کے لئے ہے۔ اس فعل کا ترک کرنا بھی افضل نہیں ہے تو اس کو کفر کہنا گویا دو گھوڑوں پہ سوار ہو کر کفر کی جانب دوڑنا ہے۔ کیونکہ علماء کے نزدیک ارکان اسلام کا انکار کرنا یا معصیت کو حلال جاننا جس کا گناہ ہونا نص قطعی سے ثابت ہے وہ کفر ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے غیر محققین جو کبائر کو بھی کفر کہتے ہیں ان کی تردید مذاہب اربعہ کے علمائے محققین نے اچھی طرح کی ہے۔ اس وقت ہم جس کے بارے میں بحث کر رہے ہیں' اس کا تعلق نہ گناہِ صغیرہ سے ہے نہ گناہ کبیرہ سے'۔ نیز اس کا چھوڑنا بھی اولیٰ نہیں ہے۔ ایسی کتابیں گمراہی کا باعث ہوتی ہیں ان کا دیکھنا اچھا نہیں اس کا نام تو "مدارج السالکین" کے بجائے "مدارج الهالکین" ہونا چاہئے۔ کیا ایسی غلط قسم کی کتابیں لکھنے والے صحیح بخاری و مسلم کی حدیث نہیں جانتے ہیں کیا۔ انہوں نے کسی عالم سے نہیں سنا کہ ایک گناہگار کسی عالم کے ملنے کے لئے اپنے گاؤں سے نکلا مگر راستہ میں اس کی موت آگئی۔ رحمت و عذاب کے فرشتے اس پہ ٹوٹ پڑے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ اس گنہگار کے گھر سے اس کے جائے وفات تک زمین کی پیمائش کی جائے پھر وہاں سے اس عالم کے

مکان تک زمین کی پیمائش کی جائے پھر یہ عالم کے
شہر سے قریب ہو تو رحمت کے فرشتے لے جائیں اور
اگر اپنے گاؤں سے قریب ہو تو اس کو عذاب کے فرشتے
لے جائیں۔ جب پیمائش کی گئی تو وہ خوش قسمتی سے
عالم کے شہر سے ایک بالشت قریب تھا جس کی وجہ سے
رحمت کے فرشتے اس کو اپنے ساتھ لے گئے۔

مذکورہ نماز کا منکر قرآن مجید کی ان آیات
ارأیت الذی ینھی عبدًا اذا صلی کا مصداق
اور ابوجہل کا شریک وساتھی ہوجائے گا۔ کیونکہ صلاۃ
حاجت متعدد روایات سے ثابت ہے۔ حدیث، فقہ
تصوف کی معتبر کتابوں میں مرقوم ہے۔ اس میں شک
نہیں کہ دوگانہ مذکورہ نماز حاجت ہے۔ اس میں بھی وہی
نیت کی جاتی ہے۔ قطع نظر اس کے صلوٰۃ نافلہ کی کوئی
حد مقرر نہیں ہے۔ البتہ اس کو کسی خاص وقت کے ساتھ
مقرر کرنا بدعت ہے۔ اس لحاظ سے یہ نماز نہ صرف جائز
بلکہ مستحب ہے۔ احادیث میں اس چیز کا ذکر ہے کہ جب
بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی معاملہ میں پریشان ہوتے
تو فوراً نماز پڑھنے لگتے تھے۔ چنانچہ محدثین نے اس کو
نفل نمازوں میں صلوٰۃ الحاجۃ سے تعبیر کیا ہے۔

اس غبی ونادان کا قول وما اجرأھم علی افتراء
المنکرات علی مشائخ العظام الی آخرۃ میں لفظ
اجرأھم سراسر غلط ہے۔ یہاں تو ما اجترأھم
ہونا چاہئے تھا۔ لفظ صلوٰۃ میں الف غلط ہے۔ نیز
لفظ الاستنباط نصوص القرآن بالکل مہمل ہے۔ حدیث
مشہور کے مطابق جس نے اپنی رائے سے قرآن مجید
کی تفسیر کی کفر کا مرتکب ہوا۔ اس شخص کی تکفیر کا باعث ہے۔

غرض ان لغو اور بیہودہ باتوں کی کوئی حد نہیں۔
ان جاہلوں کو کہاں سے اس قسم کی باتیں ملتی ہیں، کہ
ان گمراہ کن باتوں کے ذریعہ لوگوں کو ضلالت اور
گمراہی کے وادی میں پھینک دیتے ہیں۔ لہٰذا ان کے
متعلق یہ شعر نہایت ہی موزوں ہے۔

؎

خیالات نادان خلوت نشیں
بہم برکند عاقبت کفر و دیں

جاہل کے خیالات سے دین کی بنیادیں ہل جاتی
ہیں۔ اس تصریح کے بعد ذہنوں سے ان خیالات کو
نکال دینا چاہئے۔ مذکورہ دوگانہ نہ صرف جائز بلکہ
مستحب ہے۔ کیونکہ اس کے انکار میں کسی قسم
کی گنجائش ہی باقی نہیں ہے۔

تلخیص از کتاب: فصل الخطاب بین
الخطاء والصواب
مؤلف: قدوۃ السالکین
حضرت قطب ویلور
قدس سرہ العزیز

—

اہم فتویٰ

مندرجۂ ذیل فتویٰ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ نے لکھا ہے جس میں ارواح مومنین کی آمد سے متعلق روشنی ڈالی گئی ہے۔ ادارہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس وقت سے روح انسان کے جسم سے پرواز کرتی ہے بعد اس کے پھر بھی اپنے مکان پر آتی ہے یا نہیں۔ اور اس سے کچھ ثواب کی خواہشگار (خواہ قرآن مجید یا خیرات وغیرہ طعام ہو یا روپیہ پیسہ) ہوتی ہے یا نہیں۔ اور کون کون دن روح اپنے مکان پر آیا کرتی ہے۔ اور اگر آتی ہے تو منکر اس کا گناہ گار ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو کس گناہ میں شامل ہے۔ بینوا وتوجروا۔

۱۳ شعبان معظم ۱۳۲۱ھ

الجواب

خاتمۃ المحدثین شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب "زیارۃ القبور" میں فرماتے ہیں:-

مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز۔ تصدق از میت نفع می کند اورا بے خلاف میان اہل علم وارد شدہ است در آں احادیث صحیحہ خصوصاً آب و بعضے علماء گفتہ اند کہ نمی رسد میت را مگر صدقہ و دعا۔ و در بعض روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ۔ پس نظر می کنند از وے یانہ" واللہ تعالیٰ اعلم"۔

مستحب ہے کہ آدمی کی وفات کے بعد سات روز تک صدقہ و خیرات کیا جائے۔ فقہا کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے کہ میت کو صدقہ و خیرات سے نفع پہنچتا ہے صحیح احادیث اور خصوصاً پانی والی حدیث اس موضوع سے متعلق وارد ہوئی ہیں۔

اور بقول بعض علماء میت کو صرف صدقہ اور دعا سے فائدہ پہنچتا ہے اور بعض روایات میں آیا ہوا ہے کہ میت کی روح اپنے گھر شب جمعہ آتی ہے اور منتظر رہتی ہے کہ اس کے لئے کوئی صدقہ یا دعائے مغفرت وغیرہ کا تحفہ ملتا ہے یا نہیں۔

شیخ الاسلام کشف الغطاء عما لزم للموتیٰ علی الاحیاء فصل ہشتم میں فرماتے ہیں:

"در غرائب و خزانہ نقل کردہ کہ ارواح مومنین می آیند خانہائے خود را ہر شب جمعہ و روز عید و روز

عاشورہ وشب برات، پس استادہ می شوند بیرون خانہائے خود۔ وندا می کنند ہر یکے باواز بلند اندوہ گیں اے اہل واولاد من ونزدیکان من مہربانی کنید برما بصدقہ۔

غرائب وخزائن، میں نقل کیا گیا ہے کہ ارواح مومنین شب جمعہ، روز عید، روز عاشوراء اور شب برات کے موقعوں پر اپنے گھروں پر آتی ہیں اور غمگین آواز سے اہل خانہ کو پکارتی ہیں۔ اے میرے اہل وعیال! اے میری اولاد! اے میرے احباب ہم پر صدقہ وخیرات کے ذریعہ مہربانی کرو۔!

امام اجل عبداللہ بن مبارک وابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری ومسلم، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اور امام احمد، مسنداً اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابونعیم "حلیہ" میں بسند صحیح حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی۔ وھذا لفظ ابن المبارک قال ان الدنیا جنۃ الکافر وسجن المومن وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسہ کمثل رجل کان فی السجن فاخرج منہ فجعل منہ یتقلب فی الارض ویفسح فیھا۔

بے شک دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کا قید خانہ ہے۔ جب مسلمان کی جان نکلتی ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص زندان میں تھا اب آزاد کر دیا گیا۔ تو زمین میں گشت کرنے اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔

ابوبکر کی روایت یوں ہے فاذا مات المومن یخلی سربہ یسرح حیث مشاء۔ جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے جائے۔

ابن ابی الدنیا، وبیہقی۔ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہما سے راوی حضرت سلمان فارسی وعبداللہ بن سلام باہم ملے۔ ایک نے دوسرے سے کہا اگر تم مجھ سے پہلے انتقال کرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا۔ کہا کیا زندے اور مردے بھی ملتے ہیں کہا نعم اما المومنون فان ارواحھم فی الجنۃ وھی تذھب حیث شاءت۔ ہاں مسلمانوں کی روحیں تو جنت میں ہوتی ہیں انہیں اختیار ہوتا ہے، جہاں چاہیں جائیں۔

ابن المبارک کتاب الزہد، وابوبکر ابن ابی الدنیا اور ابن مندہ سلمان رضی اللہ عنہ، سے راوی قال ان ارواح المؤمنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاءت ونفس الکافر فی سجین۔ بے شک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جہاں چاہیں جاتی ہیں اور کافر کی روح سجین میں مقید ہے۔

ابن ابی الدنیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے راوی قال بلغنی ان ارواح المومنین مرسلۃ تذھب حیث شاءت۔ مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مسلمانوں کی روحیں آزاد ہیں، جہاں چاہیں جاتی ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں رجح ابن البر ان ارواح الشھداء فی الجنۃ و ارواح غیرھم علی افنیۃ القبور فتسرح حیث شاءت امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا راجح یہ ہے کہ شہیدوں

روحیں جنت میں ہیں اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر جہاں چاہے آتی جاتی ہیں۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں

ان الروح اذا نخلعت من ھذا الھیکل وانفکت من القیود بالموت تجول الی حیث شاءت بیشک

جب روح اس قالب سے جدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولان کرتی ہے۔

قاضی ثناء اللہ بھی تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:

ارواح الیشان (یعنی اولیائے کرام) از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند می روند۔ اولیائے کرام کی ارواح زمین آسمان اور جنت میں جہاں کہیں چاہیں چلی جاتی ہیں۔

خزانۃ الروایات میں ہے عن بعض العلماء المحققین ان الارواح تخلص لیلۃ الجمعۃ و تنتشر وا فجاؤا الی مقابرھم ثم جاؤا فی بیوتھم

بعض محقق علمائے کرام سے مروی ہے کہ روحیں شب جمعہ چھٹی پاتیں اور پھیلتی ہیں۔ پہلے اپنی قبروں پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں۔ (دستور القضاۃ)

مستند صاحب مأتہ مسائل میں فتاوی امام نسفی سے ہے ان ارواح المؤمنین یاتون فی کل لیلۃ الجمعۃ ویوم الجمعۃ فیقومون بفناء بیوتھم ثم ینادی کل احد منھم بصوت حزین یا اھلی، ویا اولادی ویا اقربائی اعطفوا علینا بالصدقۃ واذکرونا ولا تنسونا وارحمونا فی غربتنا الخ

بے شک مسلمانوں کی روحیں ہر روز و شب جمعہ اپنے گھر آتی اور دروازے کے پاس کھڑی ہو کر دردناک آواز سے پکارتی ہیں کہ اے میرے گھر والو! اے میرے بچو! اے میرے عزیزو! ہم پر صدقہ کے ذریعے مہربانی کرو۔ ہمیں یاد کرو۔ بھول نہ جاؤ۔ ہماری غریبی میں ہم پر ترس کھاؤ۔

نیز خزانۃ الروایات مستند صاحب مأتہ مسائل میں ہے

عن ابن عباس رض اذا کان یوم عید، او یوم جمعۃ او یوم عاشوراء ولیلۃ النصف من الشعبان تاتی الارواح الاموات ویقومون علی ابواب بیوتھم فیقولون ھل من احد یذکرنا۔ ھل من احد یترحم علینا، ھل من احد یذکر غربتنا الحدیث۔

حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے۔ جب عید یا جمعہ یا عاشوراء کا دن یا شب برات ہوتی ہے، اموات کی روحیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں۔ ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے۔ ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔

اسی طرح کنز العباد میں بھی کتاب الروضہ امام زندویسی سے منقول ہے۔ یہ مسئلہ کہ نہ عقائد کا ہے نہ فقہ کے حلال و حرام کا ایسی جگہ دو ایک سندیں بھی بس ہوتیں، نہ کہ اس قدر کثیر و وافر۔

اسے جتنا ماننا چاہئے اس کے لئے اتنی سندیں کافی ہیں

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین۔

قدوۃ السالکین مولینا مولوی حافظ سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ کی خدمت میں مولانا احمد حسین مہاجر مدراسی نے ۱۲۷۱ھ ایک مکتوب ارسال فرمایا جس میں فیض روحانی اور دیگر مسائل تصوف سے متعلق گرہ کشائی کی درخواست کی گئی تھی۔ حضرت موصوف قدس سرہ نے زبان فارسی میں اس کا مدلل اور مفصل جواب سپرد قلم فرمایا جس کی تلخیص ناظرین اللطیف کی خدمت میں حاضر ہے۔

بشیر الحق ادھونی

حمد و صلوٰۃ، سلام مسنون اور دعاؤں کے بعد!

گرامی کا التفات نامہ مورخہ جمادی الثانی ۱۲۷۱ھ کو موصول ہوا۔ اور سرور قلب کا باعث بنا۔

این کار دولت است کنوں تا کرا رسد

فیض روحانی سے متعلق دریافت کیا گیا تھا۔ یہ مسئلہ تو تحقیق شدہ اور مسلم ہے۔ صوفیائے کرام اور فقہائے عظام دونوں حضرات انبیاء کرام کے روحانی فیض کے بارے میں اتفاق رکھتے ہیں البتہ فقہا کا اختلاف غیر انبیاء سے روحانی فیض پہونچنے کے بارے میں ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی "ترجمہ مشکوٰۃ" میں فرماتے ہیں اصحاب قبور سے استمداد کے مسئلہ میں اکثر فقہا کا مسلک یہ ہے کہ حضور اکرمؐ اور انبیائے کرام کے علاوہ دیگر حضرات سے جائز نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ زیارت میت کے واسطے دعا اور استغفار کیلئے ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ مردوں کو تلاوت کلام پاک، استغفار اور دعا کے ذریعہ نفع پہونچایا جائے۔ اور اس چیز کو مشائخ صوفیا اور بعض فقہا نے ثابت کیا ہے۔

اہل کشف اور اصحاب کمال کے نزدیک یہ امر مسلم اور متحقق ہے کہ صلحاء سے بھی بہت سارے فیوض و برکات اور فتوحات ارواح کو پہونچی ہوئی ہیں۔

- - - - - - - -

شیخ فریدالدین عطار تذکرۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ ایک جماعت ایسی ہے جس کو اویسی کہا جاتا ہے۔ اور اس کو شیخ کامل کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ بلکہ نبوت اپنی گود سے بغیر کسی واسطہ کے اس کی پرورش فرماتی ہے جیساکہ حضرت اویس

قرنی کو یہ شرف حاصل ہے۔ اگرچہ کہ ظاہر میں انھوں نے حضور اکرم کو نہیں دیکھا لیکن بالراست آپ ہی سے تربیت پائی۔

"ترجمہ مشکوٰۃ دہلوی" میں ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دعائیں قبول ہونے کیلئے حضرت امام موسیٰ کاظم کی قبر تریاق مجرب ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں کہ جس شخص سے حالت حیات میں استمداد کیا جاتا تھا بعد وفات بھی استمداد درست ہے۔

بیعت وارادت میں حضرت بایزید بسطامی حضرت امام جعفر صادق سے منسوب ہیں:

اور حضرت بایزید کے مرید ہونے کی بات یہ ہے کہ انھوں نے معنوی طور پر روحانی حیثیت سے حضرت امام جعفر صادق سے تربیت پائی۔ اور یہ تربیت ظاہری اور صوری حیثیت سے نہیں ہے جیسا کہ ،، رشحات،، میں مرقوم ہے

اور تصوف میں حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی شیخ بایزید بسطامی سے منسوب ہیں اور سلوک میں انھوں نے شیخ بایزید کی روح سے اکتساب فیض فرمایا۔ اور ان ہی سے تربیت کا حق حاصل کیا۔ حالانکہ حضرت ابوالحسن کی ولادت اس وقت ہوئی جبکہ بایزید کو انتقال کئے ہوئے ستر سال بیت چکے تھے جیسا کہ "نغمات" میں مذکور ہے۔

مثنوی

ہمچناں آمد کہ او فرمودہ بود
بوالحسن از مرحماں او راشنود

حضرت ابوالحسن خرقانی کا ظہور اسی طرح ہوا جیسا کہ بایزید نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔ ابوالحسن نے یہ بات لوگوں سے سنی کہ حضرت بایزیدؒ نے ان کے بارے میں یوں فرمایا ہے

کہ حسن باشد مریدی و امتم
درس گیرد ہر صباح از تربتم

ابوالحسن میرے مریدوں کے حلقہ میں ہوں گے جو ہر صبح میری تربت سے اکتساب فیض فرمائیں گے۔

گفت من ہم نیز خوابش دیدہ ام
ذر روان شیخ ایں بشنیدہ ام

حضرت ابوالحسن نے کہا کہ میں نے بھی حضرت بایزید کو خواب میں دیکھا اور شیخ محترم کی روح مقدسہ سے یہ باتیں سنیں۔

ہر صباحی رو نہادی سوئے گور
ایستادی تا ضحیٰ اندر حضور

غرض حضرت ابوالحسن ہر صبح حضرت بایزید کی قبر پر تشریف لے جاتے اور اپنے شیخ کی خدمت میں چاشت کے وقت تک کھڑے رہتے۔

تامثال شیخ پیشش آمدی
تا کہ نے گفتی شکالش حل شدی

یہاں تک کہ شیخ مثالی صورت میں آپ کے سامنے ظاہر ہو جاتے اور ایسا تصرف فرماتے کہ اشکالات پیش کرنے سے قبل ہی وہ حل ہو جاتے تھے۔

تا یکی روز بیامد با سعود
گورہا را برف تو بوشیدہ بود

یہاں تک کہ ایک روز وہ صاحب سعادت شیخ کے مزار پر تشریف لائے دیکھا کہ تمام قبریں برف کے تودے سے ڈھکی ہیں۔

تو بے بر تو بر فہا ہمچوں علم
قبہ قبہ دید جانش شد بغم

حضرت ابوالحسن نے دیکھا کہ ایک ایک قبہ تہ
بتہ برف کے تودوں کی وجہ سے پہاڑ بنا ہوا ہے۔ یہ دیکھ
کر آپ نہایت غم زدہ ہو گئے۔

بانگش آمد از حضیرۂ شیخ جی
ہا انا اعوک کی لتسعی الی

اچانک حضرت ابوالحسن نے اپنے زندہ شیخ کی قبر سے ایک
آواز سنی گھبراؤ نہیں، میں تمہیں بلا رہا ہوں میری طرف چلے آؤ۔

ہیں بیا ایں سوبرآ وازم شتاب
عالم ار برف است رو از من متاب

ہاں میری اس آواز کی طرف دوڑے چلے آؤ اگر سارا عالم برف
کا تودہ بنا ہوا ہے تو رہنے دو مجھ سے مایوس ہونے کی ضرورت
نہیں۔

حال او زآں روز شد خوب و پدید
آں عجائب را کہ اول می شنید

وہ عجیب سی باتیں جن کو آپ نے اپنے متعلق پہلے سنا تھا اس
کے مطابق اس دن سے آپ کی حالت نکھرتی چلی گئی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے شیخ ابوبکر ہزارزاری
سطاکی کا انتساب ہے۔ حضرت ہزارزاری ابتدا میں ایک
مشہور چور تھے۔ صدق دل اور اخلاص سے انھوں نے توبہ
کی اور مخلوق سے کنارہ کش ہو گئے۔ اور خواب میں حضور اکرم
اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ
مجھے خرقہ پہنا دیجئے، نبی کریم ؐ نے فرمایا۔ اے ابن ہزارزاری
تمہارے لئے نبی ہوں تمہارے لئے یہ شیخ ہیں اور اپنے دست
مبارک سے حضرت صدیق رضؓ کی جانب اشارہ فرمایا۔ حضرت
ابوبکر رضؓ نے انہیں خرقہ اور ٹوپی پہنائی اور دعا فرمائی کہ اللہ
تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے اور اپنے دست مبارک کو ان
کی پیشانی اور سر پر پھیرا۔

شیخ ہزارزاری جب نیند سے بیدار ہوئے تو خرقہ
اور ٹوپی دونوں کو اپنے سر پر موجود پایا۔ اور یہ جس طرف جاتے
مخلوق آپ کی طرف متوجہ ہوتی تھی اس کے بعد علامات قرب
مسلسل ظاہر ہونے لگے جیسا کہ ترجمہ خلاصۃ المفاخر میں ہے

اور اسی طرح حضرت ابوبکرؓ سے حضرت شیخ علی
بن وہب سنجاری کا انتساب ہے۔ حضرت صدیق رضؓ نے خواب
میں انہیں عمامہ باندھا جب وہ بیدار ہوئے تو ان کے سر پر عمامہ
موجود تھا۔ حضرت شیخ علی فرماتے ہیں کہ خواب سے بیدار ہونے
کے بعد میں باہر چلا آیا تو مخلوق نے مجھے گھیر لیا۔ جیسا کہ ترجمہ
خلاصۃ المفاخر میں ہے۔

اور میرے جد امجد اور شیخ محترم حضرت سید عبدالقادر
جیلانی، حضرت ابوسعید مبارک مخزمی سے منسوب ہونے کے باوجود
سرور عالم ؐ سے منسوب ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ما ادبانی الا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاحد علی منۃ بعد اللہ
ورسولہ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری
تربیت فرمائی اور مجھ پر خدا اور رسول کے بعد کسی کا احسان نہیں
ہے جیسا کہ بہجۃ الاسرار میں مذکور ہے

اور اسی طرح خواجہ بہاء الدین نقشبندی بھی اویسی
ہیں، اور انھوں نے حضرت عبدالخالق غجدوانی کی روح سے تربیت پائی
ہے اگرچہ کہ آداب طریقت کی تعلیم انھوں نے حضرت سید امیر کلال
سے حاصل کی۔ جیسا کہ نفحات میں ہے۔

اور میرے جد محترم حضرت سید شاہ ابوالحسن حسینی
قادری بیجاپوری المعروف گورے حسن صاحب قدس سرہٗ ـــــ

"مخزن السلاسل" میں اپنی خلافتوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان میں سے پانچ سلسلوں کو میں نے چار اولیائے کرام کے واسطے سے حاصل کیا۔ اور ان حضرات کو یہ سلاسل بلا واسطہ حضور اکرمؐ سے حاصل ہوئے تھے۔ اور وہ حضرات یہ ہیں۔

حضرت ابو البیان۔ شیخ شمس الدین محمد بن محمود حنفی خوارزمی۔ شیخ ابن احمد الرواد۔ سید جلال الدین ابو عبداللہ حسین حسینی بخاری مخدوم جہانیاں۔

خاتمۃ المجتہدین حافظ شہاب الدین ابن حجر مکی علیہ الرحمہ نے "منقذ غزالی" سے "شرح ہمزیہ" میں یہ قول نقل کیا ہے کہ ارباب قلوب کبھی کبھی بیداری میں ملائکہ اور ارواح انبیاء کا مشاہدہ کر لیتے ہیں اور ان کی گفتگو سنتے ہیں اور فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

اور اس کے علاوہ بعض اکابرین سے یہ کلام منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ جس بزرگ کو حضور اکرم کے دیدار سے مشرف و بزرگی عطا فرمایا ہے ان کے لئے یہ بات چنداں بعید نہیں کہ ان کے اور حضور اکرم کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ حالانکہ حضور اکرم اپنی قبر انور میں تشریف فرما ہیں۔ اور اولیائے کرام اپنی بیداری میں حضور اکرم کو اپنی قبر میں دیکھتے ہیں۔ اور آپ سے شرف تکلم حاصل کرتے ہیں اگرچہ کہ ان اولیائے کرام کے شہر مسافت کے اعتبار سے کتنے ہی دور کیوں نہ واقع ہوں۔ اور وہ مراتب و درجات کے لحاظ سے مختلف بھی کیوں نہ ہوں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ نقل اور سند میرے پاس محفوظ ہے کہ ابو الحسن اور ابو العباس نے حالت بیداری میں حضور اکرم کے دیدار کا شرف حاصل کیا اور ابو الحسن شاذلی نے تو یہاں تک فرمایا کہ اگر ایک لمحہ بھی میرے اور حضور اکرمؐ کے درمیان حجاب واقع ہو جائے تو میں اپنے کو مسلمان نہیں قرار دیتا۔

علامہ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ میرے اور میرے والد محترم کے شیخ، حضرت شمس محمد بن ابی الحمائل عموماً حالت بیداری میں حضور اکرمؐ کو دیکھا کرتے تھے اور یہ آپ کی عادت بن چکی تھی کہ جب بھی آپ سے کوئی سوال کیا جاتا آپ حضور اکرمؐ کی طرف رجوع ہوتے۔ اور فرماتے کہ پہلے میں اس مسئلہ کو حضور اکرم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ کا یہ معمول رہا کہ مسائل کے استفسار کے موقعہ پر اپنے سر کو قمیص کے گریبان میں جھکا لیتے اور کچھ دیر کے بعد سر اٹھاتے اور فرمانے لگتے کہ اس مسئلہ کی وضاحت سرکار دو عالمؐ نے یوں فرمائی ہے۔ اور امر واقعہ بالکل اسی طرح ہوتا تھا کبھی اس کے خلاف نہیں ہوتا، لہٰذا ان چیزوں کے انکار و تکذیب سے احتراز کیا جائے۔

اور میرے جد محترم محی الملۃ والدین حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی ویلوری سے جب بھی مثنوی کے ابیات سے متعلق پوچھا جاتا تو آپ اپنے سر کو جھکا لیتے اور فرماتے مصنف اس کے معنی یہ بتلا رہے ہیں۔

اور میرے والد ماجد اور شیخ محترم حضرت سید شاہ ابو الحسن قادری بھی اویسی تھے۔ آپ نے حضرت سید عبد القادر جیلانی کی روح پر فتوح سے اکتساب فیض فرمایا۔ چنانچہ آپ نے خواب میں کئے ہوئے غسل کا اثر اور اس کی تری کو اپنے کپڑوں اور جسم پر بیداری کی حالت میں پایا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی، "ترجمہ مشکوٰۃ" کے باب رویا، میں لکھتے ہیں کہ بعض صالحین سے صحیح اور مستند حکایات ملتی ہیں کہ بعض بزرگان دین کو اس دنیا سے کوچ کرنے کے بعد بیداری کی حالت میں دیکھا گیا ہے۔ اس قسم کی روایات تواتر کے ساتھ

منقول ہیں۔ لہٰذا تم دیکھو کہ اس چیز کا منکر اولیائے کرام کی
کرامتوں کو مانتا ہے یا نہیں؟ اگر منکر ہے تو اس کے ساتھ اس
موضوع (رویت یقظہ) پر کوئی بحث ہی نہیں کیونکہ وہ ایسی
چیز کا منکر ہے جس کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہے۔ اگر اولیاء
کرام کی کرامتوں کو مانتا ہے تو یہ چیز بھی (رویت در یقظہ)
جملہ کرامات میں سے ایک ہے۔ لہٰذا اس میں انکار کی کیا بات ہے

علامہ قیصری قدس سرہ "شرح فصوص کے مقدمہ
میں لکھتے ہیں کہ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے کہ "عادت"
تقدیر الٰہی سے تعلق رکھتی ہے جو علم باری تعالیٰ سے مربوط ہے اور
عادت سنت الٰہیہ پر جاری ہے اور "خرق عادت" کا تعلق بھی
تقدیر ازلی ہی سے ہے۔ لیکن وہ سنت الٰہیہ پر جاری نہیں ہے
بلکہ خرق عادت کا ظہور کبھی کبھی ہوتا ہے۔ اور اس کا منشا دِ
مقصد اظہار قدرت ہے۔

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہ اپنے
مکتوبات کے پندرہویں مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ایک جماعت
ہے جس کو "اویسیاں" کہا جاتا ہے ان لوگوں کو شیخ کامل کی ضرورت
نہیں ہوتی اور بے واسطہ شیخ عنایت خود ہی اپنے گود میں
تربیت دیتی ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ اویس قرنی کی پرورش
اسی مزاج اور منہاج پر ہوئی۔ اگرچہ کہ انھوں نے سید الانبیاء
کو نہیں دیکھا لیکن بالراست حضور سے پرورش پائی۔

اور یہ بات بہت ہی نادر ہے کیونکہ اویس
قرنی جیسے ذوی استعداد (قابلیت سے پُر) چیدہ افراد بہت
ہی کم ہوتے ہیں۔ لہٰذا بہتر طریقہ یہ ہے کہ شیخ کامل کی صحبت اختیار
کی جائے۔ جو کمال اور مرتبہ چاہیں گے مل سکتا ہے۔ اور یہی راہ مشہور
اس میں سہل ہے۔

ہاں تا نہی پائے دریں راہ بہ بازی
زیرا کہ دریں راہ بسے نشیب و فراز است

ہاں! جب تک تم اس راہ میں بہادری کے ساتھ قدم
نہ رکھو گے (کمال حاصل ہونا مشکل ہے) کیونکہ اس
راہ میں بہت سے نشیب و فراز ہیں۔

پس لفظ ملفوظ سے یہی مراد ہے کہ اے اسحاق،
امر عادی اور سنت الٰہی کے طریقہ پر شاہ برہان کے پاس چلے جاؤ
وہ تمہیں مقصود کو پہونچائیں گے۔

اور جو فیض خرق عادت کے ذریعہ پہونچتا ہے اس
کا انحصار قرب بدنی پر ہے۔ فیض اول (یعنی خرق عادت کے ذریعہ
جو فیض پہونچتا ہے) یقیناً ایک نعمت ہے لیکن تمام نعمتیں
قرب بدنی سے مربوط اور وابستہ رہتی ہیں حضرت اویس قرنی
اگرچہ خیر التابعین قرار دیئے گئے ہیں لیکن قرب قلبی کے باوجود جب
قرب بدنی سے محروم رہے تو ایک ادنی صحابی جس کو قرب بدنی کا شرف
اس کے مرتبہ کو نہیں پا سکے یہی وجہ ہے کہ ان کا کوہ احد کی
مقدار میں سونا صدقہ کرنا ایک صحابی کے مٹھی بھر گیہوں صدقہ کرنے
کے برابر نہیں ہو سکتا کیونکہ صحبت بہت بڑی چیز ہے جس کی
برابری کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ مکتوبات مجدد الف ثانی
میں مرقوم ہے،

فیض روحانی کی اقسام کو اپنی جگہ ذکر کیا گیا ہے اور
صالحین حالت حیات و ممات، حالت قرب و بعد اور حالت صحو تمام
صورتوں میں اپنا فیض برابر پہنچاتے رہتے ہیں لیکن یہاں اس
کی تفصیل کیلئے گنجائش نہیں ہے۔

اولیائے کرام کی تین قسمیں ہیں ایک قسم تو یہ ہے کہ
نسبت ظاہری سے مشرف ہوتے ہیں جیسے صحابہ کرام اور اکثر

موت کو اختیار کر اپنی خودی کے حجاب کو
ختم کردے۔

نے چناں مرگے کہ در گور روی
مرگ تبدیلی کہ در نورے روی

موت سے مراد یہ قبر میں جانے والی موت نہیں بلکہ ایک
ایک انقلابی موت جس کی بدولت تو نور میں پہنچ جائے

مرد بالغ گشت واں طفلی بمرد
رومی شد صبغۂ زنگی سترد
خاک شد ہیبت خاکی نماند
غم فرح شد حال غمناکی نماند

جیسا کہ میرے جد اور شیخ حضرت شیخ عبدالقادر
جیلانیؒ نے فرمایا۔ الدنیا لها بدل وهو الآخرة والخلق لهم بدل
وهو الخالق۔ دنیا جس کے لئے بدل ہے اور وہ آخرت ہے
اور مخلوق جس کے لئے بھی بدل ہے اور وہ خالق ہے۔

حاصل تحریر۔ جسم کی زندگی کا انحصار روح پر
ہے۔ اور روح کی قوت و توانائی پروردگار عالم سے وابستہ
ہے۔ چنانچہ جب روح کی زندگی لافانی اور طیب رہی اور خباثت
سے عاری اور منزہ رہی تو اس بنا پر انبیاء علیہم السلام اور کتب
سماوی میں اس کو حیات جاودانی اور حیات دائمی سے تعبیر کیا۔
گیا اور اسی حقیقت کا نام قرآن مجید میں "حیات طیبہ" ہے

مثنوی:۔ گفت پیرے مر طبیبے را کہ من
در زحیرم از دماغ خویشتن

ترجمہ:۔ بولا اک پیر اک طبیب نیک سے
درد سر سے مجھکو بس تکلیف ہے

گفت از پیری است آں ضعف دماغ

گفت در چشمم ز ظلمت ہست داغ
بولا پیری سے ہے وہ ضعف دماغ
بولا تاریکی سے ہے آنکھوں میں داغ
گفت از پیریست اے شیخ قدیم
گفت پشتم درد می آید عظیم
بولا پیری سے ہے اے شیخ قدیم
بولا ہے درد کمر مجھکو عظیم
گفت از پیریست اے شیخ نزار
گفت ہر چہ می خورم نبود گوار
بولا پیری سے ہے اے شیخ نزار
بولا جو کھاتا ہوں ہو وے ناگوار
گفت ضعف معدہ ہم از پیری است
گفت دقت دم مرا دم گیری است
بولا ضعف معدہ بھی پیری سے ہے
بولا میری سانس آنے میں رکے
گفت آرے انقطاع دم بود
چوں رسد پیری دو صد علت شود
بولا سچ ہے کیوں نہ دم نزار کے
جو کہ پیری باعث صد عیب ہے
گفت کم شد شہوتم یک بارگی
گفت از پیری ست ایں بیچارگی
بولا میری شہوت اب کم ہو گئی ہے
بولا پیری سے ہے یہ بیچارگی۔
گفت پایم سست شد از رہ بماند
گفت از پیری ست در کنجت نشاند

بولا میرے پاؤں چلنے سے تھکے
بولا پیری سے یہ گوشہ گیری ہے
گفت پشتم چوں کمانے شد دوتا!
گفت از پیری ست ایں رنج و عنا
بولا میری پشت ٹیڑھی ہو گئی
بولا پیری سے ہے یہ رنج و عاجزی
گفت تاریکی ست چشمم اے حکیم
گفت کز پیری ست اے مرد علیم
بولا دھندلی ہے آنکھ میں میری حکیم
بولا پیری سے ہے اے مرد علیم
گفت اے احمق بریں بر دوختی
از طبیبی تو ہمیں آموختی۔
بولا اے احمق تو کہتا ہے کیا
اور طبابت سے یہی سیکھا ہے کیا
اے مدمغ غفلت ایں دانش نداد
کہ خدا ہر درد را درماں نہاد
اے نکھٹے یہ عقل نے دانش نہ دی
کہ دوا ہر درد کی حق نے رکھی!
تو خر احمق ز اندک مایگی
بر زمیں ماندی ز کوتہ پایگی
تھوڑی پونجی سے تو اے احمق گدھے
کوتہ قدمی سے زمیں پر تو رہے
پس طبیبش گفت کاے عمر تو شصت
ایں غضب ویں خشم از پیری ست
پس طبیب نیک نے اس سے کہا

یہ بھی پیری سے ہے اب غصہ تیرا سا
چوں ہمہ اجزا و اعضا شد نحیف
خویشتن داری و صبرت شد ضعیف
جیسے تیرے اعضا ہوئے ہیں سب نحیف
ہو گیا صبر و تحمل بس ضعیف!
بر نتابد دو سخن زاں ہے کند
تاب یک جرعہ ندارد قے کند
نے تحمل دو سخن کا تو رکھے
گھونٹ پی سکتا نہیں قے ہے کرے
جز مگر پیری از حق است مست
در درون او حیات طیب است
پس سوا اس پیر کے جو مست ہے
اور حیات پاک وہ دل میں رکھے۔
از بروں پیر است و در باطن صبی
خود چہ چیز است آں ولی آں نبی
پیر ظاہر طفل ہے وہ باطنا
کیا ہے وہ اولیاء و انبیاء
گر نہ پیدا اند پیش نیک و بد
چیست با ایشاں خساں را ایں حسد
نے ہیں ظاہر نیک و بد کے سامنے
پھر حسد نہ کس کا ان سے کس لئے
در نمی دانند شاں علم الیقین!
چیست ایں بغض و حیل سازی و کیں
گر نہیں وہ جانتے علم الیقیں۔
کس لئے کرتے ہیں حیلہ بغض و کیں۔

در همیں دانند بعث و رستخیز

چون زنندی خویشتن بر شمشیر تیز

ایسے ہی گر جانتے ہیں حشر و نشر

ڈالتے ہیں خود کو کیوں شمشیر پر

پس تو مینگر و مبیں او را چناں

صد قیامت در دلش پنہاں

ملتے ہیں تجھ پر جان ایسا نہیں

سو قیامت مخفی ان کے دل میں ہیں

دوزخ و جنت ہمہ اجزاء اوست

ہر چہ اندیشی تو آں بالائے اوست

دوزخ و جنت اجزا ان کے سب

جو تو سوچے ہیں وہ بالا اس سے اب

ہر چہ اندیشی پذیرائے فناست

دانکہ در اندیشہ نایدآں خداست

سوچتا ہے جو کہ تو وہ ہے فنا

سوچتے ہیں جو نہ آئے وہ خدا

بر در ایں خانہ گستاخی چیست

گر ہمیں دانند کاندر خانہ کیست

در پہ گستاخی ہے گھر کس لئے

گر یہ جانے ہیں کہ گھر میں کون ہے

ابلہاں تعظیم مسجد می کنند

در جفائے اہل دل جد می کنند

کرتے ہیں تعظیم مسجد ابلہاں

اہل دل کو دیتے ہیں تکلیف جاں

آں مجاز است ایں حقیقت اے خراں

نیست مسجد جز درون سروراں

وہ مجاز اور یہ حقیقت ہے خراں

ہے نہ مسجد جز بطون سروراں

مسجدے کو اندرون اولیاست

سجدہ گاہ جملہ است آنجا خداست

وہ جو مسجد ہے درون اولیاء ہے

سجدہ گہ سب کی ہے اور واں ہے خدا

تا دل مرد خدا نامد بدرد

ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد

اہل دل کا جب تلک نے دل رکھا

حق نے نے اس قوم کو رسوا کیا

قصد جنگ انبیاء میداشتند

جسم دیدند آدمی پنداشتند

قصد جنگ انبیاء وہ یہ کرتے تھے

جسم دیکھا اور بشر تھے جانتے

در تو ہست اخلاق آں پیشینیاں

چون نمی ترسی کہ تو باشی ہماں

تجھ پہ یہ اخلاق ان اگلوں کی ہے

کیوں نہیں ڈرتا کہ تو وہ ہی بنے

عادت آں ناسپاسان در تو ست

نابدت ہر بار دلو از چہ درست

عادت ان نالائقوں کی تجھ میں ہے

نے درست ہر ڈول نکلے چاہ سے

آں نشانیہا ہمہ چوں در تو ہست

چوں وزایشانے کجا خواہی برست

وہ نشانی جو کہ بالکل تجھ میں ہے
جو نور ان میں سے ہے کب تو بچ سکے
شیخ بود پیر یعنے مو سفید
معنی ایں مو بداں اے ناامید
شیخ کیا ہے پیر یعنی مو سفید
معنی اس مو کے تو جان اے ناامید
ہست آں موئے سیہ ہستی او
تاز ہستیش نماند تار مو
ہے یہ ہستی اس کی وہ موئے سیاہ
تا نہ ہو ہستی سے اس کی رہ دلا
چونکہ ہستیش نماند پیر اوست
گر سیہ مو باشد یا خود دو موست
جس کی ہستی نہ رہے وہ پیر ہے
مو سیہ ہو یا ہو کھچڑی جان لے
ہست آں موئے سیہ وصف بشر
نیست آں مو موئے ریش و موئے سر
وہ سیہ مو کہ جو ہے وصف بشر
ہے نہ وہ مو داڑھی اور نے موئے سر
عید در عیسیٰ برآرد صد نفیر
کہ جواں ناگشتہ ما گشتیم پیر
بس کیا جھولی میں عیسیٰ نے زبان
کہ میں شیخ و پیر ہوں نے ہوں جواں
گر رہید از بعض اوصاف بشر
شیخ نبود کہل باشد اے پسر
بعض اوصاف بشر سے گر چھٹے
پیر آدھا ہے نہ بالکل شیخ ہے

علماء ظاہر حیات انبیاء کے مسئلہ میں کس قسم کے اختلافات رکھتے ہیں اس کی تفصیل کے لئے رسالہ حیات انبیاء مولف قاضی الملک بدر الدولہ بہادر کا مطالعہ کیجئے اور یہ بات کہ اللہ تعالیٰ سرور عالم قطب مدار اور خضر ہر جگہ حاضر ہیں جیسا کہ حضرت مخدوم کے ملفوظات میں مذکور ہے۔ اس سے حضور اکرم کے ساتھ حضرت خضر حضرت مدار کی مساوات لازم آئے گی۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور اکرم کی مساوات لازم آتی ہے لہذا یہ اعتقاد کیسا ہے؟

جب سالک فنائے آفاقی وانفسی سے فنا فی اللہ ہو جاتا ہے اور اس کی انانیت صغریٰ انانیت کبریٰ سے بدل جاتی ہے اور وہ تینوں سفروں[1] کو مکمل کر لیتا ہے اور جب نقطۂ نہایت نقطۂ ہدایت کے ساتھ متصل ہو جاتا ہے تو وہ باقی باللہ ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی انا آفاق اور انا انفس حق کے ساتھ برابر ہو جاتی ہے۔

صاحب "من لگن" فرماتے ہیں
اپنا پچ ہے یاد، یاد حق کا
ہر کاں ہے معلم اس سبق کا

اس جہاز کو جا بنگی جہنک جب
تب بیچ کو پا دیں گے سو کیا رب

اس جہاز کو یک تو ہو ونیگا بیچ
اس بیچ میں بیچ ہے سو وہ بیچ

[1] تفصیل کیلئے جواہر السلوک ملفوظ حضرت قطب ... ملاحظہ کیجئے۔ (مرتب)

وہ جھاڑ یو جگ جو دیکھ بیں آپئے
لکھنے ہیں آپے لیک یں آپئے
وہ بیج سو نور احمدی حق
وہ بیج یس بیج نور مطلق
جس نور سے تو نور احدیت کا
جان کام نہ عون نا دُیت کا
اس جھاڑ کو پھل سپات عالم
اس جھاڑ کو پھل سو کیا ہے اکوم
پھر پھل میں او آد بیج آیا
پن پھل گیت آ پسے چھپایا
پھل پھوڑ یک آد بیج آبہار
ہستی تو کرے اپس کے اظہار
بولئے کہ یو جھاڑ جسم میرا
اس سب میں مرا پچھان پھیرا
یوں پھیر یو ڈالی پات اور پھول
ہے سب یو میری مکان مقبول
یو جھاڑ میں بھی یو بیج بھی میں
اس بیج میں ہے سو بیج بھی میں
معلوم نہیں کیسے بلو مذکور
جا یو بج کر جانتا ہے منصورؒ
ہرگز نہ دھرے یو باس ہر گھاس
عطار کی عطر میں ہے یو باس
غافل ہے و لیک آدمی زاد
آپس کو دیئے ہیں توہج برباد

گلشن :۔ روا باشد انا الحق از درختے
چرا نبود روا از نیک بختے

جب ایک درخت کو انا الحق روا اور درست ہے۔
تو ایک نیک بخت انسان کو انا الحق کہنا کیسے روا نہیں ہے؟
اور اپنے وجود کے اندر تمام موجودات اور کائنات
کو موجود پاتا ہے۔ اور ان میں تصرف کرتا ہے۔

مثنوی :۔ نان چوں در سفرہ است باشد آں جماد
در تن مردم شود آں روح شاد

ترجمہ خوان میں روٹی تھی اک شئے جماد
پیٹ میں جاکر بنی وہ روح شاد

در دل سفرہ نہ گردد مستحیل
مستحیلش جان کند از سلسبیل

" خوان میں بدلے نہیں جب تک رہے
جان بدلے اس کو بس اک آب ہے

قوت جان است ایں اے راست خواں
تا چہ باشد قوت آں جانِ جاں

" جان کی قوت ہے جب اس قدر
جانِ جاں کی پھر ہو قوت کس قدر

زور جان کوہ کن شق الحجر
زور جانِ جاں دراں شق القمر

" زور جان فرہاد کا شق الحجر
زور جانِ جاں کا ہے شق القمر

اور من حیث المربیت اس کا ظہور ہر جگہ رہتا ہے کیونکہ تمام
اسی کی ملکیت ہے۔

قیصریؒ شرح "لہ من الحکم" کی نویں فصل میں لکھتے

ہیں۔ ہر صاحب حق کے حق کی ادائیگی کے بغیر اور عالم جن چیزوں
کی طرف محتاج ہوتا ہے اس احتیاج کی تکمیل کے بغیر ربوبیت
مطلقہ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ معنی قدرت کاملہ
اور جمیع صفات الہیہ کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ پس انسان کے لئے
جمیع اسماء ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنی حسب استعداد عالم میں
تصرف کرتا ہے۔

جب حقیقت انسانیہ دو جہتوں پر مشتمل ہے
(الہیہ وعبودیہ) تو اس ربوبیت مطلقہ کا انتساب انسان کی
طرف اصالتاً اور حقیقتاً نہیں بلکہ تبعاً اور مجازاً درست ہے
اور اسی کا نام "خلافت" ہے۔

اور حقیقت انسانیہ کے لئے احیاء، اماتت، لطف
قہر، رضا، سخط اور جمیع صفات ہیں تاکہ وہ عالم میں ان صفات
کے ذریعہ تصرف کر سکے۔ اس لئے کہ بشریت بھی عالم میں شامل ہے
اور حضور اکرم کا رونا، ضجر اور سینہ کی تنگی کا
اظہار یہ تمام، اس چیز کے منافی نہیں ہے جو اوپر ہم نے ذکر کیا
کیونکہ یہ چیز انسان کی ذات اور صفات کے مقتضیات میں
سے ہے اور حضور اکرم بھی ایک انسان اور بشر ہیں۔ نبی اکرم
اپنے مرتبہ اور بلندی [illegible] اور مقام علو کے لحاظ سے آسمان و
زمین کی تمام چیزوں کو اچھی طرح جانتے ہیں لیکن ضیق نفسی
کا اظہار محض بشریت کی وجہ سے ہے۔ اور اسی طرح حضور اکرم
نے یہ جو فرمایا ہے "انتم اعلم بامور دنیاکم (تم دنیاوی امور اچھی
طرح جانتے ہو)" یہ بھی محض بشریت کی لحاظ سے ہے۔

اور صاحب "انسان کامل" فرماتے ہیں جب
حیوانات سے کوئی آواز ظاہر ہو جاتی تو حضرت داؤد علم کشفی
والہی کے ذریعہ جان لیتے تھے کہ اس آواز سے یہ جانور کیا
کہنا چاہتے ہیں۔ اور حضرت داؤد جب بھی حیوانات میں سے کسی
کے ساتھ کلام کرنا چاہتے ہیں تو سریانی زبان میں کرتے تھے اور اگر
چاہتے تو حیوانات کی آوازوں میں گفتگو کیا کرتے تھے اور حیوان
اس بات کو سمجھ لیتے تھے۔

اور جانوروں سے کلام کرنا یہ صرف حضرت داؤد اور
حضرت سلیمان کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر وہ انسان کامل
جو خلافت کبری کا اہل ہے وہ بھی جانوروں سے گفتگو کر سکتا
ہے اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے ساتھ یہ چیز محض
ظہور اور تحدی کی بناء پر ہے ورنہ ہر صاحب کمال جو مقام
قطبیت پا چکا ہے جانوروں سے کلام کر سکتا ہے اور اس کے
لئے بھی جمیع مملکت وجودیہ میں تصرف حاصل ہے۔

اور حضرت شبلی نے فرمایا کہ اگر ایک سیاہ چیونٹی
بھی رات کی تاریکی میں ایک سیاہ چٹان پر چلے تو میں اس کی
آہٹ کو محسوس کر دوں گا۔

قیصری مقدمہ شرح "فصوص الحکم" کی آٹھویں فصل
میں لکھتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کی تائید حضرت علی کے
قول سے ہوتی ہے۔ آپ لوگوں کے سامنے خطبہ دے رہے تھے اچانک
درمیان میں کہنے لگے میں "بسم اللہ" کے "ب" کا نقطہ ہوں اور میں
جنب اللہ ہوں، میں قلم ہوں، میں لوح محفوظ ہوں، میں عرش
و کرسی ہوں، میں سات زمین اور آسمان ہوں۔

یہاں پہونچنے کے بعد آپ پر سے محو و جذب کی
کیفیت ختم ہو گئی۔ اور آپ عالم بشریت کی طرف لوٹ آئے اور
آپ پر سے تجلی وحدت مرتفع ہو گئی۔ اور اس کے بعد اپنی عبودیت
کا اقرار کرنے لگے۔ اور عاجزی اور انکساری کا اظہار فرمایا۔

حاصل تحریر جب سالک دائرہ وجود کی مسافت طے

کر لیتا ہے۔ اور مقام تمکین میں اقامت پذیر ہو جاتا ہے اور
وحدت و کثرت اور جمیع مراتب الٰہی و کونی اس کے قبضہ میں
ہو جاتے ہیں اور ہر لمحہ ہر آن ہر کار کی طرح وجود کے دائرہ
پر گھومتا رہتا ہے۔ اس کے بعد وہ وارث انبیاء، مدار کائنات
خلیفۃ اللہ، قطب جہاں اور غوث عالم ہو جاتا ہے اور اللہ
تعالیٰ تاج کرامت و خلافت کو (انی جاعل فی الارض خلیفہ)
اس کے سر پر رکھ دیتا ہے۔

با مریداں آں فقیر محتشم
بایزید آمد کہ نک یزداں منم
وہ معزز درویش مریدوں کے سامنے
بایزید آئے کہ یہ میں خدا ہوں
گفت مستانہ عیاں آں ذوفنوں
لا الہ الا انا ھا فا عبدون

اس صاحب کمالات نے مستی کی حالت میں کھلم کھلا کہا
کوئی معبود نہیں مگر میں خبردار بس میری عبادت کرو۔

چوں گذشت آں حال گفتندش صباح
تو چنیں گفتی و ایں نبود صلاح
جب وہ حالات گذر گئی صبح انھوں نے ان سے کہا
آپ نے ایسا کہا ہے اور یہ ٹھیک نہیں ہے۔
گفت ایں بار ار کنم ایں مشغلہ
کاردہا در من زنید آں دم ہلہ
فرمایا اب کی بار اگر میں یہ کام کروں
خبردار فوراً میرے چھریاں گھونپ دینا
حق منزہ از تن و من با تنم!
چوں چنیں گویم بباید کشتنم

اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور میں مجسم ہوں
جب میں ایسا کہوں مجھے قتل کر دینا چاہئے
چوں وصیت کرد آں آزاد مرد
ہر مریدے کاردے آمادہ کرد
جب اس آزاد مرد نے (یہ) وصیت کی
ہر مرید نے ایک چھری تیار کر لی۔
مست گشت او باز از استغراق رفت
آں وصیتہا از خاطر برفت
وہ پھر بکباری استغراق سے مست ہو گئے
وہ وصیتیں دل سے نکل گئیں
عشق آمد عقل او آوارہ شد
صبح آمد شمع او بیچارہ شد
عشق آیا تو ان کی عقل بھاگ گئی
صبح ہو گئی تو ان کی شمع بیکار ہو گئی۔
عقل چوں شحنہ است چوں سلطاں رسید
شحنۂ بے چارہ در کنجے خزید
عقل کوتوال ہے جب شاہ آیا
بے چارہ کوتوال کونے میں گھس آیا۔
عقل سایہ حق بود حق آفتاب
سایہ را با آفتاب او چہ تاب!
عقل اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے اللہ سورج ہے
سایہ کی اس کے سورج کے سامنے کیا مجال ہے
چوں پری غالب شود بر آدمی
گم شود از مرد، وصف مردمی۔
جب جن کسی آدمی پر چڑھ جاتا ہے

آدمیت سے آدمی کی صفت گم ہو جاتی ہے

ہر چہ گوید آں پری گفتہ بود
زیں سری زاں سری گفتہ بود

وہ جو کچھ کہتا ہے، جن کی گفتگو ہوتی ہے
اس جانب کی، اگرچہ اس جانب سے کہا گیا ہے

چوں پری را ایں دم و قانون بود
کردگار آں پری خود چوں بود

جب پری کو یہ لطافت اور قاعدہ حاصل ہے
(تو) اس جن کا خدا خود کیسا ہوگا!

اوی او رفتہ پری خود او شدہ
ترک بے الہام تازی گو شدہ

اس کی ماہیت چلی گئی وہ خود جن بن گیا
ترک بغیر الہام کے عربی بولنے والا بن گیا

چو بخود آید نداند یک لغت
چو پری را ہست ایں ذات و صفت

جب وہ ہوش میں آتا ہے ایک لغت نہیں جانتا
جبکہ یہ ذات اور صفت جن کی تھی۔

پس خداوندی پری و آدمی
از پری کے باشدش آخر کمی

تو جن و انس کا خدا
آخر وہ جن سے کب کم ہوگا۔

شیر گیر از شیر کے ترسد بگو
شرح راہ از کور کے پرسد بگو

بتا! ہیم مست شیر سے کب ڈرتا ہے؟
بتا! راستہ کی تفصیل اندھے سے کوئی پوچھتا ہے؟

شیر گیر ار خون نر شیر خورد
تو بگوئی بادہ گفتہ است ایں سخن

اگر وہ پرانے راز کی بات کہے
تو کہے گا یہ بات شراب نے کہی ہے۔

بادہ را می بود گر ایں شر و شور
نور حق را نیست آں فرہنگ و زور

اگر شراب میں یہ شور و سر ہوتا ہے
تو کیا اللہ تعالیٰ کے نور میں یہ لیاقت و طاقت؟

کہ ترا از تو بکل خالی کند
تو شوی پست او سخن عالی کند

کہ وہ تجھے تجھ سے بالکل خالی کردے
تو مغلوب ہو جائے (اور) وہ بلند باتیں کرے

گرچہ قرآں از لب پیغمبر است
ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است

قرآن اگرچہ پیغمبر کے لبوں سے ہے
(لیکن) جو یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا وہ کافر ہے

اور وہ صاحب نفحات جو جلال الدین رومی سے نقل کرتے ہیں کہ میں تہتر مذاہب میں سے ایک ہوں جب کسی دانشمند نے اشارہ کیا کہ مولانا سراج الدین قونوی صاحب صدر جو مولانا سے خوش نہ تھے، مولانا کے اس کلام پر برا بھلا کہنے لگے تو مولانا نے موصوف مسکرائے اور کہا یہ بھی جو تم کہہ رہے ہو ان ہی میں سے ایک ہے۔

(۱) اخبار اور آثار میں آیا ہوا ہے ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی صورت پر حضرت آدم کو

تو پیدا کیا اور توریت کے پہلے باب میں بھی یہی مفہوم ہے۔

اور انبیائے سابقین کے صحائف میں وارد ہے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ، جس نے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

اور یہ حدیث بھی ہے کہ جب بندہ میرا قرب حاصل کر لیتا ہے تو میں اس کو دوست بنا لیتا ہوں۔ جب میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے۔ اس کی زبان ہوں جس سے کلام کرتا ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ اے بندے! میں بیمار رہا تو نے میری عیادت نہیں کی؟ بندہ حیرت سے پوچھتا ہے اے اللہ تو کیسے بیمار ہوتا ہے؟ اس پر جواب ملتا ہے میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی عیادت کرتا تو اس کے پاس مجھے پا لیتا۔

آپ کے پوچھے ہوئے مسئلہ کا حل مذکورہ مقدمات کی وضاحت پر موقوف ہے۔ بہت سے لوگ اس کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اور اس تشبیہ میں الجھ کر رہ جاتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ جز کی صورت، ظاہر کی صورت نہیں ہوگی۔

اور بعض حلول و اتحاد میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔

کلموا الناس علی قدر عقولھم۔ لوگوں کے ساتھ ان کے فہم و عقل کے مطابق گفتگو کیا کرو!

اس قسم کے مباحث سمجھنا سلوک صحیح اور جذبہ الٰہی پر موقوف ہے اور شریعت ان کے اظہار کی اجازت نہیں دیتی۔ اسی لئے صاحب "الطاف القدس" فرماتے ہیں۔

بیشک صوفیائے کرام کی کتابیں عجیب تاثیر رکھتی ہیں اور وہ طبقہ خواص کیلئے کیمیا ہے لیکن عوام کے حق میں سم

قائل ہے۔ (۱۰)

میرے جد محترم سید عبد اللطیف ذوقی "لطائف لطیفی" میں فرماتے ہیں اس علم کو کتابوں سے حاصل نہیں کیا جا سکتا صالحین اور کاملین کی صحبت اور ان کے وعظ و ارشاد اور تلقین کے ذریعہ حاصل کیا جائے۔

سلطان الاولیاء فرماتے ہیں کہ یا غلام یوخذ العلم من افواہ رجال اللہ لا من الصحائف والدفاتر۔ اے عزیز! علم کو اہل اللہ کی صحبت اور ان کے وعظ و ارشاد سے حاصل کرو۔

لہٰذا ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حقائق و معارف اور اسرار و رموز کا سمجھنا کتابوں پر موقوف نہیں ہے اس کیلئے صالحین کی صحبت اختیار کیا جائے۔

میرے جد امجد محی الملۃ والدین "لطائف لطیفی" میں فرماتے ہیں اے عزیز! علم انسان کے اندر مراتب داخلیہ میں سے ایک مرتبہ ہے۔ اور اس کے مراتب بے انتہا ہیں۔ جب تمام مراتب حد فعلیت پر پہنچ جائیں تو انسان سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہے گی۔

طرق وصول الی اللہ، یعنی خدا تک پہونچنے کے لئے تین صورتیں ہیں۔ تصور جس کو شریعت کی زبان میں تفکر کہتے ہیں۔ اور اہل سلوک کی اصطلاح میں مراقبہ کہتے ہیں دوسری صورت ذکر اور تیسری صورت قرآن کریم کی تلاوت ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کی ذات اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے تو ہر لحظہ یہ استغفار دوام کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ اور ہم صحبت اور ہم نشین کا حکم پیدا کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے صفات بندہ کے صفات پر غالب آ جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے افعال بندے کے افعال پر حاکم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں اسی حقیقت کو

بے نقاب کیا گیا ہے کہ میں بندہ کی آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، اور پیر ہو جاتا ہوں جب اس کو محبوب بنا لیتا ہوں۔

یہ تقرب خاص اللہ تعالیٰ مخلوقات میں سے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

اور صحیحین کی حدیث، "میں بندے کے گمان سے قریب ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوں۔ اور یہ حدیث، "بندہ میری طرف ایک بالشت آگے بڑھتا ہے تو میں ایک گز آگے بڑھتا ہوں"، سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی یاد کرنے والوں کی طرف نزول فرماتے ہیں اور ان سے قریب ہوتا ہے

اور احاطۂ علمی خدا کے تعالیٰ کا خاصہ ہے کلیات اور جزئیات میں سے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ارشاد خداوندی ہے ان اللہ قد احاط بکل شئی علماً۔

اور سرور عالم کا علم تمام انبیائے کرام اور اولیائے کرام اور مخلوقات کے علم سے زیادہ ہے۔

صاحب "تحفہ مرسلہ" حضرت بایزید بسطامی کا قول نقل کرتے ہیں ما مثل معن فتح الخلق وعلمهم بالنبی ﷺ الا کمثل ندادیة یخرج من راس الزق المربوط۔

حضور اکرم ﷺ کے علم کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ ساری انبیاء و اولیاء اور مخلوق کا علم اس تری کے مانند ہے جو مشکیزہ کا منہ باندھنے پر ظاہر ہوتی ہے۔

اور اسی سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قطب مدار کا علم اور جمیع اہل اللہ کا علم، جمیع عالم کے علم سے گہرا ہے۔ اس سے سرور عالم کے ساتھ دیگر صلحاء کے علم سے مساوات لازم نہیں آتی۔

یہ تمام ایسے اسرار رموز ہیں جن کی گرہ کشائی کے لئے صالحین اور کاملین کی صحبت لازم ہے۔

فقیر اپنی عمر کے ستر سال میں قدم رکھ رہا ہے مسائل کی تحقیق اور تفتیش کی جانب فرصت نہیں ہے۔ یک سر او ہزار سودے کا معاملہ ہے۔

تمہارا مکتوب آ گیا جس کی وجہ سے جواب سپرد قلم کیا۔ ورنہ اس عمر میں قلم کیا چلایا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہوں کہ معلونۂ فداد دنیا سے فریب نہیں کھاؤں گا۔

عمر بگذشت د حدیث درد من آخر نشد
شب بآخر شد کنوں کوتہ کنم افسانہ را۔

این سعادت بزورِ بازو نیست

از عالیجناب
حضرت مولانا ابو المحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی
(B.A.)
ناظم دار العلوم لطیفیہ متنکا حضرت قطبِ ویلور قدس سرہٗ

دولتِ علم و دولتِ دنیا۔ کمال و اقبال بہت کم ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ لیکن یہ کرشمۂ قدرت ہے، کہ اسلام کی خدمت اور دین کی حفاظت کی خاطر وقتاً فوقتاً اللہ تعالیٰ ایسے نفوسِ قدسیہ کو پیدا فرماتا رہا ہے کہ جن کے زندۂ جاوید کارنامے رہتی دنیا تک مشعلِ راہ بنے رہینگے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہستی بھی انہیں نفوسِ قدسیہ میں سے ہے۔ وہ اپنے وقت کے صدر العلماء تھے۔ تفسیرِ عزیزی اور فتاویٰ عزیزی آپ کی گراں مایہ تصانیف ہیں۔ آپ کی ایک اور شاہکار تصنیف تحفۂ اثنا عشریہ ہے، جو ردِّ روافض میں لکھی گئی۔ جب وہ منظرِ عام پر آئی تو ایک تہلکہ مچ گیا۔ بتایا جاتا ہے کہ وہ آج تک اس کتاب کا جواب نہ دے سکے۔ آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کرنے کے لئے دور دراز مقامات سے لوگ حاضر ہوتے تھے اور آپ کے درس سے فیض حاصل کرتے تھے، اور جنات بھی آپ کے درس میں شریک ہو کر فیضیاب ہوتے تھے۔

ایکمرتبہ کا واقعہ ہے کہ شاہ صاحب درس دے رہے تھے تو درسگاہ میں ایک سانپ نکل آیا۔ طلباء سانپ سانپ پکارنے لگے۔ شاہ صاحب نے اسے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ وہاں جنات کی بستی میں شاہزادۂ جنات کے انتقال پر ماتم کی بستی ماتمکدہ بنی ہوئی تھی۔ شام میں بعد نمازِ عصر شاہ صاحب اپنے مکان میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا مولوی صاحب ہمارے گھر میرے بچے کی تسمیہ خوانی مقرر ہے۔ میری خواہش ہے کہ وہ آپ ہی کی زبانی ہو۔ آپ نے بہت ہی منت و سماجت کے بعد قبول فرمایا اور اس کے ساتھ چلنے لگے، دریافت فرمایا کہ تمہارا مکان کہاں ہے، تو بتایا کہ شہر کے باہر ہے۔ چلتے چلتے مغرب کا وقت قریب آگیا۔ پھر دریافت فرمایا کہ تمہارا گھر کہاں ہے۔ اس نے بتایا کہ اس سامنے والے درخت کے قریب ہے۔ وہاں پہنچنے کے بعد کیا دیکھتے ہیں، ایک بہت بڑا محل ہے جس میں جنات کا بادشاہ تختِ شاہی پر جلوہ افروز ہے اور بہت سارے جنات سے دربار بھرا ہوا ہے۔ جوں ہی شاہ صاحب اندر داخل ہوئے تو ان کے جذبات مشتعل ہو گئے۔ جنات کے بادشاہ نے آپ سے دریافت کیا۔ کیا آپ شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی ہیں؟ تو آپ نے کہا ہاں! پھر کہا کیا آپ مفتیٔ وقت ہیں؟ آپ نے کہا ہاں۔ جنات کے بادشاہ نے پوچھا، اگر کوئی کسی کو ہلاک کر دے تو اس مسئلہ میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

اس کے متعلق آپ کیا فتوےٰ دینگے؟ آپ نے فرمایا خون کا بدلہ خون۔ بادشاہ نے کہا تو یہ فتویٰ اور یہ بات آپ ہی پہ صادق آتی ہے کہ آپ کو خون کے بدلے خون دینا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کسی کا خون نہیں کیا۔ تو بادشاہ نے کہا جب شاہزادہ سانپ کی شکل میں آپ کے درس سے فیضیاب ہونے کی غرض سے آپ کی درسگاہ میں داخل ہوا تھا تو آپ کے حکم سے اسے ہلاک کر دیا گیا'

آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جب کوئی موذی جانور کو دیکھا جائے تو ہلاک کر دیا جائے۔ اس حدیث پر میں نے عمل کیا۔ اگر شاہزادہ انسانی روپ میں داخل ہوتا تو یقیناً فیضیاب ہوتا۔ جنات کا بادشاہ سمجھدار تھا اسی لئے معلم جنات کی طرف رجوع ہوا اور دریافت کیا کہ تمہارا کیا کہنا ہے؟ اس نے بتایا کہ شاہ صاحب ایک عالم دین ہیں اور مسلمانوں کے رہبر بھی۔ آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کیا ہے کہ جب موذی جانور کو دیکھا جائے تو ہلاک کر دیں۔ اگر شاہزادہ انسانی روپ میں جاتا تو یقیناً فیضیاب ہوتا' آپ بے گناہ و بے قصور ہیں۔

ایسے موقعہ پر آپ ان کے جذبات کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بادشاہِ جنات کے فرزندِ عزیز کا قتل ہو چکا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ عالم دین کا اللہ تبارک وتعالیٰ محافظ ہوتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نگاہِ کرم اس پہ ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں نیک توفیق عطا فرمائی۔ اور جنات کے بادشاہ نے آپ کو باعزت وہاں سے رخصت کیا۔

مولانا عبد المصطفٰے اعظمی بیان فرماتے ہیں

کہ میں ایک مرتبہ گجرات احمد آباد میں بخاری شریف کا درس دے رہا تھا۔ ایک صاحب میلے کچیلے کپڑوں میں شاہ عالم کی مزار کے اطراف گھوم رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد میرے درس میں آکر بیٹھ گئے اور مجھے گھور گھور کر دیکھنے لگے اور مجھے ہنسی آرہی تھی۔ میں نے دریافت کیا اے بڑے میاں میرے چہرے کو کیوں گھور رہے ہو' تو انہوں نے فرمایا کہ قسم ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے کہا تھا۔ میں اس پیارے کے پیارے چہرے کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ سنتے ہی میری ہنسی غائب ہوگئی اور میں سکتہ کے عالم میں خاموش ہوگیا۔ اس خاموشی کے بعد میں نے دریافت کیا کہ آپ چائے پیئینگے؟ انہوں نے کہا میں آپ کے ہاتھوں سے پانی پیئوں گا۔ میں نے پانی منگایا اور آپ نے ہاتھوں سے پانی پیش کیا۔ پانی پینے کے بعد وہ وہاں سے رخصت ہوئے۔

مولانا عبد المصطفٰے اعظمی بیان فرماتے ہیں کہ اس تاریخ سے میں ان سے ملنے کا منتظر و مشتاق رہا، پھر دوبارہ ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔ آج تک وہ تڑپ' وہ تمنا باقی ہے۔

درس حدیث کی عظمت اور درس حدیث دینے والوں کی شان ہی کچھ نرالی ہوتی ہے۔ حضرت شاہ عالم کا زمانہ تھا۔ آپ بخاری شریف کا درس دیا کرتے تھے۔

ایکمرتبہ کا واقعہ ہے کہ موسمی اثرات سے متاثر ہوکر آپ کچھ علیل ہو گئے۔ جب صحت یاب ہوئے اور آپ اپنی درسگاہ تشریف لاکر طالب العلموں سے فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ علالت کی وجہ سے بارہ دن کا درس ناغہ ہوگیا۔ طلبۃ العلوم نے کہا مولانا آپ برابر آتے رہے اور ہمیں درس حاصل ہوتا رہا۔ یہ سن کر آپ نے مراقبہ فرمایا۔ مراقبہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ فوراً تخت سے نیچے اتر گئے۔ اور فرمانے لگے کہ ہم کتنے خوش نصیب ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بخاری شریف کا درس حاصل کیا۔

وہ کتنے خوش نصیب طلباء تھے کہ انہوں نے بخاری شریف کا درس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالراست حاصل کیا۔ حدیث کی شان و عظمت ملاحظہ فرمائیے کہ ارشاد نبوی ہے کہ علم ایک نورِ خداوندی ہے اور یہ نور صرف انہیں لوگوں کو دیا جاتا ہے، جو اس کے اہل ہوں اور اس کے رموز ان پہ ہی منکشف ہوتے ہیں۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
یا اگر بینی حسابم ناگزیر
از نگاہ مصطفٰی پنہاں بگیر

اقبال

فضائل بسم اللہ الرحمن الرحیم

از
افضل العلماء مولوی محمد انوار اللہ لطیفی
سی قاضی قادری
استاذ دار العلوم لطیفیہ
و جنرل سوپروائزر
گورنمنٹ قاضی ضلع شمالی آرکاٹ ویلور

خدائے پاک کا اول کلام بسم اللہ
ہر ایک سخن سے ہے اونچا مقام بسم اللہ

بسم اللہ کی برکتیں اور فضیلتیں اتنی ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا اور تمام اسمائے حسنیٰ اور کلمات ذکر اپنے اندر بے پناہ تاثیر اور قوت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم نے ہر کام کے وقت بسم اللہ کہنے کا حکم دیا۔ تاکہ وہ کام ان مقدس کلمات کے اثر سے پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔ اور آپ نے صاف لفظوں میں فرمایا جو کام بھی بسم اللہ کے بغیر شروع کیا جائے گا، وہ ادھورا اور نا تمام رہ جائے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے کل انیس ۱۹ حروف ہیں اور عذاب و دوزخ کے موکل بھی انیس ہیں۔ جو شخص ہر روز نماز فجر و مغرب کے بعد پڑھتا رہے تو وہ انہیں موکلوں کے عذاب سے خدا کی پناہ میں رہے گا۔ بعد نماز فجر و مغرب اس طرح پڑھتا رہے بسم اللہ العلی العظیم الحمد للہ انا علی دین الاسلام۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں لفظ اللہ رحمن اور رحیم یہ تینوں ایسے مقدس نام ہیں کہ ہر ایک نام میں تین تین سو خاصیتیں پوشیدہ ہیں اور یہ تمام مؤثر اور آزمودہ ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت کوئی مسلمان بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتا ہے تو اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ دو فرشتوں کو حکم فرماتا ہے کہ اس بندے کے نامۂ اعمال میں ہزار نیکیاں لکھ دئے جائیں۔ فرشتے حیرت و استعجاب کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ اے خدا اتنے چھوٹے سے عمل کے بدلے میں ہزار نیکیاں! خدائے تعالیٰ پھر ارشاد فرماتا ہے کہ دو ہزار نیکیاں لکھدو۔ فرشتے اور بھی تعجب کا اظہار کرتے ہیں تو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے، کہ تین ہزار نیکیاں لکھدئے جائیں۔ آخر دس ہزار نیکیوں کی نوبت پہنچی تو فرشتے خدائے تعالیٰ سے سوال کئے بغیر خاموش رہ جاتے ہیں۔ اسوقت اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرشتو! قسم ہے مجھ کو اپنے جلال کی اگر تم میری رحمت کی وسعت میں تنگ نظری سے کام لیتے ہوئے برابر سوال کئے جاتے تو قیامت تک ایسے ہی اپنے بندوں کی نیکیاں بڑھاتے جاتا۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جس دن امام حسین علیہ السلام کی رسم بسم اللہ خوانی ہوئی تو حضرت

علی کرم اللہ وجہہ نے بے حد خوشی کا اظہار کیا اور دس ہزار
درہم خدا کی راہ میں خیرات کرنے کے لئے خدام کے حوالہ
فرمایا۔ خدام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے استفسار
کیا اے امیر المومنین! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اتنے تھوڑے
سے حروف کی عوض دس ہزار درہم خرچ کئے جا رہے ہیں۔
جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اچھا بیس ہزار درہم
راہ خدا میں دے دو۔ پھر خدام حضرت علی رض سے سوال
کرتے ہیں امیر المومنین آپ نے اور بڑھا دیا۔ آپ پھر فرماتے
ہیں کہ تیس ہزار درہم خیرات کر دو۔ یہ سن کر خدام خاموش
ہوگئے۔ تب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ
واللہ! تم جب تک سوال کرتے میں بڑھائے جاتا۔ تم اس
راز کو نہیں جانتے کہ خداوند تعالیٰ کا نام جو رحمٰن و
رحیم ہے اس کے مقابل دنیا کے سارے خزانے جمع
کر دئے جائیں تو بھی ادھورے رہ جاتے۔ یعنی خدا کے
نام اور اس کی برکت و عظمت کے مقابلہ میں تمام دنیا کی
چیزیں کمتر اور ہیچ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس
وقت کوئی مسلمان اپنے بچہ کو بسم اللہ خوانی کراتا ہے، تو
اسی وقت خداوند کریم اس بچہ کو اور اس کے ماں باپ
واستاد کو دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ یعنی اس پر
دوزخ حرام کر دی جاتی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ تا دم حیات
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ترک نہ کرے۔

تفسیر کبیر اور جواہر التفسیر میں یہ حدیث لکھی
گئی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر
کوئی شخص زمین پر گرے ہوئے اس کاغذ کو اٹھایا جس
پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہو تو خداوند تعالیٰ کے نزدیک
اس کا نام صدیقوں کی فہرست میں لکھا جائے گا۔

صولت فاروقی میں منقول ہے کہ قیصر روم نے
اسلام قبول کرنے کے بعد ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رض
کی خدمت میں یہ عریضہ روانہ کیا کہ حضور میرے سر میں ہمیشہ
درد رہتا ہے علاج معالجہ کے باوجود بھی کم نہیں ہوتا۔
آپ نے سیاہ ٹوپی سلوا کے قیصر روم کے ہاں روانہ کیا۔
اور کہلا بھیجا کہ اس کو ہمیشہ پہنا کریں۔ قیصر روم کو جب
اس کی اطلاع ملی تو اس نے بڑی تعظیم و تکریم کی، اور
اس ٹوپی کو بطور تاج احترام کے ساتھ رکھ لیا۔ جوں ہی
ٹوپی کو سر پر رکھتا درد موقوف ہو جاتا۔ لیکن جب سر سے
ٹوپی کو نکالتا تو درد پوری شدت کے ساتھ ابھرنے لگتا۔

قیصر روم کو تعجب ہوا اور وہ اس بات کی
کھوج میں لگ گیا کہ ٹوپی میں کیا رکھا ہوا ہے۔ تلاش
و جستجو کے بعد اس کو ٹوپی میں سلا ہوا ایک کاغذ ملا
جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا۔ اس واقعہ
سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ہر مرض کے لئے دوا ہے۔

اذکار صوفیہ میں مذکور ہے کہ حضرت سری سقطی

رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں میں کوئی زہریلا کانٹا چبھ گیا، جس سے آپ کے پاؤں میں گہرا زخم آگیا۔ آپ نے کانٹا نکال کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے زخم پر دم کر دیا۔ جس سے فوراً زخم سوکھ گیا۔

مکاتب معتبرہ میں منقول ہے کہ بشر حافیؒ ابتدائے زمانہ میں شراب و کباب کے دلدادہ تھے۔ ہمیشہ مے خانہ میں رہا کرتے تھے۔ ان ہی ایام میں ایک دن وہ مے خانہ جا رہے تھے کہ راستہ میں انہیں ایک کاغذ کا ٹکڑا پڑا نظر آیا۔ آپ کے دل میں خیال آیا کیوں نہ اس کو اٹھا کر دیکھا جائے کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ آپ نے اس پرچہ کو اٹھایا اور پڑھنا شروع کیا۔ کاغذ کے پشت پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا جسکو دیکھ کر حضرت بشر حافیؒ تعظیم و تکریم کے ساتھ اس پرچے کو بوسہ دیتے ہوئے عزت و احترام کے ساتھ پاک و صاف محفوظ جگہ رکھ دیتے ہیں اور مے خانہ کی طرف چلے جاتے ہیں۔ مے خانہ پہنچکر شراب نوشی میں مصروف ہو گئے۔ اور آپ پر نشہ کا غلبہ طاری ہو گیا۔ آپ مستی کے عالم میں زمین پر پڑے ہوئے تھے، ادھر خدائے ذوالجلال کی جانب سے حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کو الہام ہوتا ہے کہ اے حسن بصری ہمارا ایک بندہ، جو نشہ کی حالت میں مے خانہ میں پڑا ہے اس کو ہماری جانب سے خوشخبری سنا دو کہ اس نے ہمارے نام کا احترام کیا ہے ہم اس کو اس کے عوض میں بلند و بالا مرتبہ عطا کرتے ہیں۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ مے خانہ کی طرف خدا کی بشارت لئے چلے آتے ہیں۔ تلاش و جستجو کے بعد حضرت بشر حافیؒ کو نشہ میں چور پاتے ہیں اور بڑی مشکل سے ہوش میں لانے کے بعد خدا کی جانب سے مژدہ سناتے ہیں۔ اسی وقت غیب سے ندا آتی ہے یا بشر رفعت اسمی فرفعناک وطیبت اسمی فطیبناک اے بشر تو نے میرے نام کی بزرگی کی میں نے تیرے مرتبہ کو بلند کیا۔ تو نے میرے نام کو معطر کیا (یعنی خوشبو وغیرہ سے) میں نے تجھ کو گناہوں سے پاک کیا اور اپنی خوشبو سے معطر کیا۔ سبحان اللہ! خداوند تعالیٰ کی کیسی مہربانی ہے کہ جس نے گناہگار بندے کو معاف کرتے ہوئے آنِ واحد میں اولیائے کرام کے زمرہ میں شامل کر لیا۔

روضۃ الاصفیاء میں مذکور ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک دربان تھا جو قائم اللیل و صائم النہار تھا۔ کسی نے اس کو نماز اور روزے کے علاوہ دوسرے دنیاوی کام میں مصروف ہوتے نہیں دیکھا اور کھاتے پیتے ہوئے بھی نہ دیکھا اور نہ سنا۔ اس کا معمول تھا کہ افطار کے وقت وہ اپنی جیب سے ایک کاغذ کا پرچہ نکالتا اور اس پر ایک گہری نظر ڈالتا اس کے بعد جیب میں واپس رکھ دیتا تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو غسال نے اس کے جیب سے اس پرچہ کو نکالا جو افطار کے اوقات وہ اپنی جیب سے نکالا کرتا تھا اس پرچہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا۔ اسی

بسم اللہ کی قوت وطاقت پر اس کی زندگی گذر رہی
تھی، کہ وہ نہ سحری کرتا تھا اور نہ افطار۔ اس پر جیہ کو
دیکھ کر لوگ حیرت واستعجاب میں پڑ گئے تو غیب سے
ندا آئی لاتعجبوا یا عجباہ لانا بالالوھیۃ
ربیناہ وبالرحمنیۃ وقفناہ وبالرحیمۃ
عفوناہ یعنی تعجب مت کرو تم اے تعجب کرنے والو! میں
نے اپنی الوہیت سے اسکی پرورش کی ہے اور میں نے
اپنی رحمانیت سے اسکو توفیق دی ہے اور میں نے اپنی
رحیمیت سے اس کو بخشا ہے۔

ملفوظات متکلمین میں لکھا ہے کہ ایک شخص
جادو سیکھنے کا ارادہ کیا۔ جادو سکھانے والے استاد نے
کہا، جادو سیکھنے کیلئے پہلی شرط یہ ہے کہ چالیس روز تک
زبان سے خدا کا نام نہ لیا جائے اور نہ ہی قرآنی آیات
کو زبان پر لایا جائے۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور فن
جادوگری میں مہارت تامہ حاصل کر لیا۔ اتفاق سے اس
کا گذر ایک مکتب سے ہوا تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کی
آواز اس جادوگر کے کانوں سے ٹکرائی۔ چنانچہ اس
آواز کا پہنچنا ہی تھا کہ اس نے جو کچھ جادو سیکھا تھا سب
وقت بھول گیا۔ گویا اس کو ایسا محسوس ہونے لگا، کہ
اس نے جادو سیکھی ہی نہیں۔

اس طرح کا ایک واقعہ ترجیح العاشقین میں
لکھا گیا ہے کہ شہر بسطام میں ایک نوجوان حسین و
جمیل عورت کے عشق میں مبتلا ہو گیا۔ اس کی
دیرینہ آرزو یہی تھی کہ اس کو حاصل کر لوں لیکن کوئی صورت
اس کے حصول کی نظر نہیں آتی۔ جادوگروں نے جب شہر
بسطام کا نام سنا تو خوف کے مارے خاموشی اختیار کر لی۔
نوجوان مضطربانہ انداز میں جادوگروں سے پوچھتا ہے تم
لوگوں نے خاموشی کیوں اختیار کی۔ جادوگروں نے کہا،
شہر بسطام میں ہماری جادوگری نہیں چلتی۔ اس لئے کہ
وہاں ایک شیخ رہتے ہیں جن کا نام بایزید بسطامیؒ ہے۔ ہماری
جادوگری نہ چلنے کا واحد سبب یہ ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ
شہر کے تمام افراد کو صبح وشام بلاناغہ بسم اللہ الرحمن الرحیم
اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ورد کی تلقین کیا کرتے
ہیں۔ شہر کا ہر چھوٹا اور بڑا بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ورد اپنا
معمول بنا لیا ہے۔

مکاتب الاصفیاء میں مذکور ہے کہ سلطان العارفین کا
معمول تھا کہ وہ ہر روز بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ورد کو اپنی
زبان پر جاری رکھتے تھے۔ کسی نے پوچھا شیخ اس کی کیا وجہ ہے
کہ آپ ہر وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ورد کرتے رہتے ہیں۔ آپ
نے فرمایا ذکر الدنیا ظلمۃ ونفور وذکر الجنۃ حور وقصور
وذکر النار ویل وثبور وذکر الحق نور وسرور یعنی دنیا
کا ذکر اندھیرا اور قابل نفرت ہے اور جنت کا ذکر حور وقصور ہے
اور دوزخ کا ذکر قابل افسوس رونے اور پیٹنے کے ہے اور حق
سبحانہ کا ذکر قلب کو نور اور دل کو سرور بخشنے والا ہے۔

اَلَمْ تَسْمَعْ ذَاكَ الرَّنِيْنَ فَيَعْتَلِي ‏ ‏ | ‏ ‏ إِلَى جَوِّ مَكَّةَ نَحْوَ رَبِّ خَلِيْلٍ

(کیا تم اُس درد بھری آواز کو نہیں سن رہے ہو جو مکہ کی فضاؤں اور ابراہیم خلیل اللہ کے پروردگار کی طرف بلند ہو رہی ہے۔

فَلَوْ تَسْتَمِعْ نَحْوَ الثَّنِيَّةِ تَسْمَعْ ‏ ‏ | ‏ ‏ دَوِيَّ دُعَاءٍ مِنْ اَلْفِ اَلْفِ مُيُوْلٍ

اگر تم مقام ثنیہ کی طرف کان لگا کر سنو گے تو تمہیں اس دعا کی آواز ھزاروں میل دور سے سنائی دے گی۔

نَعَمْ ذَاكَ مَنْشَا رُوْحِ كُلِّ الْعَوَالِمِ ‏ ‏ | ‏ ‏ نَشَا مِنْ فَلَاتِ الْاَرْضِ قَاعٍ رِمَالٍ

ہاں یہ مقام ثنیہ کی دعا سارے عالموں کی روح کا مبدأ و منشا ہے جو ایک ریت کے صحرا سے پیدا ہوا ہے۔

قِفَارٌ مُنَاخٌ مُوْحِشٌ هَائِلٌ بِلَا ‏ ‏ | ‏ ‏ اَنِيْسٍ سِوَى مِنْ دَوْحَةٍ وَجِبَالٍ

وہ ایک بے آب وگیاہ خطرناک اور جنگلی مقام ہے، جہاں درختوں اور پہاڑوں کے سوا کوئی مونس وغم خوار نہیں

دَعَا رَبَّنَا اَسْكَنْتُ ابْنِيْ وَزَوْجَتِيْ ‏ ‏ | ‏ ‏ وَفَلْذَةَ كَبِدِيْ اُمَّ اِسْمٰعِيْلِ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اے ہمارے پروردگار میں نے میرے فرزند اور میری رفیقۂ حیات میرے لختِ جگر اسمٰعیل کی ماں کو اس مقام میں ٹھہرایا ہے

بِوَادٍ بِلَا زَرْعٍ وَلَا مَا وَلَا كَلَا ‏ ‏ | ‏ ‏ بِوَادٍ قِفَارٍ دُوْنَ مُوْنِسٍ بَالٍ

میں نے اُن کو اسی مقام میں ٹھہرایا ہے جہاں زراعت نہیں ہوتی ہے پانی نہیں ہے۔ گھاس نہیں ہے اور نہ ہی دل کو خوش کرنے والی کوئی چیز ہے

اِذَا مَا نَظَرْتُ لِلْعَلَاءِ فَمَا اَرَى ‏ ‏ | ‏ ‏ سِوَى مِنْ سَمَاءٍ جَارَةٍ لِجِبَالٍ

جب میں بلندی کی طرف نظر کرتا ہوں تو سوائے پہاڑوں کے پڑوسی آسمان کے مجھکو اور کچھ نظر نہیں آتا ہے

اِلٰهِيْ لَقَدْ اَسْكَنْتُهُمْ عِنْدَ بَيْتِكَا ‏ ‏ | ‏ ‏ لِكَيْمَا يُقِيْمُوا لِلصَّلَاةِ سُؤَالِيْ

اے میرے خدا! اُن کو میں نے تیرے گھر کے پاس اس لئے ٹھہرایا کہ وہ نماز کو قائم کریں۔ یہی میری آرزو اور تمنا ہے

تَرَكْتُهُمْ رَبِّيْ بِذَا الْقَفْرِ وَالْفَلَا ‏ ‏ | ‏ ‏ فَلَا لِيْ سُكُوْنٌ غَيْرُ عِلْمِكَ حَالِيْ

اے میرے پروردگار! میں نے اُن کو اِس بے آب گیاہ صحراؤں میں چھوڑ دیا ہے مجھے کسی طرح کا اطمینان نہیں ہے مگر تو میرے حال کو جانتا ہے۔

اِلٰہِیْ مِنَ الثَّمَرَاتِ فَارْزُقْ لَہُمْ وَلَا | تَکُنْ تَارِکًا اِبْنِیْ بِغَیْرِ مُوَالِ

اے میرے خدا! میوہ جات اور پھلوں سے اُن کو روزی عطا فرما میرے فرزند کو ہمدرد اور ہمنوا کے بغیر نہ رکھ

اِلٰہِیْ فُؤَادَ النَّاسِ فَاصْرِفْ اِلَیْہِمْ | اَفِضْ فِیْہِمْ رَبِّیْ سِجَالَ نَوَالِ

اے میرے خدا! لوگوں کے دلوں کو اُن کی طرف مائل کر دے، اے میرے پروردگار بخشش و عطا کے ڈول ان پر بہا دے۔

مَشَی الْقَہْقَرٰی مُتَوَکِّلًا عِنْدَ رَبِّہٖ | وَہَاجَرُ تَنْظُرُہٗ بِدَہْشَۃِ بَالِ

جب وہاں سے ابراہیم علیہ السلام اپنے رب پر بھروسہ کر کے لوٹنے لگے تو حضرت ہاجرہ نے آپ کو حیرانی و پریشانی کے ساتھ دیکھنے لگیں۔

اِلٰی اَیْنَ تَذْہَبُ رَاجِعًا اَنْتَ تَارِکًا | لَنَا فِیْ قِفَارٍ مُوْحِشٍ وَرِمَالِ

اور پوچھا اس بے آب و گیاہ چٹیل ریتیلے صحرا میں آپ ہمیں کہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں

اَلَا تَنْظُرَنْ ہٰذَا الرَّضِیْعَ وَوَجْہَہٗ | اَلَا تَرْفُقَنْ فِیْ شَانِ اِسْمٰعِیْلِ

آپ اس معصوم شیر خوار بچہ اور اس کے چہرہ کی طرف کیوں نہیں دیکھتے۔ سمٰعیل کے بارے میں آپ مہربانی کیوں نہیں فرماتے۔

وَمَنْ یُّطْعِمُ الطِّفْلَ الصَّغِیْرَ وَاُمَّہٗ | وَمَنْ یَحْفَظَنْ ہٰذَا الرَّضِیْعَ حَلِیْلِیْ

اے میرے پیارے شوہر! اس چھوٹے سے بچے کو اور اُسکی ماں کو کون کھانا کھلائیگا اور اس شیر خوار کی کون حفاظت کرے گا۔

وَمَنْ لِیْ بِہٰذَا الْقَفْرِ وَالْوَحْشِ مُؤْنِسًا | وَمَنْ یَرْحَمَنْ حَالِیْ وَضُعْفَ عَوِیْلِیْ

اس بے آب و گیاہ جنگل میں میرا مونس و غمگسار کون ہے؟ میری حالت اور میری کمزور گریہ و زاری پر مہربانی کرنیوالا کون ہے؟

فَمَنْ لَّکَ اِبْرَاہِیْمُ قَدْ کَانَ آمِرًا | بِتَرْکِیْ بِوَادٍ مُوْحِشٍ بِسَلِیْلِیْ

اے ابراہیم! آپ یہ بتائیے کہ آپ کو کس نے مجھے اور میرے بچے کو اس وحشت ناک جنگل میں چھوڑنے کا حکم دیا ہے؟

اَجَابَ بِاَنَّ اللہَ قَدْ کَانَ آمِرًا | بِاِسْکَانِ اَہْلِیْ عِنْدَ بَیْتِ جَلَالِ

حضرت ابراہیم نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ میرے خاندان والوں کو اپنے گھر کے پاس مقیم کردوں

فَسُرَّتْ اِذَا مَا سَمِعَتْ مِنْ کَلَامِہٖ | فَزَالَتْ بِہَا مِنْ کُلِّ دَہْشَۃِ بَالِ

حضرت ہاجرہ نے جیسے ہی یہ بات سنی خوش ہو گئیں۔ ان کے دل سے دہشت و پریشانی دور ہو گئی۔

کَرُؤْیَۃِ مَنْ قَدْ ہَالَ فِیْ بَحْرٍ ہَیْجَۃٍ | لِحَبْلٍ قَوِیٍّ عِنْدَہٗ وَخَلِیْلِ

اس پریشان حال انسان کی طرح جو ہیجان انگیز دریا میں ڈوبتا ہوا کسی مضبوط رسی اور اپنے دوست کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔

فَقَالَتْ بِاَنَّ اللّٰہَ لَوْ کَانَ آمِرًا | بِذَا قَدْ رَضِیْتُ الْاَمْرَ فَھُوَ مُوَالِیْ

حضرت ہاجرہ نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے تو اس کا حکم مجھے دل و جان سے عزیز ہے' وہی میرا مددگار ہے۔

رَضِیْتُ بِحُکْمِ اللّٰہِ رَبِّیْ وَرَازِقِیْ | فَیَا حَبَّذَا مِنْ حَافِظٍ وَکَفِیْلٖ

میرے رازق میرے پروردگار کا حکم مجھے پسند ہے۔ وہ تو کیا ہی خوب حفاظت کرنے والا اور ذمہ دار ہے۔

وَمَنْ یَرْحَمُ الطِّفْلَ الْجَنِیْنَ وَیَرْزُقُ | مِنَ الرَّحْمِ کَیْفَ یُضِیْعُنِیْ وَسَلِیْلِیْ

وہ اس بچہ پر جو ابھی شکم مادر میں ہے مہربانی کرتا ہے اور اس کو شکم مادر سے رزق دیتا ہے' وہ مجھے اور میرے فرزند کو کیسے ضائع کرے گا۔

فَیَرْجِعُ اِبْرَاھِیْمُ یَدْعُوْ لِرَبِّہٖ | وَیَشْکُوْ لَھِیْبَ الْحُزْنِ حَیْرَۃَ بَالٖ

حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہوئے وہاں سے اس طرح جانے لگے کہ آپ شدت غم اور پریشانی دل کی شکایت کر رہے تھے۔

فَلَمَّا ظَمَا الطِّفْلُ الصَّغِیْرُ وَیَدْحَضُ | بِرِجْلَیْہِ مِنْ اَجْلِ الظَّمَا بِعَوِیْلٖ

جب چھوٹے سا بچہ پیاسا ہوا اور پیاس کی شدت سے چلاتے ہوئے اپنے دونوں پیر زمین پر پٹخنا شروع کیا تو

سَعَتْ ھَاجَرُ نَحْوَ الصَّفَا ثُمَّ تَصْعَدُ | عَلَیْہِ وَتَنْظُرُ حَوْلَھَا لِزُلَالٖ

حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے صفا پہاڑ کی طرف دوڑیں' اس پر چڑھ کر اس کے آس پاس میٹھے پانی کو تلاش کرنے لگیں

فَلَمْ تَرَ شَیْئًا ثُمَّ تَسْعٰی لِمَرْوَۃٍ | وَتَصْعَدُھَا کَیْمَا تَرٰی لِسَبِیْلٖ

وہاں آپ نے کسی چیز کو نہیں دیکھا پھر اتر کر مروہ پہاڑ کی طرف دوڑیں' اس پر چڑھ کر کسی کی راہ تکنے لگیں۔

فَکَانَتْ بِھَا تَمْشِیْ وَتَسْعٰی وَتَصْعَدُ | مِرَارًا بِدَھْشَتِھَا وَحَیْرَۃِ حَالٖ

اسی طرح وہ کوہِ صفا و مروہ کے درمیان حیرانی و پریشانی کے ساتھ چل رہی ہیں دوڑ رہی ہیں اور ان پر چڑھ رہی ہیں۔

وَفِیْمَا لَھِیْبُ الْھَمِّ وَالْغَمِّ وَالْجَوٰی | وَضَاقَتْ عَلَیْھَا الْاَرْضُ کُلُّ سَبِیْلٖ

اس وقت وہ سخت رنجیدہ اور غمزدہ تھیں جس کی وجہ سے ان کا سینہ جل رہا تھا اس وقت انپر ہر طرح سے یہ وسیع زمین تنگ ہو گئی

تَقُوْلُ اِلٰھِیْ کُلُّ سَبَبٍ قَدِ انْقَطَعْ | سِوٰی سَبَبِکَ الْاَقْوٰی وَاَنْتَ کَفِیْلِیْ

اسی وقت وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگیں' اے میرے خدا! سارے وسیلے ٹوٹ گئے اب صرف تیرا مضبوط وسیلہ باقی ہے تو ہی میرا کفیل اور محافظ ہے

اِلٰھِیْ لَقَدْ سُدَّتْ جَمِیْعُ طَرَائِقٍ | فَلَوْ لَمْ تُغِثْنِیْ اَیْنَ اَیْنَ سَبِیْلِیْ

اے میرے خدا! سارے راستے بند ہو گئے ہیں۔ اسے وقت میں اگر تو میری مدد نہ کرے تو پھر میرے لئے نجات کا راستہ کہاں ہے۔

اِلٰھِیْ تَرٰی حَالِیْ وَفَقْرِیْ وَفَاقَتِیْ | وَھَمِّیْ وَدَھْشَاتِیْ وَکُلَّ فَعَالِیْ

اے میرے خدا! تو میری اس حالت کو غربت کو حاجت کو، رنج وحیرت کو اور میرے ہر فعل کو اچھی طرح جانتا ہے۔

وَاِنْ کُنْتُ فِیْ وَادٍ بِلاَ مَاءٍ وَلاَ کَلاَءٍ | عَلَیْكَ یَسِیْرٌ حُلْوُنَا بِنَوَالٍ

اگر کچھ میں بے آب وگیاہ چٹیل میدان میں رہتی ہوں لیکن تیرے لئے تو ہم پر جود وعطا کرنا انتہائی آسان بات ہے۔

اِذَا سَمِعَتْ صَوْتًا فَقَالَتْ صَهٍ لَهَا | وَاِنْ مِنْ غِیَاثٍ کَانَ فِیْكَ یُجِیْ لِیْ

اچانک حضرت ہاجرہ نے ایک آواز سنی اور اپنے ہی سے کہا "خاموش" اور آواز کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اگر تم میری مدد کر سکتے ہو تو کرو۔

اِذَا مَلَكٌ قَدْ جَاءَ رَکَضَا بِرِجْلِهٖ | فَفَارَتْ بِهَا مِنْ عَیْنِ مَاءٍ زُلاَلٍ

وہاں ایک فرشتہ نمودار ہوا اور اپنی ایڑی سے زمین پر مارا ہی تھا کہ میٹھے پانی کا ایک چشمہ اُبل پڑا۔

فَهَاجَرُ تَغْرِفُ مَاءَهَا فِیْ سِقَاءِهَا | فَتَشْرِبُ مِنْهُ مَعَ اِسْمٰعِیْلٍ

حضرت ہاجرہ علیہا السلام اپنے مشکیزہ میں چلوؤں سے پانی ڈالنے لگیں۔ اس میٹھے پانی کو خود بھی پیتی تھیں اور حضرت اسمٰعیل کو بھی۔

فَکَانَ بِفَضْلِ اللّٰهِ زَمْزَمَ مَاءُهٗ | شَرَابُ طَعَامٍ بَلْ شِفَاءُ عَلِیْلٍ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ پانی زمزم ہو گیا۔ اس کا پانی بہترین مشروب ہے، عمدہ غذا ہے اتنا ہی نہیں بلکہ ایک بیمار کیلئے صحت کا باعث بھی ہے۔

وَآنَسَهَا مِنْ جُرْهُمٍ اِذَا تَوَالَهَا | اِذَا مَا رَأَوْا مِنْ مَاءٍ بَرْدٍ زُلاَلٍ

قبیلہ جرہم جب اس مقام پر پہنچا اور ٹھنڈے اور میٹھے پانی کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے اس قبیلہ کو ان کا مونس وغمگسار بنا دیا۔

فَشَبَّ بِهَا الْوَلَدُ النَّجِیْبُ فِیْهِمْ | تَعَلَّمَ لُغَةَ الْعَرَبِ اِبْنُ خَلِیْلٍ

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جو بجد ذکی و ذہین تھے انھیں میں رہ کر جوان ہوئے اور ان ہی سے عربی زبان سیکھی

تَزَوَّجَ مِنْهُمْ بَعْدَ مَا کَانَ آحْلُمَا | بَنَی الْکَعْبَةَ الْبَیْتَ الْعَلِیْ بِخَلِیْلٍ

سن بلوغت کو پہنچنے کے بعد آپ نے اسی قبیلہ میں سے شادی کی اور اپنے والد ماجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے ساتھ خانۂ کعبہ تعمیر کی۔

آجَابَ الْاِلٰهُ مِنْ دُعَاءِ خَلِیْلِهٖ | فَمِنْ وُلْدِهٖ آرْسَلَ خَیْرَ رَسُوْلٍ

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمالیا اور آپ کی اولاد امجاد سے

نبیٔ آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر

بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔

حق نے عالم اس صداقت کیلئے پیدا کیا

از
سید محی الدین نیر نندلوری
زمرۂ ثامنہ
دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ

رحمتِ خداوندی اپنے گنہگار بندوں پر ہمیشہ مائل بہ کرم رہی ہے جس نے ہر دور میں خوابِ غفلت میں سوئے ہوئے انسانوں کو بیدار کرنے اور انہیں حق و صداقت کی روشنی میں صراط مستقیم پر لے آنے کیلئے چند ایسے نفوسِ قدسیہ کو پیدا فرمایا جو حصول علم میں ہر قسم کے شدائد و آلام کا مقابلہ کرتے ہوئے صبر و استقامت کا دامن تھامے رہے اور حصول علم میں کوشاں رہ کر دوسروں پر ان تعلیمات کے حقائق و رموز کو واضح کیا۔ یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے سخت سے سخت جانکاہی کے عالم میں بھی ایک لمحہ کے لئے خدا اور رسول ؐ کے احکامات کا دامن چھوڑنا پسند نہیں کیا اور اپنی جانوں کو خطرات کے بھنور میں پھنسا دیا۔ اور ایسے نازک ترین مرحلہ پر بھی جان و مال اور اپنے اہل و عیال کی تباہی کے ہولناک نقصانات برداشت کرتے ہوئے ساری دنیائے انسانیت پر یہ حقیقت واضح اور روشن کر دیا کہ ایک مومن باطل قوتوں کے آگے اپنے سر کو جھکا نہیں سکتا۔

ایک ظالم حکمران کے ظلم و استبداد سے جب سارا معاشرہ تھرا اٹھتا ہے تو اس وقت ظلم کی کلائی موڑنے کے لئے کوئی ایک مومن کامل ہی میدان میں اترتا ہے اور یہی جو حق گوئی و بے باکی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانیوالے، خدائی احکامات کو زندہ رکھنے والے، احکام خداوندی کو حیاتِ ابدی اور حق گوئی و بے باکی میں مرمٹنے کو حیات جاودانی تصور کرنے والے، خود اپنی ذات کو فنا کرتے ہوئے حق و صداقت کو قائم رکھنے والے چند سکوں اور چند دن رہنے والی عزت و شہرت کو ٹھکرا کر دین مصطفوی ؐ کو فوقیت دینے والے ان تمام صفات سے متصف وہ مردانِ مجاہد اور خدا کے نڈر و بے باک سپاہی ہیں کہ جنہوں نے اپنے سینوں میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و صاف محبت کو جنم دے رکھا ہے۔ حق گوئی و بے باکی کے اصول کو تقویت دینے والے، خداوند تعالیٰ کی ابتلاء آزمائش کی کسوٹی میں آزمائے ہوئے کامیاب و کامران پروانۂ دین و ملت نے ایسے دینی کارنامے اور حق گوئی کی ایسی مثالیں قائم کر گئے جو رہتی دنیا تک امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حق و صداقت کا درس اور حق گوئی کی اعلیٰ تعلیم دیتے رہیں گے۔

ان خدا رسیدہ اور برگزیدہ شخصیتوں میں حق و صداقت کے صفحہ پر حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی شخصیت ابھرتی نظر آرہی ہے۔ آپ نے کبھی ظالم و جابر خلفاؤں کے

کے آگے جبہ سائی نہیں کی۔ حق کے لئے ان سے ٹکرا گئے اور جان دے دی۔ آپ کا عقیدہ تھا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا غیر مخلوق قدیم ہے۔ اسی لئے خلیفۂ وقت معتصم باللہ کی طرف سے آپ پر طرح طرح کی سختیاں کی گئیں۔ متعدد قید خانوں میں قید کئے گئے۔ کبھی اصطبل میں کبھی عام قیدیوں میں، کبھی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں۔ اس اثنا میں مختلف مناظرے بھی ہوئے۔ مگر آپ کے مدِ مقابل جو بھی آتا لاجواب ہو کر چلا جاتا تھا۔

آخر کار دو منتخب اشخاص کو معتصم نے آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے بھیجا۔ آپ نے ان دونوں سے سوال کیا۔ تم اللہ تعالیٰ کے علم کو مخلوق کہتے ہو یا غیر مخلوق؟ انہوں نے جواب دیا اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق ہے۔ آپ نے فرمایا اس قول سے تم کفر کے مرتکب ہو گئے۔ دونوں کا معمول تھا کہ مسلسل تین دن تک آپ سے مناظرہ کرنے کے لئے آتے۔ آپ کے انکار پر پھر پاؤں میں ایک ایک بیڑی اضافہ کر جاتے۔ چوتھی مرتبہ معتصم دربار شاہی میں حاضر ہونے کا حکم روانہ کیا۔ حاکم بغداد اسحٰق بن ابراہیم نے امام احمد بن حنبل کو طلب کرتے ہوئے کہا اگر آپ قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار کرلیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں شاہی حکم کی تعمیل میں کوڑے لگواؤں گا اور تمہارے قید و بند کے لئے نہایت ہی تنگ و تاریک کوٹھڑی کا انتخاب بھی کروں گا۔ پھر اس نے آپ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ بھلا تم ہی بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے انا جعلناہ قرآنا عربیا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے قرآن کیونکر مجعول ہو سکتا ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا اللہ تعالیٰ کا ایک اور فرمان ہے۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے فجعلھم کعصف ماکول اس آیت سے تخلیق کا معنی صادق آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جعل اور خلق مترادف الفاظ نہیں ہیں۔ آپ کے اس جواب سے اسحٰق بن ابراہیم لاجواب ہوتے ہوئے آپ کو معتصم کے دربار میں روانہ کر دیا۔ آپ کے پیروں میں سخت بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے آپ کو چلنے میں زیادہ دشواری پیش آئی۔ لہٰذا آپ کو سواری کی مدد سے معتصم کے دربار میں پہنچایا گیا۔ معتصم نے آپ کو ایک نہایت ہی تنگ و تاریک کوٹھڑی میں قید کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپ فرماتے ہیں رات کو میں نے جب تہجد گزارنے کا ارادہ کیا تو اندھیرا ہونے کی وجہ سے پانی کا برتن دکھائی نہ دیا۔ تیمم کے ارادہ سے میں نے مٹی تلاش کی تو میرا ہاتھ پانی سے بھرے ہوئے طشت پر پڑا۔ میں نے اس پانی سے وضو کیا اور نماز تہجد ادا کی۔

صبح معتصم کے دربار میں مجھے بلایا گیا۔ میں نے دیکھا لوگ کثرت سے موجود تھے۔ اور مجھ سے مناظرہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ عبدالرحمٰن بن اسحٰق نے مجھ سے سوال کیا تم قرآن کو مخلوق کہتے ہو یا غیر مخلوق۔ میں نے اسکے جواب میں کہا تم اللہ تعالیٰ کے علم کو مخلوق مانتے ہو یا غیر مخلوق؟ عبدالرحمٰن بن اسحٰق کوئی جواب دے نہ سکا۔ البتہ دیگر مخالفین کی جانب سے

اعتراضات اور دلائل پیش کئے گئے میں برابر اس کا جواب دیتا رہا۔ تمام لوگوں نے جب خاموشی اختیار کر لی تو اس وقت ابن دوّاد نے معتصم سے کہا' خدا کی قسم یہ شخص گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا یقیناً بدعتی ہے۔

معتصم نے ابن دوّاد سے کہا اس کے بارے میں بھی مناظرہ کیا جائے۔ امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ اس مناظرہ میں ابن دوّاد کو شکست ہوئی اور مجھے فتح نصیب ہوئی۔ اسی طرح دو روز تک مجھ سے مناظرہ ہوتا رہا۔ اسی اثنا میں خلیفۂ معتصم نے مجھے قرآن کو مخلوق کہنے کے لئے بار بار اصرار کرتا رہا اور میں برابر انکار میں جواب دیتا رہا اور کہا کہ قرآن وحدیث سے کوئی دلیل پیش کی جائے۔

تیسرے روز دربار شاہی میں ایک نہایت ہی شاندار مجلس منعقد کی گئی جس میں مسلح فوجی نوجوان کے علاوہ جلاد بھی موجود تھے۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ میں دربار شاہی میں پہنچا تو مجھے چند مخصوص اشخاص سے مناظرہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ بہت دیر تک مناظرہ ہوتا رہا لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ خلیفۂ معتصم نے مجھے تنہائی میں لے جاتے ہوئے کہا' اے احمد! اگر تم اقرار کر لو۔ تو میں تمہیں اسی وقت آزاد کر دوں گا۔ اُس وقت بھی میں نے وہی الفاظ دہرائے کہ قرآن وحدیث سے کوئی دلیل پیش کی جائے۔ یہ سن کر معتصم غیض وغضب سے بھڑکتے ہوئے کہا احمد کے لباس کو اُتار دو۔ پھر حکم ہوا کہ پوری شدت وطاقت کے ساتھ کوڑے لگائے جائیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جلاد باری باری آتے اور پوری شدت کے ساتھ کوڑے لگا جاتے۔ جب انیس ۱۹ کوڑے ہوئے تو معتصم کو مجھ پر رحم آیا اس نے مجھ سے اقرار کرانا چاہا لیکن میں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ قرآن و حدیث سے جب تک کوئی دلیل نہ لائی جائے میں اقرار نہیں کر سکتا۔ معتصم نے یہ سن کر پھر جلادوں کو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔

بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ جب امام احمد بن حنبلؒ پہ پہلا کوڑا پڑا تو آپ نے بسم اللہ پڑھی اور دوسرا پڑا تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہا اور جب تیسرا کوڑا پڑا تو آپ نے جرأت وبے باکی کے ساتھ فرمایا قرآن مجید اللہ کا کلام غیر مخلوق ہے۔ چوتھے کوڑے پہ آپ نے قرآن کریم کی اس آیت کو تلاوت فرمایا قل لن یصیبنا الا ما کتب (کہہ دیجئے! ہرگز ہرگز نہ پہنچے گا ہم کو مگر اللہ تعالیٰ نے ہماری تقدیر میں لکھ دیا ہے)۔ اسی طرح آپ ہر کوڑے پہ قرآنی آیت تلاوت فرماتے تھے۔ اسی اثنا میں آپ کا ازار بند کھل کر ناف تک گیا تو آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہوئے کہا اے خدا تو بہتر جانتا ہے کہ میں حق پہ ہوں تو میری بے ستری ہونے نہ دے۔ یہ کہنا تھا کہ آپ کا ازار بند وہیں رُک گیا۔ تھوڑی دیر بعد آپ پہ بے ہوشی کا عالم طاری ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کو ایک مکان میں لٹایا گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ پر اتنی سختی کے ساتھ کوڑے برسائے گئے کہ میں بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ میرے پیروں میں جو

جو بیڑیاں ڈالی گئی تھیں وہ نکل چکی تھیں۔ آپ کل اٹھائیس مہینے اس طرح قید و بند کی صعوبتوں میں گرفتار رہے۔

بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ جب آپ کو ہوش آیا تو آپ کی خدمت میں ستو پیش کیا گیا لیکن آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں روزہ سے ہوں۔ حضرت امام احمد حنبلؒ کے فرزند کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ رمضان المبارک کے مہینے میں پیش آیا۔ آپ پر کئی روز ایسے گزرے کہ سحری افطاری کے بغیر آپ نے روزہ رکھا۔ غرض آپ کا وصال ۲۵۰ھ میں ہوا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حیوٰۃ الحیوان میں علامہ دمیریؒ نے لکھا ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے مصر میں خواب دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ آپ اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرما رہے ہیں کہ احمد بن حنبلؒ کو جنت کی بشارت دیدو۔ احمد نے مسئلہ خلق قرآن میں جن مصائب و آلام کو برداشت کیا ہے اس کے عوض اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں اونچا مقام عطا فرمایا ہے۔ امام شافعیؒ علیہ الرحمہ خواب سے بیدار ہو کر یہ مژدہ جاں فزا امام احمد بن حنبلؒ کو بذریعۂ قاصد روانہ فرمایا۔

محمد بن خزیمہ کہتے ہیں کہ جب امام احمد بن حنبلؒ کے وفات کی خبر پہنچی تو مجھے بہت رنج و ملال ہوا۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ امام صاحب شان و شوکت کے ساتھ نہایت ہی فاخرانہ لباس زیب تن کئے چلے آ رہے ہیں، میں نے پوچھا حق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے۔ آپ نے کہا خداوند تعالیٰ میرے گناہوں کو بخشدیا۔ اور تاج فاخرانہ اور عالیشان لباس عطا فرماتے ہوئے کہا کہ یہ نعمت اس صلہ میں دی جا رہی ہے کہ تم مسئلہ خلق قرآن میں حق بجانب رہے۔

اسلاف میں بہت سی ایسی ہستیاں گذری ہیں کہ جنہوں نے حکومت کے عہدوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ خلیفۂ منصور امام اعظم ابو حنیفہؒ کو منصب قضا پیش کیا تو آپ نے یہ کہتے ہوئے اس عہدہ کو رد کر دیا کہ میری اندر اتنی صلاحیت نہیں کہ میں اس عہدہ کو سنبھال سکوں۔ آپ کے شاگردوں میں سے امام ابو یوسفؒ نے بادل ناخواستہ مصلحت و مجبوری کے تحت قبول کیا تھا۔ امام محمدؒ، عبداللہ بن مبارکؒ اور امام زفرؒ ان حضرات نے حکومت کے عہدوں سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ امام محمد بھی اس معاملہ میں اتنی سختی کرتے تھے کہ جب امام ابو یوسف نے عہدۂ قضا کو قبول کیا تو آپ نے اپنی ناراضگی کا خیال ظاہر کیا لیکن بعد میں کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے مجبوراً امام محمدؒ کو بھی عہدۂ قضا قبول کرنا پڑا۔ جب تک امام محمدؒ اس عہدہ پر فائز رہے، بڑی دیانت داری کے ساتھ اس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ نے کبھی شرعی فیصلوں میں خلیفۂ وقت یا ارکان سلطنت کی مطلق پرواہ نہ کی۔

آپ منصب قضا پر فائز ہونے کے کچھ ہی روز بعد یحییٰ بن عبداللہ کی امان کا معاملہ دربار میں پیش ہوا، خلیفۂ وقت ہارون رشید عہد و پیمان کو توڑتے ہوئے یحییٰ بن عبداللہ کو سزا دینا چاہتا تھا۔ اس کے دلی ارادہ کی تکمیل کے لئے قاضی کے فیصلے کی ضرورت درپیش ہوئی۔ چنانچہ تمام

قضاۃ کو دربارِ شاہی طلب کیا گیا۔ امام محمدؒ بھی اس گروہ میں موجود تھے۔ ہارون نے سب سے پہلے امام محمدؒ سے اس معاملہ کی وضاحت چاہی۔ امام محمدؒ نے شاہی رعب وجلال کو خاطر میں لائے بغیر جرأت وبے باکی کے ساتھ فرمایا: یحییٰ بن عبداللہ کو جو امان دی جا چکی ہے وہ حق بجانب ہے۔ یحییٰ بن عبداللہ کا قتل اور امان کا نقض کسی طرح جائز نہیں۔ اس کے بعد ہارون رشید حسین بن زیاد سے مخاطب ہوا لیکن اس کے جواب سے اطمینانِ قلبی حاصل نہ ہوا۔ پھر اس نے ابوالبختری وھب بن وھب سے دریافت کیا۔ اس نے ہارون کی مرضی کے مطابق جواب دیا جس کی بناء پر امام محمد پر شاہی عتاب یہ نازل ہوا کہ آپ کو منصب قضا سے برطرف کرتے ہوئے افتا نویسی سے روک دیا جائے۔

امام اوزاعی علیہ الرحمہ بہت بڑے متقی وپرہیزگار عالم گذرے ہیں۔ آپ نے بھی حق گوئی میں شاہی رعب وجلال کی پرواہ نہ کی۔ آپ ہی کی شخصیت نے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جماعت کو خونریزی سے بچا لیا تھا۔ تاریخ اسلام کے صفحات شاہد ہیں کہ جب ابوالعباس سفاح ملکِ شام کو فتح کیا تو عبداللہ بن علی سفاح کے چچا نے بنی امیہ کو گرفتار کر لیا۔ وہ چاہتا تھا کہ ان سب کو تہِ تیغ کر ڈالے لیکن اس کو خیال آیا کہ امام اوزاعی قریب ہی ہیں ان کو طلب کر کے بنی امیہ کے خون کا فتویٰ کیوں نہ لیا جائے۔ آپ کو دربار شاہی میں طلب کیا گیا۔ عبداللہ بن علی نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ بنی امیہ کے خون کے بارے میں کیا فرماتے ہیں'

امام اوزاعی نے کسی کو خاطر میں لائے بغیر بالفور فرمایا تم اور بنی امیہ میں جو معاہدے ہوئے ہیں ان کو پورا کیا جائے۔ عبداللہ بن علی جو بنی امیہ کے خون کا پیاسا تھا آپ کی اس بات کو سن کر غضب آلود ہو کر کہنے لگا ہم میں اور بنی امیہ میں کسی قسم کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا جس کی ہم پابندی کریں۔

امام اوزاعی نے نہایت ہی جرأت کے ساتھ فرمایا تم پر بنی امیہ کا خون حرام ہے۔ ان کا خون کسی حال میں حلال نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین ہی شخصوں کے خون کی اجازت دی ہے۔ ایک زانی، دوسرا قاتل، تیسرا مرتد۔ یہ سن کر عبداللہ بن علی سفاح کے غصہ میں کچھ افاقہ ہوا۔ پھر اس نے امام اوزاعی سے گفتگو سیاسی انداز میں کرتے ہوئے کہا کیا حقاً وایماناً حکومت کرنا ہمارا حق نہیں؟ آپ نے جواب دیا تم یہ کیا کہتے ہو؟ عبداللہ بن علی نے جواب میں کہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اپنا وصی بنایا تھا۔ امام صاحب نے جواب دیا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے صرف دو ہی شخصوں کو حاکم بنایا تھا جس کی وجہ سے بنی امیہ نے اتنے دنوں حکومت کی۔ اس پر عبداللہ بن علی کا غصہ کافور ہو گیا۔ آپ اسی وقت دربار سے رخصت ہوئے۔ آپ کی اس حق گوئی سے عبداللہ بن علی بہت متاثر ہوا۔ اس نے آپ کی خدمت میں ہدیتاً دینار و درہم بھجوا دیا لیکن امام اوزاعی نے اسی وقت ان درہموں کو فقراء ومساکین میں خیرات کر دیا۔

ہارون رشید ایک نیک دل حکمران ہونے کے باوجود عیش و عشرت کی محفلوں میں بھی داد عشرت دیتا رہا۔ اس کے زمانہ میں ایک مشہور عالم امام شیبانیؒ تشریف لائے، تو ہارون رشید نے امام شیبانیؒ سے پند و نصیحت کی باتیں سننے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ امام شیبانی نے ہارون رشید کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا "اے ہارون رشید تم جس تختِ خلافت پر بیٹھے ہو یہ خلفائے راشدین کی مسند ہے جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دنیا والوں کو دین اسلام کی تعلیمات سے روشناس کیا تھا۔ اور وہ دنیوی مال و دولت اور عزت و شہرت کی خاطر مخلوق خدا پر حکومت نہیں کی بلکہ انہوں نے مخلوق خدا کی خدمت اور ان کی دیکھ بھال کے لئے اس مسند کو قبول کیا۔ مجھے یہ دیکھ کر بے انتہا افسوس ہو رہا ہے کہ تم جس مسند پہ بیٹھ کر دادِ عیش دے رہے ہو اس سے اس مسند کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ تم خود غور کرو کہ تم کو کیا کرنا چاہئے تھا اور تم کیا کر رہے ہو۔۔۔! مخلوق خدا کی نگہبانی کے بجائے نفس کی پرستش میں مخلوق خدا کا سارا مال و متاع برباد کر رہے ہو۔ اور دن رات تم عیش و عشرت کی محفلوں کو زندہ کر رہے ہو۔ تم نے اس بات کو بالائے طاق رکھ دیا ہے کہ اگر تمہاری مملکت میں ایک فرد بھی بھوکا سو جائے تو کل قیامت کے دن تمہیں اس کا جواب دینا ہوگا اور تم سے رعایا کے ہر فرد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ذرا سوچو، قیامت کے اس ہولناک دن کس کس کا جواب کس منہ سے دو گے اور اس وقت تم پہ کیا بیتے گی اور تمہارا کیا حال ہوگا؟

حق گو و بے باک عالم کی اس بے بہا پند و نصیحت سے ہارون رشید محظوظ ہوا اور اس پہ یہ نصیحت مؤثر ثابت ہوئی۔ آگے چل کر ہارون رشید نے عیش و عشرت کی محفلوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

ولید بن عبدالملک کے زمانے میں امام زہری ایک حق گو عالم گذرے ہیں۔ خلیفۂ وقت ولید بن عبدالملک آپ کا بے حد معتقد تھا۔ دینی معاملات میں آپ ہی پر اعتماد رکھتا تھا۔ چونکہ ہر زمانہ میں دین فروش علماء کا طبقہ رہا ہے۔ جو چند سکوں کے عوض اپنی دینی قوت کو فروخت کر دیتے ہیں۔۔۔ خلیفۂ وقت ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں بھی ان علماء کی کثرت تھی جس کی بنا پر خلیفہ آپ ہی پر اعتماد رکھتا تھا۔

اکثر یہ امام زہری خلیفہ سے ملاقات کرنے کے لئے تشریف لے جاتے ہیں تو خلیفہ آپ سے کہتا ہے "شیخ آپ نے وہ حدیث نہیں سنی جو اہل شام بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو حکمران بنا دیتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال میں صرف نیکیاں ہی نیکیاں لکھی جاتی ہیں، برائیاں نہیں لکھی جاتیں۔ اس بے بنیاد و من گھڑت حدیث کو سن کر امام زہری کو بےحد رنج ہوا۔ اپنے جذبات پہ قابو پاتے ہوئے آپ نے فرمایا:۔

امیر المومنین! جن لوگوں نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ انہوں نے خدا اور اس کے رسول پر افترا باندھا ہے، ایسی کوئی حدیث نہیں آئی ہے۔ جو اہل شام بیان کرتے ہیں۔

امام زہری کی آواز میں عالمانہ وقار تھا۔ وہ تھوڑی دیر خاموش رہ کر پھر ارشاد فرماتے ہیں۔ امیرالمومنین! یہ تو فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ خلیفہ زیادہ محترم ہے جو نبوت سے سرفراز ہو یا وہ خلیفہ جو نبی نہیں ہے۔ خلیفہ نے جواب دیا خدا کے نزدیک وہ خلیفہ زیادہ احترام کے لائق ہے جو نبی ہے۔ آپ نے جواب فرمایا۔ ہاں تو پھر سماعت فرمائیے اللہ تعالیٰ سورہ صٓ میں اپنے نبی داؤد علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے :۔

"اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین پر اس لئے خلیفہ بنایا ہے کہ لوگوں میں حق و عدل کے ساتھ حکومت کرو اور اس معاملہ میں اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ ورنہ اللہ تعالےٰ کے راستہ سے دُور ہو جاؤ گے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کا راستہ چھوڑ کر بے راہروی اختیار کرتے ہیں وہ عذاب میں مبتلا ہوں گے، کیونکہ انہوں نے محاسبے کے دن کو پس پشت ڈال رکھا ہے۔

اے امیرالمومنین! یہ عتاب اس نبی پر نازل ہوا تھا جو خدا کا نبی تھا۔ اور جو خلیفہ منصب نبوت سے سرفراز نہیں، اس کے بارے میں آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ امام زہری یہ کہتے ہوئے خاموش ہو جاتے ہیں اور ولید بن عبدالملک آپ ان باتوں کو بڑے غور و خوض سے سن رہا تھا۔ پھر ولید، امام زہری سے مخاطب ہو کر کہتا ہے، یہ خوشامدی کرنے والے لوگ ہمیں دین سے بیگانہ کر دینا چاہتے ہیں۔

خدا کے پیارے بندے جو صرف خدا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر دنیا کی طاغوتی و فرعونی طاقت کے سامنے اپنے سروں کو نہیں جھکایا بلکہ سر کٹا نا پسند کیا، انہیں نفوسِ قدسیہ کی بہ نسبت علامہ اقبالؒ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

آئینِ جوانمرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

خدا رحمت برسائے ان برگزیدہ شخصیتوں پر جن کے بیمثال کارنامے امت مسلمہ کو لمحہ بہ لمحہ درس عبرت دے رہے ہیں کہ وہ مذہب اسلام کی بے حرمتی اور اس میں پیدا ہونے والی خرابیوں کی بیخ کنی کریں۔ اور وہ مذہبی احکامات کو چند کھوٹے سکوں کے عوض نہ بیچیں۔ اس لئے کہ علمائے کرام لم یورثوا دینارًا ولا درهمًا بل ورثوا العلم کی تفسیر ہیں۔

چنانچہ علامہ اقبال اسکی عکاسی فرمائی ہے :۔

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل مغلوبِ گماں تو ہے
مکاں فانی مکیں فانی ازل تیرا ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام تو جاوداں تو ہے
حنا بندِ عروس لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تری نسبت براہیمی ہے معمارِ جہاں تو ہے
سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

خدا سے دُعا ہے کہ خداوند تعالےٰ ہم تمام علمائے کرام اور مسلمانان اسلام کو علمائے سلف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

از
محمد فاروق اعظم
قمر یادگیری متعلم زمرۂ سابعہ
دارالعلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

ذیل میں چند ایسی احادیث کو ترجمہ کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے جن سے علم کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔ خدائے بزرگ و برتر سے دعا ہے کہ ملت کے ہر فرد کو علم کی روشنی سے مستفید فرمائے۔ آمین ــــ

فاروق اعظم

۱) فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

ارشاد باری ہے جس چیز کا تمہیں علم نہیں ہے۔ اہل علم سے اس کو دریافت کرو۔

۲) قال رسول علیہ السلام قل رب زدنی علماً۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا ہمیشہ خدا سے یہ دعا کرتے رہو کہ اے باری تعالیٰ میرے علم میں زیادتی فرما۔

۳) قال رسول علیہ السلام
طلب العلم فریضۃ علےٰ کل مسلم و مسلمۃ۔

آنحضورؐ نے فرمایا کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

۴) قال علیہ لسلام خیر الدنیا والاخرۃ مع العلم وشرۃ الدنیا والاخرۃ مع الجھل

حضورؐ نے ارشاد فرمایا دنیا و آخرت کی بھلائی علم میں ہے اور دنیا و آخرت کی برائی جہالت میں۔

۵) قال علیہ السلام العلم ثمرۃ الایمان و سراج الاسلام

رسول علیہ السلام نے فرمایا علم ایمان کا پھل اور اسلام کا چراغ ہے۔

۶) قال علیہ السلام: الناس اثنان عالم و متعلم والباقی کالھمج لاخیر فیھا۔

حضور صلعم نے فرمایا آدمی دو قسم کے ہیں۔ ایک سکھانے والا دوسرا سیکھنے والا باقی نادان ہیں ان سے کوئی فائدہ نہیں۔

۷) قال علیہ السلام ۔سألت جبرئیل ای جھاد افضل لامتی قال طلب العلم قلت بعد ذالک قال النظر الی العلماء قلت بعد ذالک: قال زیارۃ العلماء۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ حضرت جبرئیلؑ سے میں نے پوچھا میری امت کے لئے کونسا جہاد بہتر ہے۔ جبرئیل نے کہا علم کا حاصل کرنا پھر میں نے پوچھا کونسا جہاد میری امت کیلئے ٹھیک ہے، کہا علماء کی طرف اچھی نگاہ کرنا۔ پھر پوچھا کونسا جہاد افضل ہے تو حضرت جبرئیل نے کہا: علماء کی زیارت کرنا۔

۸) قال رسول علیہ السلام: من مات فی تعلمہ قبل بلوغ مقصدہ خلق اللہ ملکاً فی قبرہ لیعلمہ الیٰ یوم القیامۃ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص بغرض حصول علم اپنے گھر سے نکلا اور مقصد کو پانے سے قبل ہی اس کا انتقال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے قبر میں فرشتہ مقرر کرتا ہے جو قیامت تک اسکو

۹) قال رسول علیہ السلام: مداد العلماء خیر من دماء الشہداء۔

حضورؐ نے فرمایا علماء کے قلموں کی سیاہی شہیدوں کے خون سے بہتر ہے۔

۱۰) قال علیہ السلام: من حفظ عن امتی اربعین حدیث کتب فقیہا عابداً۔

آنحضورؐ نے فرمایا میری امت میں سے جس کسی نے بھی چالیس حدیثوں کو یاد کیا تو اس کا مقام فقہاء اور عابدوں میں ہوگا۔

۱۱) اخیارکم ابرارکم افضلکم من تعلم القرآن

تم میں وہ لوگ بہتر اور افضل ہیں جو قرآن پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔

۱۲) قال علیہ السلام: اشرف الامۃ حملۃ القرآن۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا میری امت میں بزرگ وہ لوگ ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں۔

۱۳) قال رسول علیہ السلام۔ العلم کالذہب والمتعلم کالفضۃ وما دونہما کالرصاص۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا: عالم سونے کے مانند ہے اور متعلم چاندی کے مانند ان دونوں کے علاوہ کوئی چیز وقعت و عظمت کے قابل نہیں۔

۱۴) قال رسول علیہ السلام۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔

حضور اقدسؐ نے فرمایا میری امت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کے مانند ہیں۔

۱۵) قال رسول علیہ السلام۔ من اکرم عالماً او متعلم فکانما اکرم سبعین نبیاً۔

رسول اللہؐ نے فرمایا جس شخص نے عالم یا متعلم کی عزت کی تو گویا اس نے ستر انبیاء کی عزت کی۔

۱۶) قال رسول علیہ السلام۔ من حقر طالب العلم فہو منافق وملعون فی الدنیا والآخرۃ۔

رسول خداؐ نے فرمایا جس نے طالب العلم کو حقیر جانا وہ منافق ہے اور دنیا و آخرت میں قابل ملامت ہے۔

۱۷) قال رسول علیہ السلام: عظموا العلماء فانکم محتاجون فی الدنیا والآخرۃ۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ علماء کی عزت کرو کیونکہ تم دنیا اور آخرت دونوں جگہوں پر ان کے محتاج ہو۔

۱۸) قال رسول علیہ السلام۔ من اکرم عالما فقد اکرمنی۔

رسول علیہ السلام نے فرمایا: جس نے عالم کی عزت کی اس نے میری عزت کی۔

پیشکش: سید عبدالرسول عرف وجیہ النقی سقاف کے متعلم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

یا رسولؐ اللہ نمی گویم کہ مہمانِ توام
یارسول اللہ میرا یہ مرتبہ کہاں کہ آپ کا مہمان کہلاؤں

با فقیر طعمہ جوئی از ریزہ خوانِ توام
ہاں آپکے دسترخوان کے جھڑے پڑے ریزوں کے چننے ہوئے فقرا ہیں

بر لب افتادہ زباں گرگیں سگے ام تشنہ جاں
زباں لٹکایا ہوا بھیڑیا اور شدت پیاس سے بے جاں ایک کتا ہوں

آرزومندِ نمی از بحرِ احسانِ توام
آپکے احسان کے سمندر سے ایک بوند کا آرزومند ہوں

گر ندارم افسرِ شاہی بسر ایں بسکہ ہست
اگرچہ سر پہ افسر شاہی کا تاج نہیں ہے البتہ یہ میرے لئے کافی ہے کہ

گردنِ تسلیم زیرِ طوق فرمانِ توام
آپکے فرمان کے طوق کے نیچے میری گردن تسلیم سے خم ہے

شد گلستاں از خوبی رخسارِ تو خاکِ حجاز
خاکِ حجاز آپکے رُخسارِ پاک کی خوبی سے گلستاں ہوگئی

من ببوئے گشتہ خرسند از گلستانِ توام
میں اس آپکے گلستاں کی مہک سے خوش ہوں

وا رہاں از گفت گوئی زاغ طبعاں کہ من
مجھ کو زاغ فراجوں کی گفتگو سے بچا لیجئے کہ میں

عندلیبِ مدح گو، مرغِ ثنا خوانِ توام
آپ کا مدح گو بلبل اور ثنا خواں پرندہ ہوں

دفترِ دارم سیاہ از معصیت بیچارہ من
گناہوں سے پُر ایک پلندہ میرے پاس ہے اور میں بیچارہ

گر شفاعت نامۂ ناید زدیوانِ تو ام
اگر شفاعت نامہ آپکا مجھے نہ ملے تو بھی آپکا فدائی اور توصیف گو ہوں

حضرت محویؒ
حیات اور اردو خدمات

از: ڈاکٹر محمد فضل اقبال (حیدرآباد) یم اے۔ پی ایچ ڈی (عثمانیہ)

ڈاکٹر فضل اقبال صاحب نے ابھی حال ہی میں "مدراس میں اردو ادب کی نشوونما" کے موضوع پر ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہے۔ اور عثمانیہ یونیورسٹی سے موصوف کو ڈاکٹریٹ (پی۔ ایچ ڈی) کی ڈگری ملی ہے۔ اور انہوں نے اپنے مقالہ میں خاندانِ اقطابِ ویلور کی اردو خدمات کا جائزہ لیا ہے۔ اور یہ مضمون اسی مقالہ کا ایک حصہ ہے جو انہوں نے "اللطیف" کے لئے ارسال فرمایا ہے۔

ادارہ
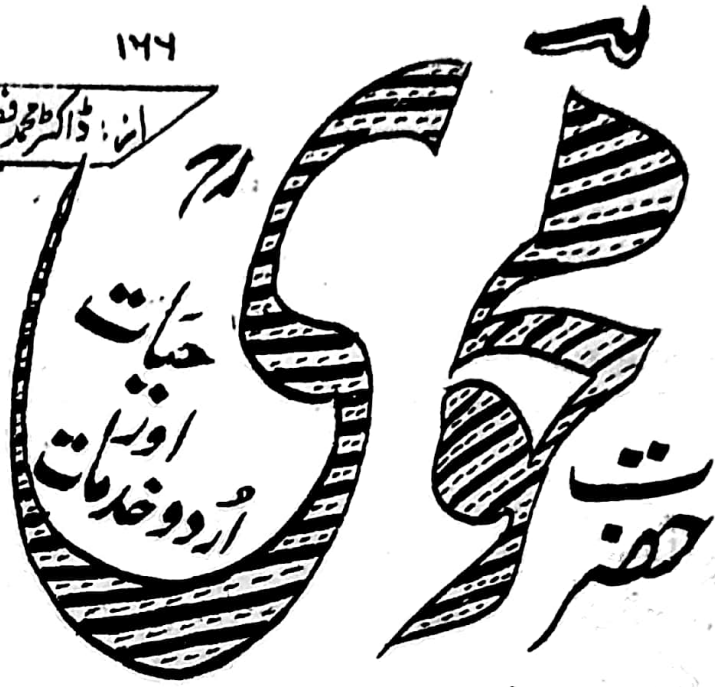
حضرت سید شاہ ابوالحسن قادری محوی رحمۃ اللہ علیہ دارالسرور ویلور کے اس مشائخ خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس نے جنوبی ہند کی علمی ادبی اور خصوصاً دینی اور عرفانی ترقی میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ خصوصاً آپ کے والد حضرت سید شاہ عبداللطیف قادری ذوقی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے دادا حضرت سید شاہ ابوالحسن قادری قربی رحمۃ اللہ علیہ اس خاندان کے ایسے جگمگاتے ستارے ہیں جن کے کارناموں کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

ولادت

حضرت محویؒ ۲۷ شعبان سنہ ۱۱۸۶ھ م ۱۷۷۲ء بروز دوشنبہ بوقت عصر حضرت مکان میں پیدا ہوئے۔ (ضمیمۂ جواہر السلوک)

تعلیم و تربیت

حضرت محویؒ نے ابتداءً اپنے والد ماجد حضرت ذوقیؒ سے استفادہ کیا لیکن سنہ ۱۱۹۴ھ م ۱۷۸۰ء میں جبکہ آپ کی عمر آٹھ سال تھی۔ حضرت ذوقیؒ نے وفات پائی۔ ذوقیؒ کی وفات کے بعد حضرت بی بی سکینہ بنت حضرت عبدالعلی بیجاپوری آپ کو مدراس لے گئیں جو اس وقت علماء و فضلا کا مسکن بنا ہوا تھا۔ مدراس میں آپ بیس (۲۰) سال تک مقیم رہے، اور مختلف اساتذۂ روزگار سے تفسیر، حدیث، فقہ، علم کلام، سیرت، طب اور فلسفہ وغیرہ مختلف علوم کی تحصیل کی، پھر اس کے بعد والدہ ماجدہ کے ساتھ ویلور تشریف لائے۔

بیعت و خلافت

حضرت محویؒ ویلور آنے کے بعد جملہ منازل سلوک طے فرمائے اور حضرت مولانا سید شاہ میر تقی قادریؒ (جو رشتے سے آپ کے دادا تھے) کے دستِ فیض اقدس پر بیعت کی تھی اور خلافت عظمیٰ سے بھی سرفراز ہوئے تھے۔

خدمتِ دین

حضرت محویؒ نے اپنے آباو اجداد کی طرح تصوف کے موضوع پہ بہت سی معرکۃ الآرا کتابیں تصنیف کیں اور سلسلۂ درس و تدریس کے ذریعہ سے خدمت دین کا کام انجام دیا۔ آپ نے سنہ ۱۲۳۵ھ م

م ۱۸۱۹ء میں دار العلوم لطیفیہ ویلور کے جنوب میں ایک خوبصورت مسجد تعمیر فرمائی۔ نیز ایک مدرسہ و خانقاہ بھی تعمیر کروائی چنانچہ مولانا عبد الحی واعظ "مطلع النور" میں لکھتے ہیں ؎

مسجد و خانقاہ رباط کلاں
مدرسہ وہ بنایا عالی شاں

کیفیتِ جذب

حضرت محویؒ بڑے صاحب کمال بزرگ تھے۔ صاحب انوار قطبِ ویلور لکھتے ہیں "حضرت محویؒ پر ایک ہزار گیارہ مرتبہ جذب طاری ہوا کبھی کبھی آپ کی محویت و استغراق کا یہ عالم ہوتا کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے اور قطعی ہوش نہ رہتا"۔

ایکمرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ ایک دن عشاء کے وقت مسجد تشریف لے گئے مصلیوں کے پیہم اصرار پر آپ نے نماز شروع کی جب "ایاك نعبد وایاك نستعین" پر پہنچے تو آپ پر محویت طاری ہو گئی۔ اس آیت کی تکرار کرنے لگے یہاں تک کہ جب مؤذن فجر کی اذاں میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" پر پہنچا تو آپ کو ہوش آیا۔

اخلاق و اوصاف

حضرت محویؒ انتہائی خلیق اور کریم النفس تھے۔ حضرت قربیؒ اور حضرت ذوقیؒ کی طرح آپ بھی خدمتِ خلق کے لئے شہرت رکھتے تھے۔ کبھی کوئی سائل آپ کے در سے محروم نہیں گیا۔ جو بھی جس نیت کے ساتھ آیا اس نے وہی پایا۔ امراء و رؤساء وقت خصوصًا والیِ میسور ٹیپو سلطان شہید نے اپنے یہاں بلانے کی کوشش کی لیکن کبھی آپ کسی کے در پہ نہیں گئے۔ مولانا عبد الحیؒ کی مثنوی "مطلع النور" سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے سات سو گھوڑے جنکی قیمت ہزارہا روپئے ہوتی ہے راہ خدا میں دے دئے۔ نیز سائلین کو نقد ایک لاکھ روپئے عطا فرمایا۔ ابیات ملاحظہ ہوں:- ؎

راہِ مولا میں جو دیا زر و مال	اور مواشی دیا وہ بحرِ نوال
اسکے بعدِ وفات ہیں کا حساب	دیکھے دفتر سے جب ان نیک صفات
جبکہ گھوڑوں کا ہے حساب ہوا	سات سو تھے جو راہِ حق میں دیا
کوئی گھوڑے کی قیمت اے اکرام	نہیں پنجاہ روپیہ سے تھی کم
اور نہیں تھے ہزار سے بھی زیاد	تھے ز پنجاہ ہزار تک کہ یاد
جو دیا نقد سائلوں کے تئیں	ہیں روپے لاکھ سے زیادہ یقیں

حضرت محویؒ بلند قامت، گندمی رنگ، عریض سینہ، کشادہ پیشانی، مضبوط بدن، صاحب وقار اور پُر جلال شخصیت کے مالک تھے۔

نکاح و اولاد

حضرت محویؒ کا عقد مسعود بی بی امۃ المجید بنت سید عسلی قادری سے ہوا جن کے بطن سے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ حضرت قطبِ ویلور آپ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ دوسرے صاحبزادے سید عبد العلی تھے، وہ بھی بڑے عالم اور صاحب ولایت بزرگ تھے۔ حضرت محویؒ نے اپنے بڑے فرزند حضرت محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادریؒ کو بیعت و خلافت سے سرفراز کیا تھا، اور ایک سو اکانوے سلاسل مقدسہ میں اجازت عطا کی اور وہ امانت مقدسہ جو بزرگوں سے سینہ بہ سینہ چلی آ ئی

تھی ودیعت فرمائی۔ امانتِ مذکورہ سلسلہ بہ سلسلہ منتقل ہوتے ہوئے اب حضرت ابوالنصر قطب الدین شاہ سید محمد باقر صاحب قبلہ قادری سجادہ نشین مکان حضرت قطبؒ ویلور اور آپ کے دونوں برادران حضرت ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری ناظمِ دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطبؒ ویلور اور حضرت ابو صالح عمادالدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قادری تک پہنچی ہے۔

راقم الحروف نے حضرت محویؒ کے حالاتِ زندگی کی تحقیق کے سلسلہ میں ان حضرات کرام سے دارالعلوم لطیفیہ اور خاندان عالیہ ویلور میں شرف نیاز حاصل کیا ہے۔

وصال

حضرت محویؒ کا وصال ستاون سال کی عمر میں ۲۶ جمادی الآخر ۱۲۴۳ھ مطابق ۲۷؍ ۱۸۲۷ء بروز دوشنبہ صبح صادق کے وقت ہوا اور اپنے خاندانی گنبد میں مدفون ہوئے۔ دیوار گنبد پہ حسب ذیل قطعۂ تاریخ کندہ ہے:۔

شد از طاق رخصت رواں بوالحسن محی
پئے سیر در روضۂ جاوداں
در آمد بہ مغرب سر آفتاب
جو گویم سنش غائب قطب الزماں

تصانیف

حضرت محویؒ نے بہت سی کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کو شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی۔ آپ شعر بھی کہتے تھے۔ آپ کا تخلص محوی تھا۔ آپ نے تصوف کے مسائل بیان کرنے کے لئے نظم پر نثر کو ترجیح دی۔ آپ نثر میں بڑی عمدگی سے اور عام فہم انداز میں ان مسائل کی تشریح کرتے ہیں۔ آپ کی حسب ذیل اردو کتابوں کا پتہ چلتا ہے:۔

۱) رسالہ تفصیل المراتب فی الحوار المراتب
۲) رسالہ تنزلات ۳) نفس رحمانی
۴) رسالۂ ذکر ۵) رسالۂ مراتب
۶) رسالۂ معرفت ۷) رسالۂ ذکر وجود
۸) رسالہ دربیان ربوبی الٰہی
۹) رسالہ دربیان عالم ارواح اور رسالہ عالم مثال

حضرت محویؒ کی فارسی تصانیف ہیں:۔

رسالۂ شرح حقیقتِ محمدیؐ اور رسالہ بعیت حاضر و غائب مشہور ہیں۔ اول الذکر رسالہ مقام در حقیقت محمدی صلعم پر مدلل و محققانہ تالیف ہے۔ آخر الذکر میں سلسلۂ بعیت پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب دارالعلوم لطیفیہ کی جانب سے شائع بھی ہو چکی ہے۔ حضرت محویؒ کے چند اردو (دکنی) رسالوں کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱) رسالہ تفصیل المراتب فی الحوار المراتب

یہ رسالہ صرف چھ صفحات پر مشتمل ہے، اس میں مراقبہ اور اسکی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ اس میں سات الحوار مراقبہ بیان کئے گئے ہیں۔ وجہ تصنیف اور رسالہ کے نام کے متعلق خود حضرت محوی لکھتے ہیں:۔

" فقیر حقیر سید ابوالحسن قادری یہ رسالہ بیچ بیان مراقبہ کے لکھا ہے تا امی لوگ اور عورتاں کوں کام آوے اور

وہ اس سیں ذوق پاکر اس فقیر کوں دعائے خیر سیں یاد کریں اوراس کا نام رکھا تفصیل المراتب فی الحوار المراتب۔

یہ کتاب حسب ذیل سات "الحوار" پر مشتمل ہے :۔

۱) اسم اللہ (باطن) ۲) اسم اللہ (ظاہر)
۳) اللہ تعالیٰ اس مراتب کو جس چیز کی طرف سلاع کرتا ہے اس کا وہ مراتب رہتا ہے۔

۴) معیت بلا حصول و اتحاد (۵) مراقبہ اسم اعظم (صفت عظمت الٰہیہ) ۶) مراقبہ عجز انسانی اور ۷) حیثیت اسم ظاہری۔ دوسرے طور اسم اللہ کے چار مراتب بتائے گئے ہیں پہلا۔ فنا فی العمل (توحید افعالی) دوسرا فی الصفات (توحید صفاتی) تیسرا۔ فنا فی الذات (توحید ذاتی) اور چوتھا فنائے مطلق (توحید مطلق) حضرت محویؔ کا یہ رسالہ نایاب ہے۔ اس کا ایک نسخہ لطیفیہ کی لائبریری ویلور میں اور ایک نسخہ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد (مخطوط نمبر ۱۸۶۶ تصوف) میں موجود ہے۔

۲) **رسالۂ ذکر وجود اور مراتب وجود** حضرت محویؔ نے اس رسالہ میں تصوف کا معرکۃ الآرا مسئلہ "اندراج" یعنی کل شیٔ فی کل شیٔ" کی تشریح فرمائی ہے اور مراتب وجود پر محققانہ بحث کی ہے۔ یہ رسالہ شوال ۱۲۴۲ھ م ۱۸۲۷ء میں تصنیف ہوا۔ اس کا مخطوط کتبخانہ لطیفیہ ویلور میں محفوظ ہے۔

۳) **رسالۂ ذکر** اس رسالہ میں ذکر اور مراتب ذکر کی تشریح کی گئی ہے اور ذکر کے حسب ذیل چھ اقسام بتلائے گئے ہیں :۔

۱) ذکر لسانی (۲) ذکر قلبی (۳) ذکر روحی ۴) ذکر سری (مقام فنا) ۵) ذکر ذکر اللہ اور ۶) ذکر بقا۔ اس رسالہ میں لوازمات اور شرائط اذکار کی بھی تشریح کی گئی ہے۔ اس رسالہ کے مخطوط کتب خانۂ لطیفیہ ویلور اور اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں موجود ہے۔

۴) **رسالۂ نفس رحمانی** حضرت محویؔ نے یہ رسالہ دکنی نثر میں مراتب عروج و تنزول پر تحریر فرمایا ہے اور اسکی وجہ تحریر اس طرح لکھی ہے :۔

ایک روز مجلس خاص میں کیتک باتاں ہور کیتک حکایتاں زباں سوں باہر آیاں کتے مریدان خاص باخلاص خصوصاً شیخ جمال الدین لنگری جو مرید خاص باخلاص تھے انو نے عرض کئے ہمنا عربی ہور فارسی کی عبارت بوجنا محال ہے اگر دکنی میں ہوگا تو ہمنا ہور پیر بھائیاں کو فائدہ تمام حاصل ہوگا۔

نفس رحمانی ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں حضرات خمسہ کا مفصل بیان ہے۔ آخر میں حضرت نے دعا کے فائدہ پر اس رسالہ کا اختتام کیا ہے۔

اے عزیز' بس ہے دعا کا اتنا فائدہ جو بندہ پکار یا تو خدا جواب دیتا ہے۔

نفس رحمانی کے مخطوط کتب خانہ لطیفیہ ویلور کے علاوہ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں محفوظ ہیں۔

رسالۂ معرفت اس رسالہ میں حضرت محویؔ نے معرفت کی حقیقت پر روشنی ڈالی ہے اور حدیث شریف من عرف نفسہٗ فقد عرف ربہ کی عارفانہ تشریح فرمائی ہے۔

آپ فرماتے ہیں "جان اے برادر دینی عطا کرے خدائے تعالیٰ معرفت اپنی تیرے تئیں اور میرے تئیں جیساکہ او پیدا کیا ہے ہمارے تئیں واسطے معرفت اپنی"۔ پھر فرماتے ہیں: "جو شخص پچھانیاں اپنی ذات کوں پس تحقیق پچھانیاں اپنے رب کوں"۔

آخر رسالہ میں کلمۂ توحید کی یوں تشریح فرمائے ہیں۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، معنی شریعت = نیں ہے معبود بحق مگر اللہ تعالیٰ۔

معنی طریقت = نیں ہے مقصود ہماری عبادت میں مگر اللہ تعالیٰ۔

معنی حقیقت = نیں ہے مشہود مگر اللہ تعالیٰ یعنی ہمنا جو چیز دستی ہے وہ سب تجلیات اللہ تعالیٰ کی ہیں۔

معنی معرفت = نیں ہے موجود مگر اللہ تعالیٰ یعنی جو جہاں میں موجود ہے سو سب ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

رسالہ معرفت کا مخطوط جامعہ لطیفیہ عربیہ ویلور میں موجود ہے۔

۶) رسالہ عالم ارواح

اس رسالہ میں حضرت محویؒ نے عالم ارواح کی تفصیل بیان کی ہے اور عالم غیب، عالم امر، عالم علوی اور عالم ملکوت کی بڑی عمدہ تشریح فرمائی ہے اس کا مخطوط بھی لطیفیہ میں موجود ہے۔

۷) رسالۂ عالم مثال

اس رسالہ میں حضرت محویؒ نے ناسوت، ملکوت جبروت اور لاہوت وغیرہ مقامات کی تشریح کرتے ہوئے طریقۂ سلوک پر اجمالاً بحث کی ہے۔ یہ رسالہ بھی جامعہ لطیفیہ عربیہ ویلور میں موجود ہے۔

غرض حضرت محویؒ نے اپنے رسالوں میں متصوفانہ مضامین کو آسان اور عام فہم انداز میں بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے۔ عام لوگوں کے لئے چونکہ عربی اور فارسی کا سمجھنا مشکل تھا، اس لئے آپ نے تصوف کے نکات اردو (دکنی) زبان میں بیان کیا ہے۔

حضرت محویؒ کی زبان پر قدامت کا اثر نمایاں ہے۔ آپ نے کئی متروک الفاظ جو آپ کے ہم عصر نثر نگار ترک کر چکے تھے استعمال کیا ہے مثلاً "سیتی"۔ "کبتک"، "ہور" "سوں"، "ہمنا" اور "دستی" وغیرہ۔

حضرت محویؒ کی تصانیف قدیم اردو ادب کا گراں مایہ سرمایہ ہیں۔ ان کی اشاعت سے قدیم اردو نثر کے ذخیرے میں گراں قدر اضافہ ہوگا۔

۸) رسالہ در اسمائے الٰہی و ربوبیت

اس رسالہ میں حضرت محویؒ نے اسمائے صفاتی میں سے ہر ایک کی مختصر سی تشریح اپنے خاص متصوفانہ انداز میں کی ہے یہ رسالہ چھتیس ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور لطیفیہ میں موجود ہے۔

از حضرت سید شاہ مصباح الحسن علیہ الرحمہ

پیشکش: سید رضا عبید روش منگلوری متعلم دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت ویلور

سجدہ سوئے تو یارسول اللہ

رُو بکوئے تو یارسول اللہ — دل بسوئے تو یارسول اللہ

میرا رخ یارسول اللہ آپکی گلی کی جانب ہے — اور دل حضورؐ کی طرف

دیدِ حق می شود مرا واللہ — دید رُوئے تو یارسول اللہ

خدا کی قسم مجھکو اللہ کا دیدار ہوتا ہے — یارسول اللہ آپ کے چہرۂ پاک کا دیدار

جان و ایمان و اصل ایمانم — سجدہ سوئے تو یارسول اللہ

مری جان میرا ایمان اور میرے ایمان کی جڑ — یارسول اللہ آپ کی طرف سجدۂ (عشق و محبت)

می کنم روز و شب چوں پروانہ — طوفِ کوئے تو یارسول اللہ

دن رات پروانے کی طرح کرتا ہوں — یارسول اللہ آپ کی گلی کا طواف

ہمچوں سلمان فارسی دارم — جستجوئے تو یارسول اللہ

سلمان فارسی کی طرح رکھتا ہوں — اے اللہ کے رسولؐ آپ کی جستجو

سایۂ رحمت است امت را — تارِ موئے تو یارسول اللہ

امت کے لئے سایۂ رحمت ہے — یارسول اللہ آپ کے بال شریف کے تار

کاش مصباح وقتِ مرگ بود — پیشِ رُوئے تو یارسول اللہ

کاش مصباح موت کے وقت — یارسول اللہ آپ کے سامنے ہو

المؤمن مرآۃ المؤمن

مؤمنانہ زندگی کی جھلک

از
سید عطاء اللہ عرف الیاس شاہ سیلی
زمرۂ سادسہ۔ دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

مؤمنانہ زندگی کا کمال یہ ہے کہ اس میں ایمان کی وجہ سے طہارت و نظافت قائم رہتی ہے اور عقیدۂ احتساب اور آخرت کے خیال کی وجہ سے اس زندگی کا دامن گناہوں سے آلودہ نہیں رہتا ہے۔ اور اس زندگی کی ہر منزل اور اس کے تمام نشیب و فراز میں صرف ایک ہی ذات اقدس پر تکیہ رہتا ہے جو اس زندگی کا خالق ہے اور اس زندگی کے اثرات انسانی قلب و ذہن پر اس طرح حاوی رہتے ہیں جس کی وجہ سے مومن اس دنیا کو اسی نظر سے دیکھتا ہے جس طرح مسافر اپنے سفر کے دوران تمام چیزوں کو دیکھتے ہوئے گذرتا ہے لیکن ان چیزوں میں الجھ کر اپنی منزل کو فراموش نہیں کرتا۔ یہ فیضان ہے نبی امی کی تعلیم کا کن فی الدنیا کانك غریب او عابر سبیل۔ دنیا میں ایک اجنبی اور مسافر کی طرح زندگی بسر کرو۔

اس کے برعکس بغیر غیر ایمانی زندگی میں طہارت و نظافت کا کوئی تصور ہی نہیں۔ اور اس نوع کی زندگی بسر کرنے والے عقیدۂ آخرت سے نابلد رہتے ہیں اور وہ دنیا اور اس کے لذات ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں اور ان کی نظریں صرف اسباب پر لگی رہتی ہیں اور اس زندگی کا کوئی دائمی اور واضح تصور نہیں ہوتا بلکہ یہ دنیا ہی ان کے لیے سب کچھ ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے مؤمنانہ زندگی کی کیفیت اور اسکی نوعیت کو ان لفظوں میں پیش کیا ہے:۔

انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم و اذا تلیت علیھم ایتہ زادتھم ایمانا و علی ربھم یتوکلون ○ الذین یقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنٰھم ینفقون ○ اولئك ھم المؤمنون حقا لھم درجٰت عند ربھم و مغفرۃ و رزق کریم۔ ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب خوف زدہ ہوجاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ (مضبوط) کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ اور جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں خرچ کرتے ہیں۔ (بس) سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کے لئے بڑے اور اونچے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور ان کے لئے مغفرت ہے اور عزت کی روزی۔

تاریخ اسلام کے ایک دور میں مومنانہ زندگی کی جھلک حضور سیدنا غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کی سیرت مقدس میں ملاحظہ فرمائیے۔ ایک مومن صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر نظر رکھتا ہے۔ دنیا کی مسرتیں اور آلام اس کے قلب پر

اثر انداز نہیں ہوتیں اور وہ ہر لمحہ اپنے رب سے منسلک اور اسکی یاد میں منہمک رہتا ہے۔

حضور سیدنا غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے بہت بڑے تاجر اور رئیس و جلیل القدر بزرگ تھے۔ آپ کی تجارت کا مال لئے ہوئے ایک جہاز سمندر میں جا رہا تھا۔ ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور یہ خبر پہنچاتا ہے کہ حضور آپ کا مال بردار جہاز غرق ہو چکا ہے۔ اور آپ کو ہزاروں کا نقصان ہوا۔ اس طرح واقعہ کی خبر دیتے ہوئے افسوس اور غم کا اظہار کرتا ہے۔ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کچھ دیر کے لئے اپنے سر کو دامن میں جھکا لیتے ہیں اور سر اٹھاتے ہوئے الحمد للہ فرماتے ہیں۔ اس واقعہ کو گذرے ہوئے چند ہی ثانئے گذرے تھے کہ دفعتاً دوسرا شخص نمودار ہوتا ہے اور کہنے لگتا ہے حضور آپ کا جہاز بہت سارے منافع لئے صحیح سالم آرہا ہے۔ میں اس پھیلی ہوئی غلط خبر کا انسداد کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں دوڑے چلا آیا ہوں۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ دوسری مرتبہ بھی اپنے سر کو گریبان میں جھکا لیتے ہیں اور الحمد للہ کہتے ہوئے سر اٹھا لیتے ہیں۔

حاضرین کو انتہائی تعجب ہوتا ہے کہ حضور نے غم کی خبر سنی تو الحمد للہ فرمایا۔ خوشی کی خبر سنی تو الحمد للہ فرمایا۔ ایک مرید اس کا سبب آخر پوچھ ہی لیتا ہے۔ حضور سیدنا غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ عنہ فرمانے لگتے ہیں کہ پہلی مرتبہ جب جہاز کے ڈوبنے کی خبر میں نے سنی تو اپنے قلب کا جائزہ لیا کہ اس مصیبت کا اثر اس پر کیا واقع ہوا۔ لیکن میں نے دیکھا دنیاوی آلام کا اس پر چنداں اثر نہیں ہے۔ بلکہ وہ بدستور اللہ کی یاد میں مستغرق ہے تو اس نعمت پر الحمد للہ کہا۔

جب دوسری مرتبہ خوشی کی خبر پہنچی تو میں نے قلب کا جائزہ لیا کہ وہ خوشی سے پھولا ہے یا نہیں۔ لیکن میں نے دیکھا کہ دنیاوی مسرتیں اس پر اثر انداز نہیں ہیں بلکہ وہ بدستور اپنے خالق کی یاد میں منہمک ہے اس پر میں نے الحمد للہ کہا۔

اس واقعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے، کہ مومنانہ زندگی کی شان یہ ہے کہ خوشی و غم، مسرت و الم ہر موقعہ پر اپنے رب کو فراموش نہ کریں۔ اور سارے معاملات اس کی طرف سونپ دیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر کامل اعتماد اور توکل رکھیں۔

لیجئے خواجۂ خواجگان اجمیری کی مومنانہ زندگی کی شان دیکھئے کہ آپ کی خدمت میں مال کثرت سے آیا کرتا تھا لیکن آپ خدائے ذوالجلال پر کامل توکل رکھتے ہوئے ساری دولت کو اسی وقت راہِ خدا میں خرچ فرماتے ہوئے خود روزہ سے رہتے تھے۔ افطار کے وقت صرف پانی کے چند گھونٹ پیا کرتے اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ سوکھی روٹی کے چند ٹکڑوں کو پانی میں بھگو کر نوش فرما لیا کرتے تھے۔ اس قدر مال و دولت آنے کے باوجود آپ کا لباس صرف تہبند ہوا کرتا اور جب یہ پھٹ جاتا تو خود ہی پیوند لگا لیتے تھے۔ اور پیوند اس وقت تک لگاتے جب تک اس میں گنجائش ہوتی تھی۔ آپ کی غربا پروری اور استغناء کا یہ عالم تھا کہ ہمہ وقت مخلوقِ خدا کی فکر اور دنیا کے مال و دولت سے

بے نیازی رہتی تھی ـــــ اسی طرح حضرت باقی باللہ
علیہ الرحمہ نے سفر حج کا ارادہ کیا تو آپ کی خدمت میں
عبدالرحیم خان خاناں ایک لاکھ روپیہ بطور ہدیہ آپ کی
خدمت میں روانہ کیا تاکہ ضروریات سفر میں کام آسکے اور
مزید یہ تحریر فرمایا کہ اگر حضرت اس نذر کو قبول فرمالیں تو
میری عزت افزائی ہوگی۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمہ نے اس
تحریر کو پڑھا تو ارشاد فرمایا۔ یہ روپیہ رعایا سے جبراً
وصول کیا گیا ہے' اور ہمارے بزرگوں کا یہ طریقہ نہیں ہے
کہ مخلوقِ خدا کے خون پسینہ کا کمایا ہوا روپیہ سفر حج کے
خرچ میں لائیں۔ آپ نے بے نیازی و استغنائی برتتے ہوئے
اس نذرانہ کو واپس لوٹا دیا۔

مومنانہ زندگی کی پاکیزگی ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت
ابوحنیفہ ایک بہت بڑی مل کے مالک تھے۔ ایکمرتبہ آپ
کی مل میں ایک خام قسم کا کپڑا تیار ہوا۔ آپ نے خادم کو
یہ کہہ کر بھیجا کہ اس کپڑے کے تھان کو جب فروخت کرو
تو خریدنے والے پر عیب ظاہر کردینا اور قیمت میں تخفیف
کردینا۔ اتفاق سے خادم یہ بات بھول گیا۔ چنانچہ جب
حساب آپ لینے لگے تو اس تھان سے متعلق دریافت
فرمایا۔ خادم نے کہا میں یہ بات گاہک کو بتلانا بھول گیا۔
چنانچہ امام اعظم نے اسی وقت اس تھان کی پوری رقم
راہِ خدا میں صدقہ کردی۔

قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت
مولانا محی الدین سید شاہ عبداللطیف ذوقی علیہ الرحمہ
کی شخصیت بھی توکل و استغناء سے آراستہ تھی۔ آپ نے
دنیا کے مال و دولت پر مطلق توجہ نہ کی بلکہ دنیا سے
بے نیازی اختیار کرلی تھی۔ حالانکہ بسا اوقات آپ
کی خدمت میں تحفے وتحائف پیش کئے جاتے تھے۔

ایکمرتبہ نواب والاجاہ ایک جاگیر کا پروانہ آپ
کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کیا۔ آپ نے اس جاگیر نامہ کو
لینے کے بعد جلتی ہوئی شمع کے حوالے فرما دیا۔ نواب صاحب حیرت
و استعجاب سے پوچھنے لگے حضرت میں نے تو یہ جاگیرنامہ اس
لئے پیش کیا تاکہ آپ کی آنے والی اولاد کے لئے سودمند
ثابت ہو۔

ان کلمات کو جب آپ نے سنا تو بے ساختہ فرمایا۔ پروانہ
کو میں نے شمع کے حوالے کردیا۔ اب رہا میری اولاد کا معاملہ
میری اولاد کے لئے میرا خدا ہی معاون و مددگار ہے'
اور وہی مسبب الاسباب ہے۔ استغنا اور توکل سے
بھرپور کلمات کو نواب صاحب نے سنا تو سکوت فرمالیا۔

مومنانہ زندگی کا دائرہ اتنا وسیع و عریض ہے
کہ اسکا احاطہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ تو اس زندگی کے دو
رخ تھے جسکو ایمانی تازگی کے لئے پیش کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ملت اسلامی کے
ہر فرد کی زندگی مومنانہ اور صالحانہ زندگی بنادے۔

آمین !

بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
از سید شیدا رومانی
مرے دل میں یادِ حبیب ہے مرے لب پہ نامِ رسول ہے
مری صبح صبحِ شہِ امم مری شام شامِ رسول ہے
پیشکش:-
محمد سعید اللہ حسین درگی
متعلم
دارالعلوم لطیفیہ
حضرت مکان ویلور

از: پیچکری سید قادر باشاہ قادری گنتکل
متعلم دارالعلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

مذہب اسلام نے حقوق کی ادائیگی کو غیر معمولی اہمیت دی ہے

ان حقوق میں سے بعض حقوق اللہ ہیں اور بعض حقوق العباد ہیں۔ حقوق العباد میں سے ایک اولاد کے حقوق ہیں۔ جن کی ادائیگی والدین پر ضروری ہے اور عدم ادائیگی کی صورت میں بازپرسی کا تہدید آمیز تصور بھی پیش کیا۔ چنانچہ زبان نبوت نے ارشاد فرمایا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ تم میں کا ہر ایک اپنی رعایا کا ذمہ دار ہے جس کے متعلق بازپرس ہوگی۔

اس لحاظ سے اولاد کے حقوق کی ادائیگی ایک ملی و دینی فریضہ ہے۔ چنانچہ والدین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اولاد کی پیدائش سے لیکر ان کے صاحب شعور ہونے تک ان کا ہر طرح سے خیال رکھیں اور حتی الامکان ان کی نگہبانی کریں۔ ان کی تعلیم و تربیت کی طرف زیادہ دھیان دیں، ان کو بہترین اور اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں۔ ان کی تعلیم و تربیت میں اپنا تن من دھن سب کچھ لٹادیں۔ تب کہیں ایسی تربیت یافتہ اولاد والدین کے لئے دین و دنیا میں فائدہ مند ثابت ہوگی۔

احادیث متبرکہ میں بھی یہ واضح کردیا گیا ہے کہ اولاد والدین کے لئے قدرت کا ایک بہترین عطیہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلث صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ جب انسان اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کرتا ہے تو اس کے تین اعمال کے سوائے تمام اعمال منقطع ہوجاتے ہیں۔ ایک صدقۂ جاریہ دوسرا وہ علم جس سے دوسروں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ تیسرا اولاد صالح جو اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی رہے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب میت کے درجات وقتاً فوقتاً بلند ہوتے ہیں تو وہ حیرت و استعجاب سے دریافت کرنے لگتی ہے الٰہی یہ کیونکر ہوا اور میرے درجات بلند ہونے کے کیا اسباب ہیں تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ یہ تمہاری اولاد کی برکت ہے۔ انہوں نے تمہارے حق میں دعا کی اور میں نے ان کی دعا قبول فرمایا۔

بچوں کی پرورش کرنا ماں باپ کا اولین فریضہ ہے اور دونوں اتفاق کے ساتھ اس فریضہ کو انجام دیں تو یقیناً ان کی کوششیں بار آور ہوں گی۔ (نا تمام)